

تص ۲۷۷

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

Copyright

No. 1

648

تذکرہ اولیائے جہنگ

تصنیف



بلال زبیری



جھنگ اوبی اکاڈمی جھنگ ص ۲

تعداد و اشاعت طبع دوم — ایک ہزار، جولائی ۱۹۶۸ء



53351

ناشر — عباس مختار
طابع — مسعود پرنٹرز، میکلوڈ روڈ لاہور
پبلشرز — جھنگ ادبی اکادمی جھنگ صدر
قیمت مجلد عام کاغذ — چھ روپے
قیمت غیر مجلد عام کاغذ — پانچ روپے
قیمت مجلد سفید کاغذ — آٹھ روپے
پرنٹر — خواجہ صادق کاشمیری



جملہ حقوق محفوظ ہیں،

پیارے بیٹے

ارقبالہ حسنہ زبیری کے نام

بلال زبیری ————— ★

اولیائے جنت

فہرست



صفحہ	عنوانات	نمبر شمار	صفحہ	عنوانات	نمبر شمار
	(ب)		۹	دوسرا ایڈیشن	۱
۱۱۶	بابہو سلطان	۱۲	۱۳	حرف آغاز	۲
۱۲۶	باقی شاہ	۱۳	۳۷	تعارف نامہ	۳
۱۲۹	برخوردار حافظ	۱۴	۵۱	بھنگ نما	۴
۱۳۸	برہان شاہ بخاری	۱۵		(الف)	
۱۴۲	برہان الدین احمد	۱۶	۹۷	ابوزید محمد	۵
	لنگر مخدوم		۱۰۰	احمد درویش حاجی	۶
۱۴۴	بلاق شاہ	۱۷	۱۰۶	احمد یار خلیفہ صوفی	۷
۱۴۶	بلبیل قریشی	۱۸	۱۰۹	اسماعیل شاہ بخاری	۸
۱۴۸	بہلول شیخ	۱۹	۱۱۲	اصحاب	۹
	(پ)		۱۱۳	اللہ جوایا شاہ	۱۰
۱۵۷	پاکھرا سلطان	۲۰	۱۱۵	اللہ داد شاہ	۱۱

اولیائے جہنگ

۱۸۶	۳۳	حسین شاہ	۱۶۱	۲۱	پھولا بابا
۱۸۹	۳۴	جماند ما تھرومہ			(ت)
		(خ)	۱۶۴	۲۳	تاج الدین سوری
۱۹۲	۳۵	خلیل شیرازی	۱۶۴	۲۴	تاج الدین محندوم
		(د)			اٹھارہ ہزاری
۱۹۳	۳۶	داؤد احمد محذوم	۱۶۶	۲۴	ترک مانی صاحبہ
۱۹۴	۳۷	دولت شاہ رجوعہ			(ج)
۱۹۷	۳۸	دھبی پیر	۱۶۸	۲۵	جمال محمد حافظ
		(ر)	۱۷۲	۲۶	جلیل الدین قریشی
۲۰۰	۳۹	راجن امام	۱۷۳	۲۷	جمیل الدین قریشی
۲۰۴	۴۰	راستی بی بی			(بج)
		(س)	۱۷۴	۲۸	چراغ شاہ سید
۲۰۶	۴۱	زلف علی شاہ	۱۷۹	۲۹	پھلیا نوالی مانی صاحبہ
		(سب)	۱۷۸	۳۰	چنول میاں
۲۰۸	۴۲	سادھنا جوان	۱۸۲	۳۱	چوہر شیخ
۲۰۹	۴۳	سعد اللہ			(ح)
		نقش بندری	۱۸۵	۳۲	حسین شاہ ہاشمی

(غ)		(ش)	
۲۵۹	غازی پیر ۵۷	۲۱۱	شاہ جیونہ ۴۴
۲۶۱	غریب شاہ ۵۸	۲۱۸	شیخ علی ۴۵
(ف)		(ص)	
۲۶۳	فتح اللہ سہروردی ۵۹	۲۲۰	شیخ لاہوری ۴۶
۲۵۶	فتح شاہ پیر ۶۰	۲۲۸	شہیدان حشت ۴۷
۲۶۷	فتح محمد سلطان ۶۱	۲۲۹	صادق بہنگ ۴۸
ٹ		(ع)	
۲۶۹	کالیہ پیر ۶۲	۲۳۲	عبدالرحمن پیر ۴۹
۲۷۱	کبیر شیخ ۶۳	۲۳۵	عبدالعنفوری پیر ۵۰
۲۷۶	کمال الدین مخدوم ۶۴	۲۳۹	عبدالقادر جیلانی ثانی ۵۱
گ		۲۴۸	عبدالکریم حافظ ۵۲
۲۷۸	گامے شاہ ۶۵	۲۵۰	عثمان میاں ۵۳
۲۸۱	گل شیر مخدوم ۶۶	۲۵۲	علی شیر سید ۵۴
۲۸۲	گوہر شاہ گیلانی ۶۷	۲۵۴	علی محمد نقشبندی ۵۵
(ل)		۲۵۸	عنایت شاہ ۵۶
۲۸۴	لالن پیر ۶۸		

اولیائے جہنگ

۳۳۰	۸۳	میر شہدا	۲۸۵	۶۹	دھن امام
		(ن)	۲۸۸	۷۰	ڈاماہنی
۳۳۱	۸۴	نور احمد نقش بندی	(م)		
۳۳۹	۸۵	نور محمد کنیا	۲۹۰	۷۱	ما تھی سلطان
۳۴۱	۸۶	نور شاہ مداری	۲۹۳	۷۲	مبارک شاہ ندھی
۳۴۲	۸۷	نورنگ جہانیاں	۲۹۹	۷۳	محبوب عالم
		(و)	۳۰۱	۷۴	محمد صالح
۳۴۶	۸۸	واصل حق	۳۰۲	۷۵	محمد صدیق لالی حافظ
۳۵۰	۸۹	وزیر خاں	۳۰۵	۷۶	محمد خلیل سہروردی
		لا	۳۰۷	۷۷	محمد فاضل
۳۵۷	۹۰	با تھی وان سلطان	۳۱۰	۷۸	مدوکانواں
۳۶۲	۹۱	ہیر مائی صاحبہ	۳۱۳	۷۹	مراد شاہ
		●	۳۱۶	۸۰	مستانہ کلواڑ
۳۸۴	۹۲	مختصرات	۳۴۷	۸۱	میاں ودا محمد ایل سمنیل
۳۹۹	۹۳	کتابیات	۳۲۵	۸۲	میاں محمدی

اظہارِ شکر

تذکرہ اولیائے جہنگ کی طباعت و اشاعت
میرے محترم دوست محمد اکرم صاحب کی خصوصی عنایت کا نتیجہ ہے۔
موصوف نے ازراہِ ملاحظہ و قدر افزائی مجھ ناچیز کا ذکر بھی اپنے قلم سے
جز و کتاب بنانا ضروری خیال کیا، میں ان کے حسنِ ظن اور جذباتِ خلوص
و محبت کا صمیم قلب سے شکر گزار ہوں۔ ع۔ ۱۔

ہرچہ کروم ہمارا دولت ایشاں کروم

ان کے علاوہ میر ملک محمد یوسف، میاں
غلام محمد رنگین، محمد سعید ملک، سید مظفر علی ظفر، سید غفران احمد اور
ظفر اقبال صاحب کا بھی ممنون ہوں، اگر ان کی مخلصانہ اعانت شامل حال
نہ ہوتی تو اس کتاب کا پایہ تکمیل تک پہنچنا مشکل تھا۔

بلائے زبیری

اولیائے جہنگ

دوسرا ایڈیشن

تذکرہ اولیائے جھنگ کا دوسرا ایڈیشن آپ کے سامنے ہے اس کا پہلا ایڈیشن تخلیق مرکز لاہور نے شائع کیا تھا۔ جھنگ ادبی اکیڈمی کے اصرار پر میں نے اشاعت کے حقوق انہیں منتقل کر دیئے ہیں

کتاب کی مقبولیت کا اس سے بہتر کیا ثبوت ہو سکتا ہے کہ دو ماہ کی قلیل مدت میں اس کا دوسرا ایڈیشن شائع ہو رہا ہے ایک عام اندازے کے مطابق اشاعت ثانی بازار کی طلب سے کافی کم ہے شاید مجھے جلد ہی تیسرا ایڈیشن چھاپنا پڑے اہل علم و ادب نے کتاب کی ترتیب و تدوین کو پسند فرمایا اور مندرجات سے بھی ۹۹ فی صد اتفاق کیا۔ واقعات کی تحقیق و تفتیش کے سلسلے میں میری احتیاط علمی حلقوں میں بے حد سراہی گئی پہلے ایڈیشن کے ویساچے میں جملہ امور کا تفصیلی ذکر موجود ہے جن کا اعادہ نامناسب ہو گا۔ کتاب کے بارے میں میرے ہزار قسم کے دوسو سے بے بنیاد ثابت ہوئے کسی بھی فرد یا حلقہ نے میرے مندرجات سے اختلاف نہیں کیا بلکہ کتاب کو پہلی کامیاب کوشش قرار دیا گیا۔ البتہ کتابت کی بعض غلطیوں کی نشاندہی کی گئی جو موجودہ ایڈیشن میں درست کر دی گئی ہیں چند اصحاب نے بزرگوں کے مختصر حالات کی شکایت کی ان کی خدمت میں عرض ہے کہ اس تشنگی اور کمی کو میں نے خود بھی محسوس کیا ہے لیکن کتاب کی ضخامت اور قیمت کے ہاتھوں مجبور ہوں۔

اولیائے جھنگ

بعض دوستوں نے اسے نامکمل قرار دیا کیونکہ اس میں بعض بزرگوں کے حالات شامل نہیں ہیں ان سے گزارش ہے کہ وہ ایسے بزرگوں کے مصدقہ کوائف مجھے فراہم کر دیں تاکہ اس کا تیسرا ایڈیشن ان کے تذکرے سے خالی نہ رہے۔

حضرت سلطان العارفين سلطان محمد باہو کی والدہ محترمہ کے مزار کے بارے میں اختلاف پیدا ہوا میری تالیف میں ان کا مدفن قبرستان پبیاں ملتان مذکور ہے مگر بعض بزرگوں نے اسے غلط بتایا ہے ان کی خدمت میں دست بستہ گزارش ہے کہ مزار کے متعلق واضح ترین سند کوئی نہیں ہے صرف کتاب مناقب سلطان سے ہی مزار کے مقام کا تعین ہو سکتا ہے حضرت بی بی راستی کے حالات کے تحت متذکرہ صدر کتاب کا پورا حوالہ موجود ہے جس سے غلط فہمی کا ازالہ ہو سکتا ہے۔

بعض حلقوں نے ہیر کے مضمون پر اعتراضات کئے ہیں اور اس ضمن میں الزامات سے بھی گریز نہیں کیا۔ مجھے الزامات کی مطلق پروا نہیں کیونکہ میری نیت پاکیزہ اور ارادہ شفاف ہے میں نے ثبوت اور سند کے بغیر کوئی بات نہیں لکھی جو کچھ میرے مطالعہ میں آیا بلا کم و کاست درج کر دیا جس کی میں ہر ممکن ذمہ داری قبول کرتا ہوں۔ بعض اصحاب نے میری علمی کاوش کو سیالوں کی مدافعت اور صفائی پر محمول کیا حالانکہ میرا منشاء ہرگز یہ نہیں تھا۔ اگر مجھے سیالوں کی عورت و عصمت عزیز ہوتی تو مرزا صاحبان کی داستان سے بھی انکار کیا جاسکتا تھا۔ واقعات اور حقائق کے روبرو زبانی روایتوں اور شاعرانہ خیال آفرینیوں کی کوئی قیمت نہیں ہوتی شعرا کے کرام کے تسلیم سے تو حضرت یوسف علیہ السلام ایسا پیغمبر بھی اپنے دامن عصمت کو محفوظ نہ رکھ سکا پیغمبر کی عصمت بہر حال مسلم ہے جو شخص عصمت انبیاء

اولیائے جہنگ

کا قائل نہیں اس کا اسلام محل نظر ہے، ایک عام عورت کا تو ذکر ہی کیا ہے میرے
بارے میں شعرائے کرام کی افسانہ طرازی بہرگز حقیقت نہیں یہ الگ بات ہے کہ صدیوں
سے ہمارے ذہن قصے کی اثر آفرینی سے مسحور ہو چکے ہیں اور روایات کے بندھن سے
آزاد نہیں ہو سکتے جو شخص ناخن سے گوشت جدا کرنے کی کوشش کرے بگا مور و الزام ٹھہرایا
جائے گا۔ دہیر کے بارے میں میری تحقیقات کتابی صورت میں الگ شائع
کی جا رہی ہیں)

بعض کرم فرماؤں کو اعتراض ہے کہ حصہ تاریخ میں سیالوں کی تمام شانوں
اور کٹیوں کی تفصیل نہیں دی گئی اس کے بارے میں صرف اتنا عرض کروں گا کہ میرے
سلسلے ضلع کی تاریخ تھی صرف سیالوں کی نہیں۔ ضلع کی سیاسی تاریخ میں ایسے سیال بزرگوں
کا اجمال ذکر کیا گیا ہے جن کے بغیر تاریخ کا حصہ تشنہ رہتا اور نہ سیالوں کی تاریخ اپنی جگہ موجود ہے۔
آخر میں اس قدر صراحت ضروری ہے کہ اس ضلع نے واقعی نامور شخصیتوں کو جنم دیا ہے
لیکن آج تک کسی کو ضلع کی سیاسی یا روحانی تاریخ مرتب کرنے کی توفیق نہ ہوئی۔ ماضی کے
کے اندھیرے میں زبانی روایتوں کا انبار تھا اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے یہ سعادت میرے
حصہ میں آئی۔ مجھے کسی قسم کا کوئی دعویٰ نہیں ہے کتاب ضلع کی ضرورت کے تحت لکھی گئی
تاہم اتنا یقین ہے کہ میری تصنیف اس موضوع پر آئندہ تحقیقات کی بنیاد ثابت ہوگی جس کے
بغیر کوئی محقق یا مورخ ایک قدم نہیں چل سکے گا۔

والسلام

بلال زبیری

اولیائے جہنگ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

حرفِ آغاز

خدا سے عظیم و بصیر کا لاکھ لاکھ شکر و احسان ہے کہ اولیائے جھنگ کے اہم اور تحقیق طلب موضوع پر میری تالیف طباعت و اشاعت کے مراحل بحسن تمام طے کر کے منظر عام پر آگئی ہے۔ یہ کتاب سرزمین جھنگ کی تاریخ اور تہذیب کی آئینہ دار ہے مجھے قوی اُمید ہے کہ اہل جھنگ عام قارئین کے ساتھ ساتھ اسے اپنی خصوصی توجہ اور دلچسپی کا مرکز قرار دیں گے۔ اور میری جو صلہ افزائی کے پہلو پہلو مجھے مفید اور کارآمد مشوروں سے بھی نوازیں گے۔

حالات و واقعات کی چھان بین اور کتاب کی ترتیب و تدوین میں آٹھ سال کا طویل عرصہ در بدر کی ٹھوکریں کھانے میں صرف کیا۔ سوانحی خطوط کے گم شدہ

اولیائے جھنگ

گوشوں کی تلاش، صدیوں کے تساہل و تغافل کے گرد و غبار کی جھاڑ پونچھ اور پھر صاحبِ سوانح کی سیرت اور تعلیمات کے صحیح نقوش سے عصرِ حاضر کے اصحابِ علم و بنیاد کا تعارفِ خاصہ و وقتِ طلب کام تھا۔ کام کی نوعیت و ماہیت اور تحقیق و تفتیش کی دشوار گزار مشکلات کے مقابلے میں میرے مسائل و ذرائعِ قطعی محدود تھے، تاریخ کی پُرپیچ پلڈنڈیوں پر پاپیادہ سفر اور ماضی کی بھول بھلیوں سے واپسی کا مرحلہ جان لیوا تھا، جعل ساز یوں کے ذخائر اور مرحوم افسانوں کے قبرستان میں رہنمائی و نشان دہی کے بغیر صحیح روایات کی جستجو کارِ لا حاصل سے کم نہ تھی۔ متعلقہ موضوع پر کسی کتاب کی دست یابی تو بہت دور کی بات تھی۔ میری وحشت و سرسنگی کا سبب تو بعض وابستگانِ مزارات کا اندوہناک رویہ تھا، یہی وہ پیرانِ پارسائیں جو پیری مریدی کی دکانیں سجائے ہر دم کاہلوں کے متلاشی و منتظر رہتے ہیں۔ جن کا دنیاوی جاہ و جلال مزارات کی آمدنی کا رہین منت ہے لیکن جنہیں اپنے اسلاف کے کارناموں سے ایک فی صد بھی واقفیت نہیں، ایک عام شخص کی مانند وہ بھی اپنی تاریخ سے بے خبر ہیں۔ انھیں اپنے علاقے کے جغرافیے سے دل چسپی ہے، یہ نام نہاد مجاور اور متوتی اپنے بزرگوں کی تعلیمات کے برعکس ان کی قبروں کو لوٹ کھسوٹ اور عوامی استحصال اور زراعت و زری کا ذریعہ بنائے ہوئے ہیں، بظاہر تو ہمہ وقت بزرگوں کا تذکرہ ان کی ناخلف زبان پر جاری رہتا ہے لیکن عملی دنیا میں بقول حافظ "آل کار دیگری کنند"۔

اولیئے جھنگ

شرح اسباب گرفتاری خاطر مت پوچھ
 انگلیاں فگار اپنی خامہ خونچکاں اپنا
 مجھے حالات و واقعات کی تحقیق کے سلسلے میں ضلع جھنگ کی
 متعدد مشہور درگاہوں اور خالقاہوں کا طواف کرنا پڑا۔ ان گنت سجادہ نشینوں
 سے رابطہ استوار ہوا۔ مجھے صرف حقیقت کی تلاش تھی جب میں اپنا مدعا
 بیان کرتا تو ان کی طرف سے مجھے مختلف نوعیت کے جوابات ملتے، کسی کا کہنا تھا
 ہم خود آگاہ نہیں ہیں بعض نے اپنے بزرگوں کے حقیقی ناموں سے بھی لاعلمی ظاہر
 کی۔ چند کے پاس زبانی روایات کا انبار تھا جس کی قدر و قیمت الف لیلوی
 داستانوں سے زیادہ نہ تھی۔ الغرض کہیں سے مجھے کوئی تسلی بخش جواب نہ ملا،
 اولاً تو ان لوگوں کی عظیم الفرستی کے باعث ان سے میری ملاقات کے امکانات محدود
 تھے لیکن اگر کہیں خوش بختی سے ملاقات میسر آگئی تو وہ سلسلہ گفتگو میں میرا موضوع
 سنتے ہی بدک جاتے، بایں ہمہ اگر کہیں نے مجھ سے خوش اخلاقی اور وضع داری کا
 سلوک مناسب سمجھا تو اس حد تک کہ ہمارے پاس مصدقہ حالات نہیں ہیں
 تلاش کے بعد اطلاع دیں گے، معدودے چند حضرات نے از خود بھی مجھے
 حالات سے باخبر کیا۔

ایسی الم ناک صورت حال میں میرے لئے سلسلہ تحقیق
 جاری رکھنا محال تھا۔ میں اپنی بے بضاعتی پر متاسف اور ناچار شکست تسلیم

اولیائے جھنگ

کرنے پر آمادہ تھا، من جملہ اس کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ میرے شہر کے ایک بدنام ترین شخص نے ضلع کے متمول زمینداروں اور گڈی نشینوں کو ایک کتاب کے نام پر لوٹنے کا سلسلہ جاری کر رکھا تھا۔ یہ شخص ہر صاحب حیثیت کے پاس جاتا اور اسے خاندانی کوائف اور تصاویر حاصل کر کے کتاب کی اشاعت کا جھانسنہ دے کر روپیہ بٹور لاتا، اسی دوران مجھے بھی سجاوگان سے رابطہ پیدا کرنے کی ضرورت لاحق ہوئی، میں نے محسوس کیا کہ یہ لوگ مجھے بھی مشکوک نظروں سے دیکھتے ہیں۔ اور کتاب کو محض کھانے پینے کا بہانہ تصور کرتے ہیں، اکثر اصحاب سے ملاقات میں ناکامی کا ایک سبب یہی تھا، باوجودیکہ میں نے ہمیشہ ان کی خدمت میں واضح الفاظ میں عرض کیا کہ مجھے مالی اعانت کی طلب نہیں محض بزرگوں کے حالات و واقعات درکار ہیں تاکہ میں ضلع جھنگ کی علمی و روحانی تاریخ مرتب کر سکوں۔ الغرض ابتدائی دو سال میرے لئے انتہائی مایوس کن تھے، اور چاروں طرف سے ناکامیوں اور مصیبتوں کی گھاؤں نے گھیر لیا تھا لیکن بقول نظیری سے

ہمیشہ تار و پود کارنا ہموار می بستم
دل و دتم نبود و خویش را بر کار می بستم

میں کتاب کے ذریعے حصول دولت کا متمنی نہیں تھا اور نہ ہی مجھے کوئی اور دنیاوی لالچ تھا، اپنی شہرت و علمیت کا ڈھنڈورا پیٹنا بھی

اولیائے جھنگ

میرا مقصود نہیں تھا۔ میرا مقصد وحید سرزمین جھنگ کے عارفان باللہ کی زندگیاں
قلمبند کرنا تھا تاکہ عوام ان کی صحیح تعلیمات سے مستفید ہو سکیں۔

بالآخر خداتے بزرگ و برتر کی بندہ پروری سے میرے قلب و

فکر کی بالیوسیاں کانور ہو گئیں۔ رب العزت نے مجھے جو صلہ، عزم و استقامت

اور محنت و لگن کی دولت سے نوازا۔ دنیاوی سہارے میری نظروں کے

سامنے پہنچ ہو گئے اور میں ان سے یکسر بے نیاز۔ میں نے اپنے تمام تر

ذرائع بروئے کار لانے کا تہیہ کر کے مطالعہ شروع کر دیا، مطلوبہ موضوع پر

مطبوعہ یا غیر مطبوعہ مواد جہاں سے بھی میسر آسکا پڑھ ڈالا۔ اس دوران میں

مجھے بعض قیمتی دستاویزات، خطوط، ملفوظات اور اقوال ملے جن سے

میں نے حسب ضرورت استفادہ کیا۔ بندوبست اراضی ۱۸۶۰ء اور ۱۸۸۰ء

کے کاغذات سے بھی مجھے خاصی مدد ملی۔ ایک انگریز سیاح نے جو اٹھارہ ہویں صدی

کے آخر میں ہندوستان آیا تھا، کلکتہ سے بہرہ تک پیدل سفر کر کے راستے

میں جہاں جہاں قیام کیا یا گزرا ان مقامات کے اہم واقعات کا ذکر بھی اپنی

کتاب میں کیا تھا، بعض سیاسی و مذہبی شخصیتوں کو بھی اس نے اپنی تصنیف

میں جگہ دی۔ یہ کتاب بھی سرکاری دفاتر میں موجود تھی۔ اگرچہ مقامی دفاتر سے

مجھے اس کا کوئی نسخہ دستیاب نہ ہو سکا لیکن ملتان جا کر میں نے اس کا بغور جائزہ

لیا۔ اضلاع کے سرکاری گزیٹرز نے بھی میری رہنمائی کی، ان سے بھی بعض بزرگوں

اولیائے جھنگ

کے حالات اخذ کئے۔

میں نے حتی الوسع کتابی اور دستاویزی ثبوت کی بناء پر واقعات کو پرکھا اور مرتب کیا، لیکن جہاں مجھے مصدقہ ثبوت نہ مل سکا وہاں میں نے سجادگان کی روایات یا ان کے مریدوں کی حکایات کا سہارا لیا، لیکن ان کی چھان بھٹک میں بھی اپنی علمی استعداد کے مطابق کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا بزرگوں سے منسوب کرامات کا سلسلہ بڑا وسیع تر ملا، لیکن میرا مقصد محض کرامات کا تعارف نہیں تھا بلکہ میں بزرگوں کے سوانحی حالات کو منضبط کرنے کے ساتھ ساتھ ان کی تعلیمات کے نقوش اُجاگر کرنا چاہتا تھا اس لئے خوارق العادات واقعات کو ثانوی حیثیت دی گئی ہے۔

اس کتاب میں لگ بھگ ایک سو بیس عارفانِ کامل اور فقراے اُمت کے حالات شامل ہیں، ان میں سے بیشتر کا ماخذ کتب اور تاریخی دستاویزات ہیں، یہ ہماری انتہائی بدقسمتی ہے کہ اب تک بزرگانِ دین کے موضوع پر بہت کم کتابیں دستیاب ہوتی ہیں۔ میں ایک مدتِ مدید کے بعد آج اس قابل ہوا ہوں کہ اپنی قطرہ قطرہ جمع کردہ محنت کو کتابی شکل میں پیش کر سکوں۔ جہاں تک میری علمی استعداد کا تعلق ہے میں خود کو اس منزل کا مبتدی سمجھتا ہوں اور کاروانِ علم و عرفان کی گرد راہ، نہ میرے پاس دنیاوی علوم کی ڈگریاں ہیں، نہ میں نے کسی سکول و کالج کا منہ دیکھا،

اولیائے جہنگ

اور نہ ہی میں کسی مستد علم و ارشاد کا طفیلی ہوں، نہ مجھے کسی سلسلے سے نسبت ہے
 نہ اپنی علمیت کا دعوے ہے، نہ اپنی پاک بازی کا گمان ہے، نہ خود کو بزرگوں
 کی محفل کے قابل سمجھتا ہوں، اپنی کم مائیگی اور بے بضاعتی کا اعتراف و
 اقرار کرتے ہوئے میں نے ہمیشہ رب العزت کی ذات کریمی پر نظر
 رکھی اور اسی کے دربار سے مجھے فکر و سلم کی دولت عطا ہوئی اور بارگاہ
 عالیہ جناب محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے وہ تمام ذرائع میسر آئے
 جن میں پچھرے ہوئے اوراق کو یک جا کرنے میں کامیاب ہوا۔

میں اپنے موضوع کو نبھانے میں کس حد تک کامیاب ہوں اس
 کا فیصلہ قارئین کرام کا کام ہے وہ میری مشکلات کو ملحوظ خاطر رکھ کر خود انصاف
 کر سکتے ہیں جہاں تک واقعات کی تحقیق کا تعلق ہے میں نے انتہائی کوشش
 کی ہے کہ وہی جتنے ضابطہ تحریر میں آئیں جن کے ماتخذ مضبوط اور مربوط
 ہوں، تاہم بشری لغزشوں کا ہر وقت امکان ہے، اگر کسی جگہ میرے قلم
 نے غیر دانستہ طور پر سنیوں یا دوسرے امور میں ٹھوکر کھائی ہو تو قارئین سے
 گزارش کروں گا کہ وہ مجھے مطلع فرمائیں تاکہ آئندہ اشاعت میں اس
 کی اصلاح کر سکوں۔

اس سلسلہ میں بعض اہم امور کی نشان دہی بے جا نہ ہوگی تاکہ
 قارئین کتاب کے اصل حصے پڑھنے سے پہلے ان سے واقف ہو سکیں،

اولیائے جہنگ

پہلی بات تو یہ ہے کہ میں نے جن کتب و رسائل اور دستاویزات سے استفادہ کیا ہے، ان کا ذکر مروجہ طریق پر حاشیوں میں نہیں کیا، کیونکہ اس میں کئی قباحتیں ہیں، اقل تو یہ بہت پرانا طریق کار ہے۔ دوم بعض اوقات قارئین اس سے الجھن میں مبتلا ہو جاتے ہیں، کیونکہ اکثر ایسا بھی ہوتا ہے کہ اصل مضمون سے حوالے کی عبارت طویل ہو جاتی ہے اور کتاب کا سن قائم نہیں رہتا، دوسری وجہ یہ بھی ہے کہ اس طرح کتاب کی ضخامت میں اضافہ ہو جاتا اور اس کے ساتھ لامحالہ قیمت میں بھی اضافہ کرنا پڑتا، جس سے یہ کتاب عوام تک نہ پہنچ سکتی بلکہ چند شخصیتوں اور اداروں تک محدود ہو کر رہ جاتی اس خیال سے میں نے طویل اقتباسات اور حواشی سے احتراز کیا ہے۔

دوسری اہم بات یہ ہے کہ میں نے کتاب کی زبان عام فہم رکھی ہے، تاکہ معمولی پڑھا لکھا شخص بھی اس سے فائدہ حاصل کر سکے۔ حتیٰ کہ سکولوں کے طلباء بھی اس کی سادہ اور سلیس عبارات سے باسانی مطالب اخذ کر سکتے ہیں۔

تیسری بات جس کی صراحت ضروری ہے یہ ہے کہ بعض بزرگوں کے حالات بے حد مختصر ہیں، کیونکہ میں نے ان میں اپنی طرف سے کسی حک و اضافہ سے گریز کیا ہے۔ محض زمیں داستان کی خاطر من گھڑت

اولیائے جنگ

واقعات کو بزرگوں سے منسوب کر دینا میرے لئے موزوں نہیں۔
 چوتھی بات یہ ہے کہ بزرگوں کے مخصوص عقائد پر میں نے
 ویدہ وداستہ بحث و مذاکرہ کا دروازہ نہیں کھولا، کیونکہ اول تو یہ میرے
 موضوع سے خارج ہے دوسری وجہ یہ بھی ہے کہ اکثر بزرگوں کے مخصوص
 عقائد اور تعلیمات متنازعہ فیہ بن چکی ہیں اور اب ان کی اولاد یا ارادت مند
 ان پر عمل پیرا نہیں، اگر میں اس میں الجھ جاتا تو میرے لئے موضوع کا سنبھالنا دشوار
 ہو جاتا، تاہم میں دیانت داری سے محسوس کرتا ہوں کہ علمی نقطہ نظر سے
 ان کی چھان بین ہونی چاہئے اور جو لوگ اپنے بزرگوں کے مسلک سے
 انحراف کر چکے ہیں انہیں۔ قرار واقعی رسوائی ملنی چاہئے۔ میں اس موضوع
 کو کسی دوسرے موقع کے لئے ملتوی رکھتا ہوں۔

پانچویں بات قارئین کو یہ بھی ملحوظ خاطر رکھنی چاہئے کہ جن
 مزارات سے جاگیریں، زمینداریاں اور نذرانے وابستہ ہیں ان کی شہرت
 بھی اسی حساب سے ہے یہ الگ بات ہے کہ ان کے وارث کیسے لوگ
 ہیں۔

چھٹی بات یہ ہے کہ میری تحقیقی مہم کے دوران عناو اور
 پارٹی بازی نے بھی میرے راستے میں سنگ گراں بننے کی کوشش کی۔
 بعض مزارات ایسے ہیں جن کی تولیت متنازعہ فیہ ہو گئی۔ دو فریق بن گئے

اولیائے جھنگ

دونوں نے عدالت سے رجوع کیا، مقدمات چلتے رہے اس طرح تاریخی دستاویزات مقدمات کی مشلوں میں شامل ہو گئیں اور محقق کی دست برد سے محفوظ۔ ثانیاً میں نے یہ بھی محسوس کیا کہ ہر فریق نے میری آمد کو دوسرے فریق کی سازش تصور کیا، اس طرح میری حیثیت مشکوک قرار پائی۔ ان لوگوں نے اپنے مفادات کی خاطر تحقیق کے نیک جذبے کی قدر کرنا تو کجا اس کی اہمیت و ضرورت تسلیم کرنے سے بھی انکار کر دیا۔

یہاں تک تو بحیثیت مجموعی ان مشکلات کا ذکر تھا جو مجھے تحقیق کے دوران پیش آئیں، لیکن بعض انفرادی واقعات کا تذکرہ بھی غیر مناسب نہ ہو گا۔ قارئین کرام کو حارفانِ کامل کی اولاد ہونے کے مدعیوں کے ظرف و ضمیر اور علم و توجہ سے واقفیت ہو جائے گی۔

میں نے تحصیل جھنگ کے ایک روحانی پیشوا کی اولاد میں سے ایک شہرت یافتہ شخصیت سے ملاقات کی، یہ آدمی پاک و ہند میں سیاسی و کاروباری حیثیت سے معروف ہے، اپنی سیاسی زندگی کے نشیب و فراز میں اپنے جدِ بزرگ کے نام کو خوب استعمال کرتا ہے، میں نے عند الملاقات مدعا بیان کیا۔ مجھے توقع تھی کہ موصوف کی طرف سے میری حوصلہ افزائی ہوگی بلکہ مجھے قلمی اعانت ملے گی لیکن افسوس کہ انھوں نے کوئی توجہ نہ کی، جب میں نے تاکیداً عرض کیا تو انھوں نے ”عدۃ فردا“ پر مال دیا۔ میں چھ ماہ تک اُن کے جواب کا منتظر رہا

اولیٰ لے جھنگ

53351

مگر جواب ندارد۔ پھر میں نے اپنے مطالعے اور معلومات کی اساس پر سوانحی خاکہ لکھا اور ان کی خدمت میں نظر ثانی کے لئے بھجوا دیا۔ موصوف نے تحریری خاکہ وصول کرنے کے بعد ایک سال تک پھر جواب سے محروم رکھا، دو چار بار فون پر اور خود حاضر ہو کر یا دوہانی کرانی لیکن بے سود۔ بالآخر اپنی.....

معلومات کے مطابق میں نے سوانحی خاکہ دوبارہ لکھا جو شامل کتاب ہے۔ یہ اس شخص کا ذکر ہے جسے خود بھی علم و ادب سے شغف کا دعویٰ ہے۔

دوسرا واقعہ اس سے بھی دلچسپ گزرا، ایک بزرگ کے بارے میں مجھے علم ہوا کہ ان کے مزار کے سجادہ نشین کے پاس کوئی کتاب ملفوظات پر مشتمل موجود ہے جو میری رہنمائی کر سکتی ہے، میں ان کی خدمت میں بصد شوق پہنچا، موصوف کے ہاں محفل جمی ہوئی تھی، تھقہ کا دور چل رہا تھا، کتوں کی اقسام پر بحث ہو رہی تھی، اسی اثناء میں انھوں نے ایک ملازم سے کہا، کتالے آؤ، کتا مجلس میں لایا گیا، جس کی ہر شخص نے تعریف کی۔ سجادہ نشین بولے اس نسل کا کتا پاکستان میں نہیں ملتا، یہ فلاں انگریز سے میں نے بصد مشکل دو ہزار میں خریدا تھا۔ اس کی روزانہ کی خوراک سولہ روپے ہے ایک ملازم اس کی دیکھ بھال کے لئے مقرر ہے، موسمِ طار کے لئے خاص اسٹریلیا کی اون کی چادر کتے کے لئے بنوائی ہے، میں ان کی یہ تمام ہرزہ سرائیاں سنتا رہا، دوران گفتگو انھوں نے دو ایک بار میری طرف دیکھا، لیکن میری

اولیائے جھنگ

آمد کو کوئی اہمیت نہ دی۔ بات کتوں کے دائرے سے نکل کر گھوڑوں کے
 شجرہ نسب تک جا پہنچی، اسی دوران علاقہ کا تھانیدار آگیا، سب احتراماً
 کھڑے ہو گئے۔ اب شراب کی قسمیں زیر بحث آگئیں، میں پریشان تھا
 کہ کس طرح اپنا مدعا بیان کروں، کیونکہ مجھے واپس آنا تھا اور بس کا
 ملنا غیر یقینی تھا، بنا بریں میں نے آگے بڑھ کر دوبارہ فرشی سلام کیا اور
 اپنا مقصد پیش کیا۔ انھوں نے فرمایا ابھی فارغ ہو کر بات کرتا ہوں، غرض
 دوپہر گیارہ بجے سے شام پانچ بجے تک بیٹھا سگریٹ پھونکتا رہا جب
 تھانیدار صاحب رخصت ہو گئے تو مجھے بڑی شان بے نیازی سے ہاتھ کا
 اشارہ کر کے بلایا، میں ان کے قریب جا بیٹھا، فرمانے لگے، کتاب ہے
 تو سہی لیکن اس وقت اس کا ملنا دشوار ہے، پھر کسی وقت آنا۔ میں نے
 عرض کیا حضرت سارا دن غارت ہو گیا، اب واپس جانا ہے، پھر یہ ہی
 عالم ہو گا، آپ احسان فرمائیں۔ بہ امر مجبوری انھوں نے اپنے صاحبزادے
 سے کتاب منگوائی اور دو بند و ترقی بردار ملازم میسرے اور پرستل کر ڈئے
 مسلح پہرے میں مجھے کتاب کا لبّہ عت مطالعہ کرنے کی اجازت ملی۔
 کتاب مطبوعہ تھی لیکن نایاب اور سجادہ نشین اس کتاب کو ظاہر اس وجہ
 سے نہ کرتے تھے کہ اس سے ان کا مزلیق مخالف مزار سے وابستہ جانداد
 ہتھیانے کے لئے سرگرم تھا، کتاب ہی اصل ثبوت تھی، بہر حال میں نے

اولیائے جہنگ

جلدی جلدی ٹوٹ لئے اور بھوکا پیاسا وہاں سے غروبِ آفتاب کے بعد سڑک پر آیا۔ بس نہ ملی، چنانچہ گیارہ میل کا سفر پیدل طے کر کے گھر پہنچا۔ بھوک اور تھکان سے مبرا حال تھا۔

یوں تو اس نوعیت کے ان گنت واقعات پیش آئے جن کا تذکرہ ایک علاحدہ کتاب ہے، ایک واقعہ اور عرض کرتا ہوں۔ تحصیل چنیوٹ میں ایک بڑے بزرگ کا مزار ہے، ان کے حالات کی جستجو ہوئی۔ میں نے فراہم کردہ تمام کتابیں دیکھ ڈالیں مگر نام کے سوا کچھ بھی نہ ملا۔ مجبوراً سجادگان و صاحبِ زادگان سے رابطہ قائم کیا۔ ان لوگوں نے ہر بار میری ہاضمی کے بعد آئندہ پڑنا لےنے کی کوشش کی۔ میں بھی متعدد بار سفر کی صعوبتیں اٹھاتا رہا، بالآخر سجادہ نشین نے انکار فرما دیا کہ ہمارے پاس کوئی تحریری یا زبانی ثبوت نہیں ہے۔ مجھے مایوس ہو کر لوٹنا پڑا ایسے حالات میں تحقیق کو جاری رکھنا کس قدر مشکل تھا۔ آپ خود اندازہ کر لیں۔

سلسلہ تصوف

زیر نظر کتاب کا تعلق تصوف سے ہے اور تاریخ اس کا ذیلی عنوان

ہے، ایسے دقیق اور نازک موضوع پر میرے جیسے تہی مغزوں کا خامہ فرسائی

اولیائے جہنگ

کمزات صرف بے جا ہے ع ۱۴۔

ستم زدہ ہوں مگر ذوق خامہ فرسا کا

اپنے مطالعہ و مشاہدہ کا بیان مقصود ہے، میری راتے جو میرے دیانت دارانہ تجزیے پر مبنی ہے کسی مکتب فکر کی ترجمان نہیں اور نہ ہی بطور خاص کسی کی دکالت مقصود ہے۔ میں فقر کو تصوف کی روح قرار دیتا ہوں، یہی وہ علم ہے جس سے انسان کا باطنی تزکیہ ہو سکتا ہے، کیونکہ اسلام ایک جامع نصاب زندگی ہے اور تصوف اس نصاب کا جزو لاینفک ہے۔ جو لوگ تصوف کو اختیاری مضمون کا درجہ دیتے ہیں وہ اسلام کی روح سے آشنا نہیں۔ باطنی اصلاح کے بغیر انسان کی ظاہری زندگی کوئی وقعت نہیں رکھتی، اگر کوئی شخص محض ظاہر پرستی کے تحت احکام شرعیہ کی پابندی کرتا ہے تو میں سمجھتا ہوں کہ وہ معاشرتی اعتبار سے ایک اچھی عادت اختیار کئے ہوئے ہے مگر اسے عبادت کا درجہ نہیں دیا جاسکتا۔ عبادت کا مفہوم اس سے مختلف ہے اگر کوئی شخص روزہ رکھتا ہے لیکن اس کا ذہن بڑی باتیں سوچتا ترک نہیں کرتا یا اس کا دل برائیوں سے پاک نہیں ہوتا تو بظاہر اس کی عبادت ہے لیکن اچھی عادت ہے لیکن صلح عبادت نہیں ہے۔ بقول امثال ع

دل و نگاہ مسلمان نہیں تو کچھ بھی نہیں

اولیائے جہنگ

ظاہر داری کی ہر اچھی و بُری بات کا کریڈٹ تو انسان کو اپنی سوکڑی سے مل جاتا ہے لیکن دل و نگاہ کے مسلمان ہونے کا علم صرف خدا کو ہوتا ہے، اسی شے کا نام روحانیت ہے، اسی کو فلسفہ تصوف سے تعبیر کرتے ہیں۔ مجھے حیرت ہوتی ہے بعض سیاسی علمائے دین کے افکار سے، جو مسلمانوں کو ظاہری عبادتاً بجالانے کی تلقین تو کرتے ہیں، لیکن دل و نگاہ کی مسلمانی کا مطلق خیال نہیں کرتے ع ۱۔ ایسی نماز سے گزر، ایسے امام سے گزر

میں نے تصوف کے بارے میں اپنے خیالات پیش کئے ہیں لیکن میں نظام خانتقاہی کا قائل نہیں ہوں۔ اور ایسا نظام جس سے ظاہر پرستی کی جملہ خرابیاں اسلامی معاشرے میں سرایت کر رہی ہیں بے عملی کو فروغ دیتا ہے اور احکامات شرعیہ متروکاتِ سخن میں شمار ہونے لگتے ہیں، تصوف کو دینِ اسلام کا جزو اعظم قرار دینے کے بعد احکاماتِ شرعیہ کا عملی انکار یا ان سے تغافل و تساہل اسلامی تعلیمات کے برعکس ہے، ایسے نظام خانتقاہی کے لئے صحیح اسلامی معاشرہ میں کوئی گنجائش نہیں۔ اس طرح

مذہبِ جامد، بانجھ اور زندگی کی سطح سے پست ہو جاتا ہے، بزرگوں کا احترام اپنے مقام پر افضل، ان کی تعلیمات کو اپنا نافع فعل صادقہ، لیکن ان کے نام پر دین کی تجارت سخت مکروہ۔ اور لادنییت کا پیش خیمہ ہے۔ میں نے ایسے پیشوا بھی دیکھے ہیں جو اپنے مریدوں کے نہ تو ظاہری افعال تابع و سران و سنت بنانے پر توجہ دیتے

اولیائے جھنگ

ہیں اور نہ ہی دل و نگاہ کی مسلمانوں کے قائل ہیں، وہ صرف اپنی ذات کے احترام کو ہی
 و تہ شفاعت سمجھتے ہیں۔ کیا ہمارے لئے اپنے آپ کو جذباتی انداز سے ایسے
 مرشدوں سے وابستہ کر لینا قرین دانش مندی ہے، کوششِ ثقل کا قانون کسی بھی
 حادثے سے سُبحرُح نہیں ہوتا۔ نظامِ مذہب میں بھی جو فطرت کی عین مطابقت
 ہی ہے اس قسم کے واقعات پیش نہیں آتے۔

اسلام نے انسانیت کو جو نظام دیا ہے وہ ہر پہلو سے متوازن
 اور اعتدال پسندانہ ہے، قرآن نے تقویٰ پر زور دے کر تصوف کی
 وجودیت اور اہمیت واضح کر دی ہے، کیونکہ تقویٰ کی منزل تزکیہٴ نفس کے
 بعد ہی آتی ہے۔ اسی سے حسنِ معاشرت پیدا ہوتا ہے، شارعِ اسلام
 حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کا ہر گوشہ اس پر دال ہے کہ حضور نے
 دنیا میں رہ کر دنیاوی برائیوں سے اغماض برتا بلکہ ان بد اعمالیوں کا تدارک کیا
 اور صحیح معنوں میں اہل عرب کے دل و نگاہ کے تراویے بدل دئے

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے رہبانیت اختیار نہیں کی

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر وہ کام کیا جو ایک انسان کی بنیادی
 ضروریات کا تقاضا تھا۔ حلال روزی کمانی، شادیاں کیں، اولاد پیدا کی، اولاد کے
 رشتے ناٹے کئے۔ عدالتی سطح کے فیصلے فرمائے مختلف قبیلوں سے سیاسی معاہدے

اولیٰئے جھنگ

کئے، فوجوں کی قیادت کی پیٹ پر تپہر باندھے، دنیاوی شان و شوکت کے تمام سامان مہیا ہونے کے باوجود سادہ زندگی بسر کی عرش پر جانے والا فرش پر بیٹھ کر حکومتیں بناتا رہا، جنگوں میں حصہ لیا، زخمی ہوئے، پھر عبادت کسی لمحہ غفلت نہ برتی، خدائے برتر کے منشا ہمیشہ عجز و انکساری کا اظہار فرمایا یہ کردار اس عظیم الشان ہستی کا تھا جس کے لئے کون و مکاں معرض وجود میں آئے تھے۔ لیکن افسوس کہ آج کے بعض صوفیاء اور علماء آپ کی تعلیمات کے علی الرغم زندگیاں گزارتے ہیں اور خود کو بادی کہلواتے ہیں، اپنی عادتوں کو نہیں بدلتے، قرآن کے مفہم تبدیل کر کے خود پر چسپاں کرنے کی فکر میں رہتے ہیں، وہ یہ کیسے بھول جاتے ہیں کہ وہ جنت کے دروازے اپنے اوپر بند کر رہے ہیں۔ وہ غیر متوازن دماغی سانچوں سے اپنی پرستش کرواتے ہیں اور شریعت کے معاملے میں اپنی رائے کو سند کا درجہ دلانے کی کوشش کرتے ہیں۔ ایسے لوگ یقیناً گم کردہ راہ ہیں۔ کیونکہ شارع اسلام کی تمام زندگی ایسے لوگوں کے عمل و کردار سے مختلف رہی ہے کیا خاکم بدین نعوذ باللہ حضور صلعم خدا کے دین کو نہیں سمجھ سکے تھے؟ اور کیا اس دور کے نام نہاد صوفیاء اور دینی رہنما اخذ کردہ مطالب کو حقیقت قرار دے کر اور ان کی تبلیغ کر کے یہ مظاہرہ نہیں کرتے کہ نعوذ باللہ حضور صلعم کی نسبت دین کے معاملہ میں زیادہ زیرک ہیں؟ اس قسم کا تصور بھی ذہن میں لانا گمراہی ہے۔

اولیائے جہنگ

کلام پاک کی تشریح حضور صلعم کی سیرت منقذہ ہے اور شریعت کی تفسیر حضور اور آپ کے صحابہ و اہل بیت کرام ہیں۔ ایسی صورت میں ان مذہبی پیشواؤں کو جنہوں نے عبادت گاہوں کو اداروں کی صورت میں منظم کیا ہے، اپنا احتساب خود کرنا چاہئے۔

سیاسی ذہن کے حامل علماء جو تصوف اور معرفت کو ایفون قرار دے کر مسلمانوں کو محض ظاہری مسلمان بنانے پر تیلے ہوئے ہیں کیا وہ دین کی روح سے روگردانی کے مرتکب نہیں ہو رہے؟

وہ روحانی پیشوا جنہوں نے شریعت کی تمام ظاہری عبادتوں اور تصورات کو ترک کر کے خالقِ ہی نظام کی پناہ لے رکھی ہے، اور دنیاوی ذمہ داریوں کو ترک کر کے محض خلوت گزینی اور گوشہ نشینی کو ہی عین اسلام تصور کرتے ہیں، اسوہ حسنہ کی نفی میں مبتلا نہیں ہیں؟ ایسے نام نہاد صوفیاء، جو خود تارکِ شریعت ہیں اور اپنے معتقدین کو بھی ترکِ شریعت کی تعلیم دیتے ہیں وہ غلط راہ پر نہیں چل رہے؟ کیا ان کی ہزار قسم کی خرافات ان کے پیروکاروں کے دین و ایمان کی تخریب کا سبب نہیں ہے؟

اسلام دینِ انسانیت ہے اس میں ظاہر و باطن کی یکسانیت شرطِ اولین ہے، صرف باطن کے لئے ظاہری عبادات کو ترک کر دینا دین نہیں، اور نہ ہی ظاہری عبادات پر زور دے کر باطن کی اصلاح سے انماض برتنا دین ہے

اولیائے جہنگ

دین ظاہر و باطن ہر دو کی پاکیزگی و اصلاح کا متقاضی ہے۔
 راہ سلوک میں جو مشکلات مسافر کو پیش آتی ہیں ان سے ہر شخص
 عہدہ برآ نہیں ہو سکتا۔ اس کے لئے محنت و ریاضت شرط ہے۔ مجاہدہ کے بغیر
 نفسی جہاد کی تکمیل ممکن نہیں۔ جب تک انسان اپنی صلاحیتوں کو نہ آزمائے
 اس وقت تک مجاہدہ مکمل نہیں ہوتا۔ بعض قوتیں اللہ تعالیٰ کی قربت سے
 حاصل ہوتی ہیں اور بعض اس کے جسم و روح میں پیدائشی طور پر موجود ہوتی ہیں۔
 انسانیت کا وہ مقام بلند جہاں بندہ اور بندہ پروردگار کے درمیان حدود ختم ہو جاتی
 ہیں ولی اللہ کا مقام ہے۔ اور جہاں ولی اللہ کے مقام کا معراج ہے وہاں
 سے نبوت کا آغاز ہوتا ہے۔ اسی لئے حدیث میں آیا ہے کہ اُمتِ محمدیہ کے
 علماء کا درجہ نبی اسرائیل کے انبیاء کے برابر ہوگا، لیکن کوئی ولی اللہ خود کو
 نبوت کا مدعی نہیں بنا سکتا۔ یہ مثال محض مدرج کی نشان دہی کے لئے حدیث میں
 وارد ہے، ایک ولی کامل کو عبادت و ریاضت کے بعد منزل سلوک کی روشنی ملتی
 ہے، اس سفر میں ایسے مقامات بھی آتے ہیں جہاں انسان کے بھٹک جانے کا خطرہ
 ہر وقت لاحق رہتا ہے۔ لیکن جسے مولائے کائنات کی لگن ہو وہ اپنی مراد کو پا لیتا ہے
 اس منزل میں جذب و مستی کا مقام بھی آتا ہے جہاں انسان بعض اوقات خود وجودی
 سے بھی منکر نظر آتا ہے، اس سے گزر کر وہ انسانیت کی معراج تک پہنچ
 جاتا ہے۔

ادبائے جھنگ

میری دانست میں تصوف کو علاحدہ شعبہ زندگی یا طرز فکر قرار دینا بعض تاریخی مغالطوں پر مبنی ہے، جو لوگ تن من و حن سے خدا کی راہ میں کسی کام کے لئے اپنے آپ کو وقف کر دیں، انھیں لامحالہ اپنی دوسری مصروفیات اور ذمہ داریوں سے دست کش ہونا پڑتا ہے۔ وہ ہر قسم کے انتخاب و پسند سے دست بردار ہو جاتے ہیں۔ یہی وہ نازک مقام ہے جہاں سے عملی زندگی اور ترک دنیا کی سرحدیں بدل جاتی ہیں۔ یہیں سے تصوف میں رہبانیت کے جراثیم داخل ہوئے، حالانکہ اس وقت زندگی کی تمام آسائشوں سے آزادی وقت کا اہم ترین تقاضا تھی۔ کیونکہ تبلیغ دین کا کام ابتدائی مراحل میں تھا۔ مابعد بعض صوفیائے کرام اپنی روش سے ہٹ گئے اور شریعت و طریقت اور حقیقت کی ہم آہنگی اور کیانیت کے قائل نہ رہے۔ نتیجتاً تصوف کا زوال شروع ہو گیا، بلکہ مرد زمانہ کے ساتھ ساتھ اس میں مختلف مکاتیب و دبستان بنتے چلے گئے۔

جہاں تک فنِ تاریخ نویسی کا تعلق ہے، میں اس ضمن میں کوئی حتمی رائے پیش کرنے سے قاصر ہوں۔ کیونکہ میں خود کو اس منزل کا مبتدی سمجھتا ہوں۔ تاریخ کو صحیح خطوط پر منضبط کرنا میرے دائرہ علم و فکر سے بعید ہے۔ لیکن اپنے تجزیہ کے مطابق میرا خیال ہے کہ مستند مورخ کے لئے کثیر التعداد حکایتوں اور روایتوں کو صحیح اصول پر جانچنا، پرکھنا، درایت و اولیائے جھنگ

رجال کی کسوٹی پر تولنا بے حد مشکل ہے اگر کوئی مورخ اس مقصد و حید میں کامیاب ہو جائے تو پھر اس کے روبرو اس کا اپنا داخلی مزاج ہو گا جس سے منفر ممکن نہیں انسانی تاریخ ایک بجز بیکراں ہے، جس میں بہر گھڑی تلاطم برپا رہتا ہے، اور جہازوں کی نقل و حرکت کا صحیح اندازہ نہیں کر سکتا۔ بے شمار قصص و اساطیر کی جانچ پرکھ کے لئے مورخ کو جب کوئی واضح اور مٹھوس شہادت نہیں ملتی تو مجبوراً اسے اپنی قیاس آرائی اور معلومات سے کام لینا پڑتا ہے، جہاں مورخ کا داخلی مزاج متحرک نظر آتا ہے۔ ہزار قسم کے تعصبات و بے پاؤں نوک قلم پر آجاتے ہیں، ان میں شخصی، تعلیمی، جماعتی، اقتصادی، سیاسی، قومی اور مذہبی سب موجود ہوتے ہیں۔ تاریخ کی تدوین میں تین پہلو مورخ کے لئے فکر طلب ہوتے ہیں، اولاً کثیر التعداد روایات کو اپنے نظریات سے دور رکھ کر بے کم و کاست غیر جانب داری سے مرتب کر دینا، تاکہ وہ کسی نہج سے اس کی داخلیت کا شکار نہ ہونے پائیں۔

ثانیاً مورخ اپنے نظریات کے تحت مخالف و موافق روایات کو یک جا کرے اور کسی طرف جھکاؤ ظاہر نہ ہو۔

ثالثاً مورخ ہر روایت اور واقعہ کو اپنے داخلی مزاج کے مطابق سپردِ قلم کرے اور محض اپنے نظریات سے ہم آہنگ باتوں کو اہمیت دے، میں نے مسلسل کوشش کی ہے کہ تحریر میں میرے افکار داخل نہ ہونے

اویبائے جنگ

پائیں۔ البتہ جہاں زبانی روایات کا سہارا لینا پڑا ہے وہاں اس خیال کے تحت کہ جہاں
کثیر دُھواں ہو چنگاری ضرور موجود ہوتی ہے اپنے تیس سے بھی کام لیا ہے اور ان
روایتوں کو اپنے ذہن و فکر کے مطابق مرتب کیا ہے، کیونکہ کوئی مصنف اپنی کتاب کو
تمام رکھی، مقامی اور داخلی عناصر سے پاک نہیں کر سکتا اور نہ ایسی کتاب لکھ سکتا ہے
جو تجرید محض ہو۔

”تذکرہ اولیائے جھنگ“ تاریخ و تصون کے میدان میں میری
پہلی قلمی کاوش ہے ہو سکتا ہے مجھے کسی آئندہ اشاعت میں ترمیم و تیسخ اور اضافے
کی ضرورت محسوس ہو، اس لئے واقعات و روایات کی تحریر میں انتہائی غیر جانبداری
رہتی گئی ہے، صوفیائے کرام کے حالاتِ زیست حروفِ ابجد کی ترتیب کے لحاظ
سے سلسلہ وار مرتب کئے ہیں، تاکہ کسی ایک کی جستجو میں دقت پیش نہ آئے۔

یہ کتاب ”نقشِ اول“ ہونے کے باعث میری خام کاریوں کا مظہر ہوگی۔
قارئین گرامی قدر سے امید رکھتا ہوں کہ وہ میری کوتاہیوں سے مجھے آگاہ کرنے میں
بخل سے کام نہیں لیں گے تاکہ میں اپنی اصلاح کی تدبیر کر سکوں، یہ ایک طالبِ علم
کی استدعا ہے۔

مرا بہ سادہ دلی ہائے می تو اوں بخشید
خطا نمودہ ام و چشم آفریں دارم
ابتدائی صفحات میں ”جھنگ نما“ کے عنوان سے جھنگ کی علمی، سیاسی

اولیئے جھنگ

اور تہذیبی تاریخ کا ایک اجمالی خاکہ بھی شامل کتاب ہے، جس کی افادیت و اہمیت محتاج بیان نہیں۔ مجھے اُمید ہے کہ تذکرہ اولیائے جھنگ کے قارئین پس منظر سے واقفیت حاصل کرنا پسند فرمائیں گے۔ جھنگ کی سر زمین نے برصغیر کی تاریخ میں اہم کردار ادا کیا ہے لیکن بد قسمتی سے یہ خطہ ترقی یافتہ معاشرے کی نعمتوں سے آج تک محروم ہے اور بعض سیاسی وجوہ کی بناء پر اسے وہ مقام نہیں مل سکا، جس کا استحقاق تاریخ کی دُور سے ثابت ہے۔ جھنگ نما بہت سی تاریخی حقائق کا انکشاف کرنے کے ساتھ ساتھ عہدِ ماضی کے بہت سے مغالطوں کا ازالہ بھی کر دے گا، اس اعتبار سے یہ موضوع اہل جھنگ کی خصوصی توجہ کا طلب گار ہے۔ میرا خیال ہے کہ یہ تعارف حصول مقصد میں کامیاب رہے گا۔

والسلام

بِاللّٰہِ زُبیرِی

جھنگ صدر

اولیائے جھنگ

تعارف

یہ تقسیم سے پانچ سال پہلے کا ذکر ہے، سرزمین پاک و ہند "ہندوستان
 چھوڑ دو" کے ملک گیر نعروں سے گونج رہی تھی، حریت پسندوں نے برطانوی سامراج
 کی استعماری پالیسیوں اور مصلحت اندیشیوں سے متعدد بارزک اٹھا کر اپنی معاندانہ سرگرمیوں
 کا دائرہ کار انتہائی وسیع کر دیا تھا۔ تحریک آزادی ہند فیصلہ کن مراحل سے گزر رہی
 تھی، حکومتِ وقت ہندوستان کے باشندوں کے انتہا پسندانہ اقدامات سے بوکھلائی
 ہوئی تھی، کئی مقامات سے یونین جیک کے پھاڑنے، جلانے اور اہانت آمیز کارروائیوں
 کی خبریں آچکی تھیں۔ جھنگ کے عوام بھی جدوجہد آزادی میں اپنی تمام تر توانائیوں
 اور جرات آفرینیوں کا مظاہرہ کر رہے تھے۔ شہر میں محکم ہڑتال تھی۔ ٹرینوں کی

اولیائے جھنگ

آمدورفت کا نظام معطل ہو چکا تھا۔ داروگیر کے متعدد ہنگاموں کے باوجود عوام کا
بوش و خروش بڑھتا ہی جاتا تھا۔ چند سرکف نوجوانوں نے باہم صلاح و مشاورت
کر کے یونین جیک کی توہین کا پروگرام بنایا، بلاشبہ یہ گردن زدنی جرم تھا۔ لیکن
ایک نوجوان لڑکے نے یہ تمام ذمہ داری بخوشی قبول کر لی۔ وہ نادان لڑکا تحصیل جھنگ
کی قلعہ نما عمارت سے برطانوی سطوت کا نشان مٹانے کا عزم بالجزم لے کر تھانہ
صدر کی میٹھیاں عبور کرتا ہوا منزل مقصود کی طرف قدم پیا ہوا (خیال رہے کہ آج کل
کو تو والی پوسٹس کا دفتر سابقہ تھانہ صدر کی عمارت میں ہے یہ عمارت تحصیل کے عقب
میں واقع ہے) تحصیل کے صدر دروازے میں لہراتے ہوئے پرچم کو نچ کر
اُس نے نذر آتش کر دیا، معصومان حکومت کا مزاج سخت برہم تھا، لیکن وہ کم سن
لڑکا اپنے کام کی نوعیت و ماہیت سے نا آشنا اور اس کے نتائج و عواقب سے
بے خبر اپنے جذبہ حریت کی تسکین کا سامان بہم پہنچا رہا تھا۔ اچانک اسے چند
آدمی شبہ کی بناء پر تعاقب میں نظر آئے، راستہ مسدود تھا اور ماحول
خطرناک، اس نے تحصیل کی کم و بیش بائیس فٹ بلند دیوار سے بے دھڑک
پھلانگ لگا دی۔ اور بھاگ بھاگ موجودہ اسلامیہ ہائی سکول کی پرائمری
عمارت کے احاطے میں روپوش ہو گیا، اس عمارت میں ایک کنواں بنا ہوا تھا
جس میں کوئی دو فٹ نیچے یونہی پیریکھانے کی جگہ تھی۔ وہ وہیں دم سا دھکر
بیٹھ گیا، عمارت میں گاہ بگاہ اٹکاؤ کا آدمیوں کے قدموں کی چاپ سنائی دیتی

اولیائے جھنگ

دن تمام ہوا اور نضائے بسیط پر تاریکی مسلط ہو گئی، ایک طرف گرفتاری کا اندیشہ دوسری جانب پھیس فٹ کی گہرائی میں پانی اجل کا پیغام بر۔ معمولی سی لغزش یا اس لڑکے کو ہمیشہ کی نیند سلا دیتی، مگر وہ جواں ہمت لڑکا جو اس باختہ نہ ہوا۔

رات کے تقریباً دو بجے وہ کونوئیں سے باہر نکلی کر چھپتا چھپتا گھر پہنچ گیا، اس کے ایک پیر میں موج آگئی تھی، کئی دن تک گھر بند رہا۔ یونین جیک کی توہین کا واقعہ زبان زد عام تھا، ضلعی انتظامیہ سخت پریشان تھی، پولیس نے مقدمہ درج کر لیا اور کانگریس کے مقامی عہدیداروں کی گرفتاریاں شروع ہو گئیں۔

”یہ طفل گریزا“ جو اخباری دنیا میں بلال زبیری کے نام سے معروف

ہے اس وقت بمشکل پندرہ سال کا تھا،

اس وقت اس کا سیاسی شعور اس کے بہت سے ہم عمروں کے لئے غیر معمولی طور پر قابل تقلید تھا، ہماری آج سے ربع صدی پیشتر کی معاشرتی زندگی میں اس سن و سال کے لڑکے کی عملی سیاست میں دلچسپی اور فعال شرکت بلا مبالغہ باعث رشک اور حیرت انگیز ہے جس کی نظیر ہمارے جذبہ حریت کی تاریخ کے سوا کہیں نہیں مل سکتی۔

بلال کا بچپن انتہائی نامساعد حالات سے نبرد آزمانی میں بسر ہوا

اس کے دادا غلام محمد اعوان مرحوم اپنے عہد کے ممتاز علمائے دین میں شمار ہوتے تھے، حافظ قرآن ہونے کے ساتھ حدیث و فقہ پر بھی عبور رکھتے تھے

اویس جھنگ

انہوں نے اسلامی تعلیمات کی ترویج و اشاعت کے خیال سے ایک دینی لائبریری بھی قائم کی تھی جس سے ہزاروں لوگوں نے استفادہ کیا۔ آج بھی اس لائبریری میں نایاب کتابیں کثیر تعداد میں موجود ہیں۔ مرحوم عن سلام محمد ضلع جھنگ کی تاریخ میں پہلے صحافی تھے جنہوں نے ۱۹۱۵ء سے ۱۹۲۶ء تک واحد قیدی ہفت روزہ "المنبر" کی ادارت کے فرائض سرانجام دئے، اور تحریک خلافت کی حمایت میں مدلل مضامین لکھ کر مقامی باشندوں کو ملکی سیاست کے نشیب و فراز سے متعارف کیا۔ ان کی وفات ۱۹۳۱ء میں ہوئی، بلال کی پیدائش ستمبر ۱۹۲۶ء کا واقعہ ہے، گھریلو ماحول دنیاوی تعلیم کے خلاف پایا۔ نتیجتاً کوئی فرد پر امری سے آگے نہ جاسکا اور بلال نے تو پر امری بھی پاس نہ کی، اسے ابتدا ہی سے دگرگوں حالات کا شکار ہونا پڑا۔ جب اس کی عمر بھی مراحل حیات کی کشمکش سے واقف ہونے کے قابل ہی نہ تھی، اسے پیٹ کاؤنرخ بھرنے کے لئے محنت و مزدوری کا سہارا لینا پڑا۔ سیاسی صحافتی اور مذہبی دلچسپی وراثت میں ملی تھی، واجبی سا شعور تھا۔ ملکی حالات سے باخبر رہنے کا شوق تھا، صورت حال نے سیاست کے میدان میں قدم جانے کی ترغیب دی۔ اسی دوران مطالعہ کا ذوق پیدا ہوا، یہ وہ دور تھا جب زمیں سندان پرتاب، ملاپ وغیرہ اخبارات مقامی لائبریریوں میں آنے لگے، بلال نے ان کا مطالعہ شروع کر دیا، بقول شخصے ابتدا میں حروف جوڑ کر پڑھے جاتے،

اولیئے جھنگ



بلال زبیری

بچے یاد کئے جاتے۔ برہیلے ملاقاتی سے معافی و مطالب پوچھے جاتے، ابتدائے کار
 میں یقینی امر بے بڑی دشواری پیش آئی ہوگی، تاہم مسلسل محنت اور لگن سے
 موصوف پانچ چھ بعد اخبار روانی سے پڑھنے کے قابل ہو گئے، اس کے بعد سہرا
 دور آیا۔ اخبار پڑھ کر سیاسی نشیب و فراز پر احباب کی محفل میں اپنی علمی
 استعداد کے مطابق تنقید و تبصرہ کرنا ان کا روزمرہ کا معمول بن گیا۔ بعض
 اوقات ایسا بھی ہوتا کہ لفظ کی صحیح ادائیگی نہ ہونے پر کافی خفت
 اٹھانی پڑتی، کئی سال تک بلال زبیری، نواب ممدوٹ کو
 ممدوٹ پڑھتے رہے، آہستہ آہستہ مشق و مزاولت اور اصلاح نے
 عقل و شعور اور فہم و ادراک کی گروہیں کھول دیں اور یہ دشوار گزار مراحل بھی
 انجام کار طے پا گئے۔ تیسرے دور کا آغاز انشاء پر داری کے جنون سے ہوا۔
 خبروں کو تختہ مشق بنانے کی بنیاد اسی زمانے میں پڑی۔ حسب سابق اخبار
 سامنے رکھ کر خبروں میں اپنی طرف سے ترمیم و اضافہ کیا جاتا، سربراہ کاغذ کا
 پرزہ نظر آجاتا تو اسے مولانا حالی کے بقول گم شدہ مال سمجھ کر فوراً اپنی
 جیب میں رکھ لیتے، رات کے دو دو بجے تک اخبارات اور متفرق رسائل
 و جرائد کا مطالعہ جاری رہتا، نئے الفاظ اور ان کے معانی نوٹ کئے جاتے
 دو سال کی ریاضت اور جدوجہد کے بعد از خود لکھنے کی صلاحیت پیدا ہو گئی۔
 انشاء کی مشق کے لئے انھوں نے دوستوں کو بلا وجہ لمبے لمبے خطوط لکھے۔

اولیائے جہنگ

بعض اوقات مختلف موضوعات پر طبع آزمائی ہوتی، قواعد زبان کے اعتبار سے گاہ گاہ عجیب و غریب غلطیوں کا ارتکاب کرتے تھے، ان کی ابتدائی تخریض کا نمونہ دستیاب نہیں ہو سکا۔ ورنہ قارئین کی ضیافتِ طبع کے لئے اچھا خاصا مواد فراہم ہو جاتا، مضمون نگاری کے چناب میں غوطہ زنی کرتے ہوئے ایک بار عشق کے سیلاب میں بہہ گئے۔ عنفوانِ شباب تھا، طبیعت زوروں پر تھی۔ اپنی ناکام اُمنگوں اور آرزوؤں کی تسکین کے لئے رومانی نوعیت کے مکاتیب لکھنے شروع کر دیئے جن کی تعداد بیان سے باہر ہے اسی اثناء میں پندت سدرشن کا ایک افسانہ پڑھنے کا اتفاق ہوا، اس میں پیسے دلی جذبات کی عکاسی دیکھ کر افسانہ نویسی کی طرف مائل ہوئے۔ ناآسودہ احساسات کو ایک 'OUTLET' دیکھ کر تھا ۱۹۴۵ء سے باقاعدہ افسانہ نگار بن گئے، خوش قسمتی سے ہندو وار چھپڑا، اجالا، لاہور حریت (دہلی)، وغیرہ نے حوصلہ افزائی کی، یہاں تک کہ شروع کیا تو پر بھات، اجیت، آزاد اور انقلاب جیسے روزناموں میں نام شائع ہونے لگا۔ اخبارات و رسائل کے اطمینان بخش رد عمل نے بلال بیری کو میاری انشا پرداز بنایا، بعض مدیران معاصر کی خصوصی توجہ سے عمر بھر کے لئے صحافت کا دامن تھما گئی اور وہ ۱۹۴۵ء سے ہی باقاعدہ ہ خبر نگار بن گئے۔ عروسِ صحافت سے ہم کنار ہونے کے بعد شاید ہی کسی کم کجبت نے علاحدگی اختیار کی ہو۔ نتیجہ یہ نکلا کہ بلال صاحب آج تک ایک صحافی

اولیائے جھنگ

کی حیثیت سے کام کر رہے ہیں، ۱۹۴۷ء تک تخریبِ آزادی اور تخریبِ پاکستان کے عظیم رستاخواروں کو قریب سے دیکھنے اور ان کی مجالس میں شرکت کا شرف حاصل رہا۔ ان میں مولانا ابوالکلام آزاد، مولانا حسین احمد مدنی، مفتی کفایت اللہ، مولانا حبیب الرحمن، مولانا سید عطاء اللہ بخاری (امیر شریعت)، ڈاکٹر سیف الدین کچلو، منشی احمد دین، پنڈت جواہر لال نہرو، مولانا ظفر علی خان، نواب زاوہ لیاقت علی خان، سردار عبدالرب نشترا، چوہدری فضل حق، نواب افتخار حسین مدروت اور شوکش کا شمیری خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں۔

بلال صاحب قیامِ پاکستان سے پہلے مجلس احرار کے سرگرم رکن تھے اور اس کی کانفرنسوں میں شرکت کی غرض سے برصغیر کے مختلف علاقوں میں جاتے رہتے تھے، ۱۹۴۷ء کے بعد وہ اپنی سیاسی زندگی سے کنارہ کش ہو گئے۔ البتہ ان شخصیتوں سے جنہوں نے پاکستان میں سکونت اختیار کی، برابر دوستانہ مراسم استوار رہے۔ حضرت امیر شریعت کے افکار اور تعلیمات نے آپ کے ذہن کو بے حد متاثر کیا۔ ان کی عملی زندگی بھی حضرت امیر شریعت کی طرزِ زیست کا نقشِ ثانی ہے، اپنے نظریات کے اعتبار سے بلال زبیری انسانیت دوست اور جمہور پسند کردار کا مالک ہے، اس کی زندگی کے بہت سے واقعات ایسے ہیں جن پر کوئی شخص

اولیائے جہنگ

فی زمانہ یقین نہیں کر سکتا، لیکن جو لوگ انسانی زندگی کی اہمیت و قیمت سے واقف ہیں، ان کے لئے یہ ناقابل تردید شواہد ہیں۔ عصر حاضر میں ایسے خوش نصیب کم ہی ہوں گے جنہیں انسان کہا جا سکتا ہے اور جو بنیادی طور پر انسان ہی کہلانے کے مستحق ہیں، بلال ان میں سے ایک ہے، اسی خیال کے تحت اکثر لوگ اس کے مذہب اور لاندہیت کے مابین یک گونہ مماثلت کے قائل ہو کر مغالطوں میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ اس کا ذہن حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کے بعد تاریخ اسلام کی دو شخصیتوں سے بہت متاثر ہے، ایک تو حضرت امام زین العابدینؑ اور دوم

حضرت ابو ذر غفاریؓ سے اس کا فلسفہ زلیست ان ہی دو بزرگوں کی سیرت و تعلیمات سے عبارت ہے۔ ان کے علاوہ اس کو کوئی شخصیت سحر نہ کر سکی۔

یہی سبب ہے کہ اس کی زندگی میں جب کبھی نازک مقامات آتے وہ ان سے نہایت حسن سے عہدہ برآ ہوا۔ آزمائش کے لمحات میں اس کا کردار ہمیشہ معیار انسانیت پر پورا اُترا۔ بعض اوقات ایسا بھی ہوا ہے کہ اس نے اپنی ضرورت کی ہر چیز کسی دوسرے ضرورت مند کے حوالے کر دی۔ اور روح پرور ایشیا ر کی قابل تقلید مثال پیش کی میرے ذہن میں اس کی زندگی کے بعض واقعات یاد نگار کی صورت میں محفوظ ہیں، ایک بار اسے ایک ضعیفہ کی بے کسی کا حال معلوم ہوا جس کے پاس موسم سرما سے اپنے اور اپنے معصوم نواسوں

اورب نے چنک

کے بچاؤ کے لئے کوئی کپڑا نہیں تھا، بلال نے فوراً اپنا کبیل اتار کر اسے دے دیا اور گھرا کر اپنا لحاف بھی اسے دے آئے اور خود پورا موسم ذہنی تسکین کے سہارے بسر کیا۔ سچ ہے ع، کون ہوتا ہے حریف مے مردانگن عشق

۱۹۴۶ء میں سیاسیات سے دست کش ہونے کے بعد بلال نے

اپنی توجہات کا خصوصی ہدف سماجی اور معاشرتی بہبود کے کاموں کو قرار دیا۔ تقسیم کے فوراً بعد مہاجرین کی آباد کاری کا مسئلہ انتہائی پریشان کن اور سنگین نوعیت کا حامل تھا، اس نے ہاجر کیمپوں کی نگہداشت اور زخمیوں کے علاج معالجہ کی تمام ذمہ داری خود قبول کر لی۔ اور اپنے تئیں مہاجرین کی خدمت کے لئے وقف کر دیا۔ شب و روز ان کی آسائش اور دیکھ بھال میں گزارے اور اس کے پہلو پہ پہلو اس نے ایک ”انجمن روزگار“ کی بنیاد رکھی۔ اپنے مقامی دوستوں سے قریباً پانچ ہزار روپیہ حاصل کیا، اور ہاجروں کو انفرادی قرضے جاری کئے، تاکہ وہ معاشی طور پر خود کفیل ہو سکیں۔ طریق کار یہ تھا کہ اگر ایک شخص کو پچاس روپے دئے جاتے تو ہفتہ عشرہ بعد اس سے آٹھ آنے یومیہ کے حساب سے وصولی شروع کر دی جاتی۔ تاکہ ان پر ادائیگی بار نہ ہو ایک طرف سے قرضہ واپس ہوتا تو کسی دوسرے حاجت مند کو دے دیا جاتا۔

الغرض پانچ ہزار کے سرمایے سے سینکڑوں مفلوک الحال ہار روزگار ہو گئے، ان میں سے بعض اصحاب جھنگ میں موجود ہیں۔ اور صاحب ثروت ہیں، جن کا کاروبار

لویانے جھنگ

لاکھوں تک بھیل گیا ہے۔ مگر بلال صاحب کا اپنا سال یہ ہے کہ صبح کھاتے ہیں تو شام کا معاملہ خدا کے سپرد ہوتا ہے۔ میں نے اکثر انھیں کہتے سنا ہے کہ "مجھے اس کا کوئی افسوس نہیں بلکہ میرا ضمیر مطمئن ہے، مجھے قلبی سکون حاصل ہے اور میرا ایمان ہے کہ جو شخص خواہشات کے دائرے کو بساط سے بڑھ کر وسیع کرتا ہے وہ حصولِ تر کے لئے لازمی طور پر غیر قانونی اور غیر اخلاقی ذرائع اختیار کرنے پر مجبور ہو جاتا ہے۔ میری نظروں میں بے شمار چیرا سی، جو کیدار اور جو نیر کلرک، میں جنھوں نے اراضی خرید لی، بیوب ویل لگائے، کاروں کے مالک بن گئے۔ لاکھوں روپے کی جائیداد خرید لی۔" لیکن میرا دوست بلال زبیری اپنی قدیم حیثیت پر قانع ہے، اس کی وضع داری رکھ رکھاؤ اور چہن میں کوئی فرق محسوس نہیں ہوتا، اس کا دامن جدید سوسائٹی کی تمام آلائشوں سے پاک ہے۔ اور وہ اپنی تمام عمر اسی طرح کاٹ دینا چاہتا ہے۔ نہ اُسے ستائش کی تمنا ہے نہ صلے کی پروا، وہ راتوں رات دولت مند بن جانے کے خواب نہیں دیکھتا، حالانکہ اس کے ذرائع لا محدود ہیں۔ اگر چاہے تو دیکھتے ہی دیکھتے وہ دنیا کی ہر نعمت اپنے لئے حاصل کر سکتا ہے۔ زندگی کو حقیقی اور متوازن ہی ہونا چاہئے۔ اس کی برتری اور فوقیت مسلم ہے، ذاتی اعزازات اور مفاد کے مقابلے میں انصاف، خدمتِ خلق اور مفادِ مطلق کو ترجیح دینا

اولیائے جہنگ

ایک عام آدمی کے بس کاروگ نہیں بقول ایمرسن :-

قدیم کو جدید اور جدید کو قدیم بنا دینے والا
دیوان لوگوں میں سے نمودار نہیں ہوتا جن پر تعلیمی
نظاموں نے کسی تہذیب کی چھاپ لگا دی ہو
بلکہ یہ ناتراشیدہ اور غیر مہذب فطرت سے
ہی نمودار ہوا کرتا ہے۔“

بات کہیں سے کہیں چلی گئی میں بلال زبیری کے معاشرتی بہبود
کے کاموں کا ذکر کر رہا تھا، ۱۹۴۸ء اور ۱۹۵۰ء میں سیلاب نے ضلع
جھنگ میں بڑی تباہی مچائی، شہری اور دیہی آبادی کا کثیر حصہ متاثر
ہوا، بلال کے ایماء پر اس کے دوستوں نے بیس افراد پر مشتمل ایک
کمیٹی بنائی، تاکہ نقصانات کا سرسری جائزہ لینے کے بعد متاثرہ افراد
کی بحالی کے لئے سرما کی آمد سے قبل کم از کم ایک کمرہ ضرور تعمیر کر دیا
جائے۔ سینکڑوں آفت زدہ لوگ سرچھپانے کے لئے جگہ کے متلاشی
کیٹی نے فیصلہ کیا کہ ایسے سو آدمی پیدا کئے جائیں جو ہفتے میں ایک دن
اس کام کے لئے وقف کریں۔ فہرست تیار ہوئی، بلال نے سو دوستوں
کے نام لکھے۔ ان میں صرف تیرہ آدمیوں نے وقت دینے کی بجائے
اُجرت ادا کرنے کی اجازت مانگی۔ بلال نے اپنی گھر بلوڈ مٹرواریوں

اولیئے جھنگ

کو پس پشت ڈال کر ایک ماہ اٹھارہ دن میں ۲۵۶ کمرے بنوائے، مختصراً
اس کی مساعی جمید نے آبادی کے ایک ہم تقاضے کو پورا کر دیا۔ بعض صحابہ
نے ایسے امور کی انجام دہی پر اس کو طنز و تضحیک کا نشانہ بھی بنایا، لیکن
اس کے قدم ڈمکائے نہیں۔ اور وہ ہمیشہ دوسروں کی فلاح و بہبود
کے لئے کوشاں رہا۔

بلال کی صحافتی زندگی میں بعض نازک مراحل بھی آئے
بعض سیاسی اکابرین سے نوک جھونک بھی رہی، لیکن اس نے صحافتی
ضابطہ اخلاق کو ہمیشہ ملحوظ خاطر رکھا اور دیدہ و دانستہ کسی کی پگڑی
اُچھالنے سے ہمیشہ احتراز کیا۔ یہی وجہ ہے کہ بیس سال سے اخبار نویسی
پر ہی گزر بسر ہو رہی ہے۔ اس طویل عرصے میں متعدد مخالفین نے اس
کے راستے میں بلاوجہ رکاوٹیں پیدا کرنے کی کوشش کی۔ لیکن اپنے مذہب
ارادوں میں ناکام رہے، بعض اپنے کئے کی سزا بھگت رہے ہیں۔

ضلع جھنگ میں بہت سی علمی و ادبی انجمنوں کی سربراہی
کے فرائض بلال نے انجام دئے ہیں۔ بعض انجمنیں خود قائم کیں، لیکن
کسی مقام پر اپنے عمل و کردار کو داغ دار نہیں ہونے دیا۔
اور نہ ہی کبھی دوستوں کی رائے پر اپنی رائے کو فوقیت دی۔
بعض مواقع پر اختلافات بھی پیدا ہوئے، لیکن دوستانہ ماحول میں۔

اولیائے جھنگ

بقول شخصے دوست و احباب ہی اس کا سہارا ہیں، ڈکھڑکھ میں شریک اور نخلص، تکبر، غرور، کینہ، حسد، بغض اس کی طبیعت میں نام کو نہیں، یہی وجہ ہے کہ وہ دنیا دار لوگوں کی مجلس سے گریزاں ہو جاتا ہے،

بلالے کی تخلیقات و نگارشات میں کم و بیش ایک سو افسانے، بعض اہم موضوعات پر مضامین، تین ناول اور ایک سوانحی خاکہ شامل ہیں۔ تذکرہ اولیائے جہنگ اس کی ایک اہم تصنیف ہے۔ جس کی طباعت و اشاعت کا انتظام راقم السطور نے اپنے ادارے میں کیا ہے۔ اور یہ چند حروف بطور تعارف لکھنے کی ضرورت بھی اسی لئے پیش آئی جب مجھے اس کتاب کا مسودہ ملا اور میں نے اس کا جائزہ لیا تو مجھے مصنف کے حالات زندگی کی شمولیت بھی ناگزیر محسوس ہوئی۔ بلال صاحب میرے خیال سے متفق نہیں تھے، تاہم میرے اصرار پر انھیں مجبور ہونا پڑا۔ مجھے خوشی ہے کہ میں یہ کتاب چھاپ کر سرخروئی حاصل کر رہا ہوں، بلال صاحب نے اس کتاب میں جہنگ کے صوفیاء کے حالات قلم بند کئے ہیں، جو ان کی آٹھ سالہ تحقیقات کا نتیجہ ہیں، کتاب کی ترتیب و تدوین میں بلاشبہ انھوں نے بڑی محنت اور خلوص سے کام لیا ہے مانی ہیر کے بارے میں ان کا مضمون فکر انگیز اور غور طلب ہے، مجھے یقین ہے کہ ان کی طرف بین طبیعت نے صحیح حالات اخذ کئے ہیں، تاہم محققین ہی اس کے متعلق کوئی حتمی رائے قائم کر سکتے ہیں، شاید ہیر اور آنجھا

اولیائے جہنگ

کے معاشقہ کے زبان زد عام واقعات سید محمد وارث شاہ ہی کی ذہنی اہج کا
نتیجہ ہوں اور یہ کتاب ان کی اصل حقیقت واضح کر کے صدیوں کے مغالطے دور
کرنے میں کامیابی سے ہم کنار ہو سکے۔ بلال نے ۱۲۰، اولیائے عظام کے حالات
لکھے ہیں، اور ولی ما ولی می شناسد کے مصداق ان کو بھی نیم ولی ضرور قرار
دینا چاہئے۔ اس لحاظ سے بھی ان کا تذکرہ یہاں مناسب ہے، البتہ میں
تسلیم کرتا ہوں کہ ان کی زندگی کی صحیح عکاسی اور تصویر کشی میری استعداد سے
باہر ہے، اگر بلال ابھی تک اپنی کم مائیگی کے احساس کا شکار ہے (جس میں
اب کس نفسی زیادہ ہے تہی مائیگی کم) تو بقول میرزا غالب ع۔
ہم کہاں کے دانا تھے کس ہنر میں یکتا تھے

قطع نظر اس کے کہ بلال صاحب ایک باریاسی جرم میں جیل
بھی جا چکے ہیں اور قید و بند کی صعوبتوں سے آشنائی کا اعزاز رکھتے ہیں، غنی
کاشمیری کا ایک شعر ان کی زندگی کا بھرپور عکاس ہے۔
پچھ سو زن دائم از پوشش گریز ایم ما
جامہ بہر خلق می دوزیم و عریا نیم ما

محمد اکرم

لاہور

۱۲-۳-۱۹۶۸ء

اولیائے جہنگ

جھنگ نما

تاریخی پس منظر

جھنگ کی مردم خیز اور عہد آفرین سرزمین زمانہ قبل از تاریخ سے ہی پنجاب مرحوم کے جغرافیہ میں تاریخ ساز اہمیت کی حامل رہی ہے یہ اپنے دیس کے بارے میں میر احسن ظن نہیں، بلکہ ایک نمایاں تر صداقت کا اظہار و اعادہ ہے، جس کی تائید نقشہ معربی پاکستان سے بھی ہوتی ہے جھنگ کی مرکزیت برصغیر کے سیاسی، سماجی اور معاشی ماحول کی تشکیل و تعمیر میں نہایت اہم اور موثر کردار انجام دیا ہے جس پر اب سیل و نہار کی لاکھوں گردشیں گرد و غبار کی تہہ جما چکی ہیں،

اولیائے جھنگ

ادائل شہور سے ہی میری خواہش تھی کہ میں جھنگ کی تاریخ پر ایک مبسوط اور جامع کتاب لکھوں، اور اس مقصد کے پیش نظر میں نے کافی محنت و جانفشانی کے بعد ضلع کی قدیم سیاسی، تہذیبی، علمی اور ثقافتی زندگی کے بارے میں خاصا مواد جمع کر لیا، لیکن اس کا ایک کتاب میں احاطہ امر محال نظر آیا ایک سے زائد جلدوں میں تاریخ جھنگ کی طباعت و اشاعت میری استطاعت سے باہر تھی، لہذا میں نے ارادہ ملتوی کر دیا، البتہ معلومات کا وسیع ذخیرہ جو میری کئی سالہ جدوجہد کا ثمرہ تھا میں نے محفوظ کر لیا۔ تذکرہ اولیائے جھنگ کی اشاعت کا مرحلہ آنے پر مجھے مناسب معلوم ہوا کہ جس سرزمین کے صوفیاء کا تذکرہ کتاب کا موضوع ہے اس کا ایک تاریخی خاکہ بھی شامل کتاب ہونا چاہئے، نتیجتاً میں نے جھنگ کا مختصر سیاسی، تہذیبی اور علمی جائزہ قلم بند کیا، تاکہ اسے تعارف کا درجہ مل سکے اور اصل موضوع پر کوئی بوجھ نہ پڑے۔

تاریخ ایک ایسا فن ہے جس سے مختلف واقعات کی کڑیاں از خود ملتی اور مربوط ہوتی چلی جاتی ہیں، مورخین محض واقعات کی تحریر پر اکتفا کرتے ہیں، لیکن آئندہ نسلوں کے لئے یہ واقعات انکشاف کی حیثیت اختیار کر لیتے ہیں، مثال کے طور پر اگر میں یہ کہوں کہ سلطان حیدر علی فاتح میسور اور سلطان فتح علی ٹیپو شہید کی رگوں میں سرزمین جھنگ کا خون دوڑ رہا تھا تو لوگ

اولیائے جھنگ

اسے محض ایک تاریخی انکشاف کا نام دیں گے اور بس۔ تاریخی موضوعات سے ہماری دلچسپی رفتہ رفتہ عنقا ہوتی جا رہی ہے۔ کیونکہ ہم ایک عبوری اور بحرانی دور سے گزر رہے ہیں، ٹھوس موضوعات پر کتابوں کی اشاعت مسدود ہو چکی ہے، گھٹیا ادب اور سنسنی خیز رومانی و جاسوسی ناول معاشرے میں نفوذ حاصل کر چکے ہیں، اس کے علاوہ بد قسمتی سے جھنگ بعض سیاسی وجوہ کی بنا پر تاریخی عظمتوں کا وارث ہونے کے باوجود صحیح خطوط پر متعارف نہیں ہو سکا، حالانکہ ہر حکومت کے بنانے اور بگاڑنے میں اہل جھنگ نے ہمیشہ نمایاں حصہ لیا ہے، رضیہ سلطانہ کوتاہج و تخت پر جھنگ کے ایک سردار نے متمکن کیا، وہ خلیجیوں، غوریوں اور غزنویوں کا دست راست رہے۔ مغلوں کا مقابلہ بھی کیا اور حمایت بھی۔ سکھوں کی شورش کو دبایا اور ان سے معاہدے بھی کئے۔ برطانوی سامراج کی اعانت بھی کی، اور اس کے خلاف منظم بغاوت بھی، بلاشبہ اس خطے نے ہر دور میں اور ہر تحریک میں، نمایاں حصہ لیا ہے۔ تاریخ کے صفحات اہل جھنگ کے علمی کارناموں، جانفشانیوں اور قربانیوں سے بھر پڑے ہیں۔ دراصل ایک غلطی مورخین سے بھی متواتر سرزد ہوئی ہے جس کا خمیازہ اہل جھنگ کو بھگتنا پڑا ہے، انہوں نے جھنگ کے تمام واقعات کو صوبہ ملتان یا صوبہ لاہور کے مجموعی حالات میں گڑبگڑ کر دیا ہے۔

اویانے جھنگ

وابستہ علاقوں کا ذکر محض ضمناً اور سرسری طور پر کیا گیا، نتیجتاً جھنگ کے اکثر واقعات لاہور اور ملتان کے کھاتوں میں درج ہوتے رہے، ایک لحاظ سے مورخین کا متوقف بھی درست تھا، کیونکہ جھنگ لوہیوں، مغلوں اور سکھوں کے عہد حکومت کے سوا کبھی صوبہ نہیں رہا علاوہ انہیں ہمارے تاریخی تصور میں عوام پر طبقہ شاہان کو ہمیشہ فوقیت حاصل رہی ہے۔ اس لئے صوبوں کو بھی علاقوں کی نسبت اولیت دی گئی۔ تاہم بعض مورخین نے جن میں بلاذری، مسعودی، فرشتہ، قراطی، حمید اللہ اور ابن بطوطہ شامل ہیں، جھنگ کا خصوصیت سے ذکر کیا ہے۔

جھنگ کے نام کے بارے میں ابتدائیہ وضاحت ضروری ہے، کہ اس نام کا شہر مختلف ادوار میں بنا اور اجڑا۔ اس کے بسانے میں ہمیشہ غیر ملکی افواج کا دخل رہا کیونکہ جھنگ مغربی پاکستان کے قلب میں واقع ہے۔ اس لئے غیر ملکی حملہ آوروں نے جو عموماً ایران و افغانستان کی طرف سے آتے تھے، اسی علاقے میں چھاؤنیاں رکھیں۔ قدیم سنسکرت زمانے سے ہی لاہور، براستہ جھنگ و درہ خیبر، درہ گول اور درہ بولان سے ملا ہوا تھا، یہ سڑک بڑی کشادہ تھی، اور حملہ آوروں کی آمد و رفت اسے ضرورت کے مطابق کشادہ بناتی رہتی تھی، یہ تصور کر لیں کہ جھنگ خجنگی سے بگڑا ہوا ہے محض سطحی بات ہے۔

اولیائے جھنگ

مشہور چینی سیاح ہیون سانگ ۶۴۱ء میں ہندوستان کے مختلف علاقوں کی سیر و سیاحت کرتا ہوا اس سال کے موسم گرما میں جھنگ آیا تھا، وہ یہاں سے بھکر جانے کا متمنی تھا، لیکن ترمیو کے مقام پر جہلم اور چناب نہر دست طغیانی کی آماجگاہ تھے، کشتی رانی کا سلسلہ بند تھا مجبوراً اُسے ترمیو گھاٹ پر قیام کرنا پڑا۔ اپنے سفر نامے میں ترمیو گھاٹ کا محل وقوع اور زمینوں کی زرخیزی کا ذکر کرنے کے بعد اس نے اس مقام کا نام جہانگ لکھا ہے، یہ علاقہ اس وقت چندر گپت نامی ایک فرد کی عملداری میں تھا، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جھنگ یا اس کی کوئی بدلی ہوئی صورت زمانہ قبل از تاریخ سے ہی مشہور تھی، جہانگ لفظ ممکن ہے چینی زبان کے اثر سے بگڑ کر جھنگ بن گیا ہو، قیاس کہتا ہے کہ اس نام کا شہر راون اور رام کے عہد میں بھی موجود تھا، کیونکہ ہندوؤں کے اتہاس اور پرانوں میں اس کا ذکر ملتا ہے۔ ایک جگہ جہاں سرتے سدھو کے پاس رام اور سیتا کے دریائے راوی میں نہانے کا واقعہ پرانوں میں درج ہے، اس کے ساتھ یہ بھی ایک فقرہ موجود ہے کہ راوی سے بیس کوس پر جہانگ کی گرمی ہے۔ اس کے علاوہ بعض یونانی مؤرخین نے سکندر اعظم کے حملہ ملتان اور شورکوٹ کے تفصیلی ذکر میں جہانگ کا بھی ضمیماً تذکرہ کیا ہے۔ اور لکھا ہے کہ سکندر کا مقابلہ کرنے کے لئے جہانگ کا ایک جنگ جو قبیلہ ”مل“ مسلح... ہو کر آیا تھا، مل قبیلے کے لوگ بڑے بہادر تھے، سکندر ان کے اچانک حملے کی تاب نہ لاسکا ”مل قبیلے کے بارے میں

ادبیات جھنگ

دو روایتیں ہیں، ایک تو یہ کہ مل راجپوتوں کی ایک گوت ہے جس نے ملتان آباد کیا تھا، جو ابتدا میں مل استھان تھا، بعد میں ملتان ہوا۔

دوسری روایت کے مطابق یہ قوم مل نہیں بلکہ موہل ہے، جو اب بھی موجود ہے۔ آثار و قرائن سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ یہ موہل قوم تھی جس کی سکونت تریپوگھاٹ کے نواح میں تھی۔ اور یہیں سے وہ شورکوٹ گئی ہوگی۔ دوسری روایت کی تائید البیرونی کے ایک بیان سے بھی ہوتی ہے۔ محمد بن قاسم کے حملے کے ضمن میں البیرونی نے اس قوم کا ذکر شورکوٹ سے ادھر کیا ہے۔

مہا بھارت کی عظیم جنگ جو تقریباً پانچ ہزار سال قبل کوروا اور پانڈو قبیلوں میں برپا ہوئی تھی اس میں جھنگ کے تین قصبات کا ذکر آتا ہے، جہاں پرسکرت کی تین مذہبی درس گاہیں ملکانہ، واصوا اور اجہن اس جنگ میں تباہ ہوئی تھیں، ملکانہ قصبہ اب بھی تحصیل جھنگ میں اسی نام سے آباد ہے قصبہ واسو بھی آباد ہے، البتہ اجہن کے بارے میں صرف اس قدر نشان دہی ہو سکی ہے کہ یہ موجودہ قصبہ چنیوٹ کا نام تھا، یہ قصبہ دریائے چناب کے اس طرف جہاں اب قادیانی جماعت کا مرکز رپوہ آباد ہے، موجود تھا، بعد میں جب رانی چندرن نے اس علاقے کی حکومت پر قبضہ کیا تو اس نے دریا کی دوسری جانب اپنے نام سے نیا شہر چندرنوٹ بسایا جو اب چنیوٹ کے نام سے موجود ہے۔

اولیائے جھنگ

۳۲۶ ق.م تک جھنگ کا تمام علاقہ چندرگپت خاندان کی حکومت کا حصہ تھا، اسی خاندان کے ایک دریا دل اور باہمت راجہ شونے شورکوٹ کا قلعہ تعمیر کروایا تھا، اسی کے نام پر یہ علاقہ بعد میں شورکوٹ کے نام سے مشہور ہو گیا، ایک روایت یہ بھی ہے کہ یہ قصبہ شوری قوم نے آباد کیا تھا، مگر اس کی تائید نہیں ملتی۔

۳۲۵ ق.م میں سکندر اعظم نے ملتان پر حملہ کیا۔ فتح ملتان کے بعد اس کی فوجیں دریائے چناب کے ساتھ ساتھ شورکوٹ کی طرف بڑھتی چلی گئیں، اور ۳۲۴ ق.م میں شورکوٹ شہر فتح ہو گیا، قلعہ کا زبردست محاصرہ کیا گیا۔ جو تین ماہ تک جاری رہا، ممکن تھا کہ قلعہ تسخیر کر لیا جاتا، لیکن کاٹھیہ اور موہل سرداروں نے مل کر سکندر کا مقابلہ کیا، ایک ماہ تک دونوں طرف سے آتشیں اسلحہ استعمال ہوتا رہا، بالآخر سکندر نے قلعہ کی تسخیر کا ارادہ ترک کر کے اسے برباد کرنے کا فیصلہ کر لیا، اور ایک زبردست حملہ کر کے قلعہ کو رکھ کا ڈھیر بنا دیا، اس معرکہ میں کم و بیش اٹھارہ ہزار افراد کھیت رہے، قلعہ کے اندر لاشوں کے سڑنے سے اس قدر تعفن پیدا ہوا کہ بیس بیس میل تک اس کا اثر محسوس ہوتا تھا، وبا کے خوف سے علاقہ کے لوگ ہجرت کر گئے، سکندر اسی مہم میں ایک تیر سے زخمی ہوا جو بالآخر مملکت ثابت ہوا، شورکوٹ کا تمام علاقہ بھیبانک جنگل میں تبدیل ہو گیا تھا، سکندر نے یہاں اپنے ایک جرنیل فیلقوس کو حکمراں مقرر کیا، شورکوٹ

اولیائے جھنگ

کی مکمل تباہی کے پیش نظر فیلقوس نے اپنا صدر مقام ملتان قرار دیا۔
 ۳۲۲ ق۔م میں چندرگپت خاندان نے موقع پا کر پھر پٹھانی
 کر دی۔ اور شورکوٹ و ملتان کا علاقہ یونانی تسلط سے آزاد کرایا۔ اس
 خاندان کی حکومت ۳۰۰ ق۔م تک جھنگ میں برقرار رہی۔ اسی سال
 یونانی خاندان بکڑپن نے جسے بغاوت کے الزام میں یونان سے جلا وطن
 کر دیا گیا تھا، دوسری مرتبہ جمعیت فراہم کر کے شورکوٹ اور ملتان پر حملہ
 کر دیا، اور حکومت چھین لی، لیکن چند سال کے بعد پھر چندرگپت خاندان نے
 ان کو بھگا دیا، یونانی سربراہ جان بچا کر بھجوانا چاہتا تھا، جب شورکوٹ
 کے قریب ایک گاؤں میں پہنچا تو مہاراجہ کے جاسوسوں نے اس کا سراغ
 نکال لیا اور موقع پا کر قتل کر دیا۔

۳۴۰ء میں وائٹ ہٹز نامی یورپی قبیلے نے پھل اس علاقے
 پر حملہ کیا، اور پٹی بھٹیاں سے ملتان تک کا علاقہ فتح کر کے حکومت قائم
 کر لی جو ۵۵۰ء تک باقی رہی، اسی سال مہاراجہ کرمجیت کے خاندان
 کے ایک فرد نے کروڑ پکا کی طرف سے یلغاز کی۔ بھکر، لیہ، جھنگ اور
 ملتان میں ہولناک تباہی ہوئی، بالآخر یورپین حکومت ختم ہو گئی۔ اور جھنگ
 پر ہرمن رائے نامی ایک شخص حاکم مقرر ہوا، اور پھر محمد بن قاسم کی لشکر کشی تک
 یہاں اسی شخص کے خاندان میں حکومت رہی۔ ابیرونی کے قول کے مطابق

اویانے جھنگ

ملتان کا علاقہ صوبہ سندھ میں شامل تھا، لیکن جھنگ خود مختار صوبہ کی حیثیت رکھتا تھا، جب ملتان پر ۱۳۳۷ء میں سندھ کے ایک برہمن چھپے نے قبضہ جمایا تو اس نے فوراً ہی جھنگ پر بھی حملہ کر دیا۔ دونوں طرف سخت رن پڑا اور ہزاروں آدمی جنگ میں کام آئے، یہ جنگ شوگر کوٹ اور بن مرالی کے درمیان رونما ہوئی۔ برہمن رائے نے شکست کھائی اور چھپے نے سندھ سے کشمیر تک حکومت وسیع کر لی۔ چھپے ۱۳۷۱ء میں مر گیا تو اس کے بھائی چندر نے تخت سنبھالا۔ یہ بدھ مت کا پیرو تھا۔ آٹھ سال تک جھنگ میں بدھ مذہب کی تبلیغ ہوتی رہی۔ چندر نے گڑھ مہاراجہ میں ایک مضبوط و مستحکم قلعہ تعمیر کروایا اور بدھ کا عظیم الشان مندر بنوایا، جو مغلوں کے عہد تک قائم رہا۔ ۱۳۷۹ء میں چندر کی وفات پر چھپے کا بیٹا داہر تخت نشین ہوا۔

اس زمانے میں عرب مسلمان تاجر سندھ میں آنے جانے لگے تھے، اور ان کے قافلے جھنگ، منکیہ اور بھکر تک آتے جاتے تھے، مشہور مورخ مسعودی کے بیان کے مطابق ۱۳۷۲ء میں جب محمد بن قاسم نے حجاج بن یوسف کے ایما پر مسلمان تاجروں کی توہین کا بدلہ لینے کے لئے راجہ داہر پر حملہ کیا تو مسلمان عساکر شوگر کوٹ تک ظفر منڈی کا پرچم لہراتے ہوئے پہنچ گئے۔ اسی دوران دربارِ خلافت نے

اولیائے جھنگ

محمد بن قاسم کو واپس طلب کر لیا۔ اس موقع پر محمد بن قاسم نے صوبہ سندھ کے بعض حصے کاٹ کر صوبہ سندھ صرف ٹھٹھہ کے ماتحت کر دیا، اور ملتان کو صوبے کا درجہ دے دیا۔ ملتان میں داؤد نصر بن ولید عثمانی کو حاکم مقرر کیا، احمد بن حزمیہ بن عقبہ کو بھکر، کروڑ اور منکیرہ کی حکومت تفویض کی، اور شورکوٹ و جھنگ کے لئے جلال الدین محمود عرف غازی پیر کو منتخب کیا، غازی پیر کا مزار شورکوٹ شہر میں مرجع خلافت ہے، اس کے بعد جھنگ براہ راست خلیفہ اسلام کے ماتحت آ گیا۔ حضرت غازی پیر کی وفات کے بعد جھنگ کی صوبہ داری حاتم طائی کے پوتے امیر داؤد طائی کے سپرد ہوئی، لیکن داؤد طائی خرابی صحت کی بنا پر دو سال بعد واپس وطن چلا گیا

انہوں نے بعد سندھ اور پنجاب میں قرامطی تحریک نے جس کا بانی عبداللہ تھانور پکڑ لیا، اس نے خلیفہ وقت کی کمزوری سے فائدہ اٹھا کر بھاری جمعیت فراہم کر لی، اور مقبوضات خلافت پر ہاتھ صاف کرنے لگا۔ یہ شخص اسماعیلی شیوہ تھا۔ اس نے سندھ اور پنجاب میں بزور شمشیر اسماعیلی عقائد کو فروغ دیا، ملتان، جھنگ، ٹھٹھہ، سیستان اور بھکر کے علاقے اسماعیلیوں کے تصرف میں آ گئے، تقریباً دو سو سال تک ان کی حکومت رہی، اسماعیلی حکمرانوں میں صرف دو نام تاریخ میں

اولیائے جھنگ

محموظ ہیں، ایک حامد موسیٰ، جو جھنگ، منگیرہ اور شورکوٹ کا حاکم تھا۔ دوسرا
 شعبی جو ملتان اور ٹھٹھہر پر حکومت کرتا تھا۔

یہ دور جھنگ کے لئے سخت ابتلا کا دور تھا، طوائف الملوکی
 کے باعث تمام نظام درہم برہم ہو چکا تھا۔ مذہبی مباحث اور فرقہ وارانہ
 فسادات روز افزوں تھے، محمد غوری کے ملتان فتح کر لینے کے بعد اسماعیلی
 قوت ٹوٹ گئی۔ اور یہ سارا علاقہ رفتہ رفتہ اسماعیلی عقائد سے برگشتہ
 ہو گیا۔

۱۹۶۰ء تک جھنگ سامانی بادشاہوں کے مقبوضات میں شامل
 رہا۔ پھر پتنگین کی تحویل میں چلا گیا۔ ۱۹۶۶ء میں سبکتگین سریر آرائے
 سلطنت ہو تو راجہ جے پال نے موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے یہ تمام علاقہ
 اپنی قلمرو میں شامل کر لیا، پنڈی بھٹیاں، جھنگ اور ملتان تک کے علاقے پر
 حامد لودھی گورنر مقرر ہوا جب سبکتگین نے یہ صورت دیکھی تو اس نے
 جھنگ پر حملہ آور ہونے کی ٹھانی۔ شیخ حامد لودھی نے مقام الوانی پر سبکتگین
 کے سپہ سالاروں سے صلح کر لی۔ اور خراج دینا منظور کیا، ۱۹۸۰ء میں فرقہ
 قرامطیہ کے سردار علم بن شعبان نے موقع پا کر جھنگ اور ملتان پر پھر چڑھائی
 کر دی، اور یہ تمام علاقہ فتح کر کے اپنی فوج بھیرہ لے گیا، اس کی گزرگاہ
 جھنگ تھی۔ لہذا اس نے یہاں سخت ظلم و تشدد کیا، علماء کو موت کے گھاٹ

اولیائے جھنگ

اتار دیا اور لاکھوں روپے کا مال و متاع لوٹ کر بھیرہ لے گیا جہاں بھیرہ کے
 حاکم کو قتل کر کے اپنی حدود سلطنت بھیرہ سے سندھ تک وسیع کر لیں شیخ
 حامد کی وفات کے بعد اس کا پوتا ابوالفتح جھنگ کا والی مقرر ہوا۔ وہ
 مذہب حنفیہ چھوڑ کر اسماعیلی عقائد کا پیرو بن گیا۔ علم بن شہین سے معاہدہ کر کے
 راجہ جے پال کو خراج دینا بند کر دیا۔ اسی دوران محمود غزنوی نے ابوالفتح کو
 ملتان کے قریب گرفتار کر لیا۔ اس کا لشکر بھکر اور ترمیو سے ملتان گیا تھا، سلطان
 محمود فتح و نصرت کے پھریرے لہراتا ہوا سات روز کے بعد ترمیو واپس آیا
 یہیں اس کے ایک فوجی جرنیل مخدوم تاج الدین المعروف بہ اٹھارہ ہزاری
 (ان کا منصب اٹھارہ ہزاری تھا) نے عالم جاودانی کی طرف رجحلت کی۔
 ان کی تجہیز و تکفین ترمیو گھاٹ کے قریب عمل میں لائی گئی۔ یہ واقعہ ۱۰۳۰ء
 کا ہے۔ محمود غزنوی نے اسماعیلی عقائد کی بیچ کنی کے لئے قدرے تشدد
 سے بھی کام لیا، ۱۰۳۰ء میں سلطان مسعود غزنوی نے ابوالفتح کو دوبارہ
 اسلام قبول کرنے کی شرط پر رہا کر دیا۔ اور پھر حاکم ملتان بنایا۔
 بعد ازاں سلطان محمود غزنوی کے نواسے سلطان غزنوی کو جھنگ پر
 حکومت کرنے کا موقع ملا، اس نے علاقے کو مقامی سرداروں میں تقسیم
 کر دیا، اور ان سے خراج وصول کرتا رہا۔

۵۰ء میں شہاب الدین غوری نے جھنگ، بھکر اور منکیرہ فتح کر لی

اور بے جھنگ

کی، شورکوٹ میں ایک عظیم الشان مندر کو تباہ کیا، یہاں سے وہ ملتان پہنچا،
اس کے بعد تمام مفتوحہ علاقہ اس کے اقتدار میں آ گیا۔ شہاب الدین
غوری نے اسماعیلی عقائد کو سختی سے کچلا، نتیجتاً یہ علاقہ اسماعیلی اثرات سے
بالکل پاک ہو گیا۔ ۱۱۳۳ء میں جھنگ پر کھوکھروں کا تسلط قائم ہو گیا، وہ
سردار ایبک بک حاکم ملتان کے سخت مخالف تھے۔ انہوں نے علم بغاوت
بلند کیا اور چنیوٹ سے لے کر دینا پور تک کا علاقہ (دریائے چناب
کے ساتھ ساتھ) زیر نگیں کر لیا۔ جب شہاب الدین کو اس بغاوت کی خبر ملی
تو اس نے بہاء الدین محمد حاکم سنگوان کو کھوکھروں کی گوشمالی
کے لئے روانہ کیا، کھوکھروں نے ہزیمت اٹھائی، انہوں نے شکست خوردہ
اور دل برداشتہ ہو کر گھگھڑوں سے سازش کر کے شہاب الدین غوری
کو قتل کر دیا، تحصیل جھنگ میں کھوکھراں تلوارہ کا علاقہ ان کا مرکز تھا۔
۱۲۱۵ء میں جب ہندوستان پر خاندان غلامان کی حکومت
قائم ہوئی تو جھنگ کا فرماں روا ناصر الدین قباچہ مقرر ہوا، پھر اس علاقے
کی صوبہ داری لودھیوں کو تفویض ہوئی، لودھی جھنگ کے سیالوں
سے بڑی محبت و انسیت رکھتے تھے، انہوں نے جھنگ کی حکومت
سیالوں کے سپرد کر دی جس کے بعد جھنگ کی سیاسی تاریخ نے کروٹ
بدلی۔ اور بیرونی حکمرانوں کے بجائے بااثر مقامی سردار حاکم مقرر

ادیاے جھنگ

ہونے لگے، جھنگ اور ملتان کا پہلا مقامی حکمران ملک کبیر خاں تھا جس نے
 ۱۳۶۶ء میں رضیہ سلطانہ کو تختِ دہلی پر متمکن کرنے میں کسی قسم کا دقیقہ
 فر و گزاشت نہ کیا تھا، وہ جھنگ کے سوراؤں کی ایک بھاری جمعیت
 اپنے اخراجات پر دہلی لے گیا تھا، جب رضیہ سلطانہ کی تاج پوشی مکمل
 ہو گئی تو جھنگ کے بہت سے خاندانوں کو شاہی دربار سے جاگیریں
 عطا ہوئیں۔

چودھویں صدی عیسویں میں ہندوستان پر مغلوں کی مانت
 و تاراج شروع ہوئی۔ مغل عساکر عموماً بھکر کی طرف سے آتے
 ترمیو گھاٹ پر چھاؤنیاں ڈالتے اور لوٹ مار کرتے۔ جھنگ محل وقوع
 کے اعتبار سے وسط میں واقع تھا، اس لئے ہمیشہ حملہ آوروں اور دفاعی
 جنگوں کے ظلم و ستم کا نشانہ بنا رہا۔ یہ علاقہ اسی وجہ سے ترقی نہ
 کر سکا۔

جھنگ پر سب سے پہلا مغل حملہ ایک مغل سردار طرائی نے
 کیا تھا، وہ بھیرہ میں قیام پذیر تھا، اس کا سامان کشتیوں میں لد کر جہلم
 کے ذریعے ترمیو پہنچا اور یہاں سے اُس نے خشکی اور دریائی دونوں
 راستوں سے شورکوٹ اور ملتان پر حملہ کر دیا، مغلوں اور ٹھکانوں کی
 کش مکش اقتدار تقریباً چالیس سال تک مسلسل جھنگ کو متاثر کرتی رہی۔

اولیائے جھنگ

مشہور سیاح ابن بطوطہ ^{۱۳۳۲}ھ کے موسم گرما میں ملتان جانے کے لئے تریپو
کے مقام پر پہنچا، اس وقت جھنگ پر مبارک خاں نامی ایک شخص حکمراں
تھا، ابن بطوطہ نے اس حاکم سے دو شالیں اور ایک گھوڑا بطور تحفہ وصول کیا
تھا اور اس کے سپاہیوں کی حفاظت میں ہی ملتان گیا تھا۔

سزین جھنگ پر مغلوں کا دوسرا زبردست حملہ ^{۱۴۳۰}ھ میں
ظہور پذیر ہوا جس سے دریائے جہلم و پنجاب کا درمیانی علاقہ تباہ و برباد ہو گیا،
مغلوں نے معصوم بچوں کو بھی تہ تیغ کرنے سے دریغ نہ کیا، اصل میں قصہ یہ
ہوا کہ مغل تاج دار شاہ رخ میرزانے کابل کے حکمراں شیخ علی کو ملتان فتح کرنے
پر مامور کیا۔ شیخ علی نے ^{۱۴۳۰}ھ میں ملتان پر لیٹاری کی، حاکم ملتان
عماد الملک تلمبہ کے مقام پر اس کے خلاف صف آرا ہوا۔ شیخ علی اپنے مقصد
میں کامیاب نہ ہو سکا، اس نے آتش انتقام سے مغلوب ہو کر دریائے
راوی عبور کرنے کے بعد جھنگ پر ہتھ بول دیا، سلطان شاہ لودھی نے
مقامی حکم رانوں کی التجا پر اپنی فوج اس کے مقابلے میں روانہ کی۔ لیکن سلطان شاہ
خود قتل ہو گیا۔ شیخ علی نے پنڈی بھٹیاں سے لے کر تریپوں تک کا سارا
علاقہ روند ڈالا، اور شورکوٹ پر حکومت قائم کر لی۔

^{۱۴۳۱}ھ میں اس نے پھر جھنگ کے کھوکھروں کے سردار حیرت
سے سازش کر کے ملتان پر براستہ تلمبہ حملہ کر دیا۔ لیکن سید مبارک شاہ

اولیائے جھنگ

حاکم دہلی جو اس وقت دیپال پور میں قیام پذیر تھا، بنفس نفیس مقابلے پر آیا اور اسے شکست دی، کھوکھروں کو عبرت ناک سزائیں دی گئیں، مبارک شاہ چند سال تک براہ راست جھنگ پر حکومت کرتا رہا۔ پھر اس نے محمد شاہ نامی ایک شخص کو والی مقرر کر دیا۔

حکومت دہلی یہاں کی شورشوں اور فتنہ سامانیوں سے تنگ آچکی تھی، آٹے دن کی افزائی کا پیکار کی خاتمہ کرنے کے لئے جھنگ، بھیرہ، بھکر اور شورکوٹ کا تمام علاقہ صوبہ ملتان میں مدغم کر دیا گیا۔ حضرت شیخ یوسف جو حضرت بہاء الدین زکریا کی اولاد میں صاحب حیثیت بزرگ تھے، حاکم مقرر ہو گئے۔ ان کے دور حکومت کے ابتدائی چند سال اطمینان سے بسر ہوئے۔ ناگاہ لنگاہ قوم کے ایک فرد نے شیخ یوسف کو راہ فرار اختیار کرنے پر مجبور کر دیا، اور ملتان کی فرماں روائی خود سنبھال لی۔ ۱۵۲۸ء تک جھنگ، چنیوٹ اور شورکوٹ پر لنگاہ قوم کے افراد قطب الدین حسین خاں لنگر خاں اور شمشیر خاں قابض رہے، اور پھر مغلوں کے ہاتھوں شکست کھا کر یہ خاندان ہمیشہ کے صفحہ اقتدار سے محو ہو گیا،

۱۵۲۸ء تا ۱۵۴۰ء جھنگ کا علاقہ پہلے مغل تاج دار ظہیر الدین بابر کی سلطنت کا حصہ رہا، اور مقامی طور پر نواب مبارک خاں و نواب عزت خاں حکومت کرتے رہے، ہمایوں کی شکست کے بعد جب اقتدار شیر شاہ سوری

اویائے جھنگ

کے ہاتھوں میں منتقل ہوا تو یہ علاقہ بھی شیرشاہ کی تحویل میں آ گیا، شیرشاہ پہلا
 فرماں روا ہے جس نے جھنگ میں فوجی چوکیاں قائم کیں۔ یہ چوکیاں چنیوٹ
 لنگر مخدوم، بخاریاں، رسول پور، تریو اور گڑھ ہارا جہ میں تعمیر ہوئیں، پرانی
 سڑکوں کی مرمت ہوئی۔ شیرشاہی عہد کی تعمیر کردہ سڑکوں کے آثار سنوڑ
 موجود ہیں، ان میں دو سڑکیں جھنگ صدر سے گزرتی ہیں، پہلی سڑک موجودہ ^{خطاطی}
 بند کے ساتھ چاہ کھڑا کے قریب ہے، اور دوسری دوسڑکیں مستن اور پتین
 کو جاتی ہیں۔ دریا کی شانوں پر تین پل بھی اسی عہد میں تعمیر ہوئے۔ شیرشاہ
 سورمی نے جھنگ میں ایک بڑا فوجی اصطبل اور قلعہ بھی بنوایا تھا، یہ قلعہ موجودہ
 کٹہرہ بیروالا کے گرد و نواح میں واقع تھا، اور اصطبل اس سے ملحق تھا، کٹہرہ
 بیروالا کا میدان عساکر شاہی کے بٹے پٹاؤ کا کام دیتا تھا، اس کے علاوہ موجودہ
 گورنر کالج کی جگہ ایک کشادہ میدان تھا، بولشکریوں کی قیام گاہ کے بطور
 استعمال ہوتا تھا۔ شیرشاہ نے شورکوٹ میں اپنے چچا زاد بھائی تاج الدین سورمی
 کو حاکم مقرر کیا، ملتان تک کا علاقہ اس کی عملداری میں تھا، تاج الدین
 ایک خداترس اور درویش صفت حکمراں تھا، اس کے عہد حکومت میں ہر طرف
 خوش حالی کا دور دورہ تھا، موجودہ شورکوٹ شہر اسی کا آباد کردہ ہے، کیونکہ
 سکندر اعظم کے حملوں سے شورکوٹ شہر تباہ و برباد ہو گیا تھا، بعد کے
 حکمرانوں نے نواں شہر شورکوٹ کے قریب عارضی شہر بسایا، جو اجڑ گیا

اویانے جھنگ

تلج الدین سُوری نے برباد شدہ قلعہ کی کھدائی شروع کرائی، تاکہ جگہ کو مہوار کر کے نیا شہر آباد کیا جائے۔ لاکھوں روپے کے مصارف کے باوجود قلعہ کے کھنڈرات مہوار نہ ہو سکے، مجبوراً قلعہ کے نیچے نیا شہر تعمیر ہوا، جس کی ابتدا میں فصیل بھی تھی، اور پختہ دروازے بھی، لیکن بعد میں امتدادِ زمانہ کے باعث فصیل اور دروازے گر گئے۔

یہاں مناسب معلوم ہوتا ہے کہ جھنگ کے حکم ران خاندانوں کے عروج و زوال کا ذکر واقعات کے تسلسل کے تحت ذیل میں کر دیا جائے۔

لودھیوں کے عہدِ حکومت تک شورکوٹ اور چنیوٹ علاقہ ریاستوں کا درجہ رکھتے تھے اور ان کا نظم و نسق مقامی حکم رانوں کے سپرد تھا، جو صوبہ دار ملتان یا صوبہ دار لاہور کے تابع ہوتے تھے، یہ حکم ران ہر سال دربار لاہور کو خراج ادا کرتے تھے۔ لیکن نواب بہلول لودھی کے عہد میں ۱۸۵۷ء کے لگ بھگ جھنگ کے تمام علاقوں کو ملا کر ایک ریاست بنا دی گئی جس کی حکومت چوچک سیال کو تفویض ہوئی۔ چوچک سیال قوم کا پہلا حکم ران تھا، جھنگ میں سیال قوم کی کم و بیش ۳۲ شاخیں مختلف ناموں سے موجود ہیں اور اب تک یہاں کے صاحبِ حیثیت زمیندار اسی قوم سے تعلق رکھتے ہیں، ان کا جدِ اعلیٰ راسیال علاقہ جون پور (یوپی) سے حضرت

اولیائے جھنگ

بابا فرید الدین گنج شکرؒ کی خدمت میں حاضر ہو کر مسلمان ہوا۔ اور بابا صاحب کے ارشاد کے مطابق اس نے علاقہ کھچی میں سکونت اختیار کی، کھچی اس علاقے کو کہتے ہیں جہاں دریا کے ساحل کے ساتھ ساتھ ریگ زار ہو، یہ دریائے جہلم کے کناروں کے ساتھ ساتھ خوشاب تک پھیلا ہوا ہے، کھچی پر اس میں قوم حکم ران تھی، اور ان کی حدود ریاست منگیرہ اور نصیبہ اموانی موجودہ نام حیدرآباد تک وسیع تھیں، راسیال نے جہاں قیام کیا وہ جگہ اب تک سیالکوٹ کے نام سے مشہور ہے۔ حاکم وقت بہاؤ خان، راسیال کی شرافت، عزت نفس اور حسن اخلاق سے بے حد متاثر ہوا۔ اور اپنی سواگت نامی لڑکی اس کے جہانہ عقد میں دے دی، جس کے بطن سے تین لڑکے بھری گولی اور ماہنی پیدا ہوئے، سپاہوں کی نسل انہی سے چلی، موجودہ قصبہ گولی باقرہ کا رئیس چوچک ولد چوٹ تھا، جس کی ریاست جو انہ سے ماچھیوال تک پھیلی ہوئی تھی، سیالوں میں یہ پہلی جاگیر تھی، جو نواب بہلول لودھی حاکم لاہور نے بخشی تھی، ورنہ قبل ازیں سیالوں میں کوئی رئیس یا حکم ران نہ تھا، البتہ لوگ بابا فریدؒ کی نسبت سے ان کا احترام کرتے تھے، اور حکم ران بھی ان کی بزرگی ملحوظ خاطر رکھتے تھے،

چوچک بے اولاد تھا، اور حضرت محمد احمد کبیر شانی بن مخدوم جہانیاں

جہاں گشت کا مرید تھا، اس نے مخدوم صاحب سے اولاد کے لئے دعا کرائی۔

ادلیانے جھنگ

ایک دن مخدوم صاحب نے چوچک سے کہا کہ خدا نے تمہاری دعا قبول کر لی ہے انشاء اللہ تمہیں اولاد نصیب ہوگی، ۲۳ برس میں اس کے گھر لڑکی پیدا ہوئی، جس کا نام عزت بی بی تجویز ہوا، وہ بڑی صالحہ، نیک سیرت اور عبادت گزار تھی، اس کے زہد کی وجہ سے لوگ اسے "ہیر" کہتے تھے، بعض شعراء نے راجھا سے اس خاتون کے عشق و محبت کا افسانہ تراشا، حالانکہ راجھا حقیقت میں ہیر کا مرید اور خلیفہ تھا، (کتاب کے آخر میں تفصیلی مضمون ملاحظہ فرمائیے)

نواب بہلول بوہمی ضمیر کے حلقہ ارادت میں شامل تھا، اس نے اپنی مرشدہ کی خدمت کے لئے جووانہ سے ماچھیوال تک کا علاقہ بطور جاگیر عنایت کیا، ہیر دنیاوی دھندوں سے ماوراضعی، نابریں جاگیر کا انتظام اس کے والد چوچک نے سنبھال لیا، چوچک کی وفات کے بعد ہیر کا حقیقی بیچا مل خاں ریاست کا وارث ہوا۔ مل خاں بڑا زبردست، بہادر اور خوش گفتار تھا، اس نے حاکم لاہور سے قریبی مراسم ہموار کئے، رعایا کے ساتھ حسن سلوک اختیار کیا اور اپنی معاملہ نمہی اور خوش تدبیری سے رعایا کی تائید و حمایت پر اپنے مقبوضات میں توسیع کی کوشش کی۔ مل خاں کے زمانے میں ریاست بھنگ قوم نول کے زیر اقتدار تھی، اگرچہ نول بڑے دلیر اور جفاکش تھے، لیکن میرداد خاں نول جو اس وقت حاکم تھا، سخت تیز مزاج اور

ادبیائے بھنگ

وہی طبیعت کا مالک تھا، اس کے خلاف شکایات دربار لاہور تک جاتی رہتی تھیں، اسی دوران مل خاں کو موقع مل گیا اور اس نے دیائے چناب عبور کر کے نول ریاست کے ایک حصہ پر قبضہ کر لیا۔ اور جھنگ شہر کو دوبارہ بسایا (تاریخ میں جھنگ شہر پانچ بار اجڑ کر آباد ہوا ہے) کیونکہ دریائے چناب کی طغیانی نے اسے تباہ و برباد کر دیا تھا، مل خاں جھنگ شہر کو اپنا مرکز بنا کر نولوں سے برسریں پیکار رہا۔ اور متعدد بار اس کے ہاتھوں نولوں کو شکست اٹھانی پڑی، یہاں تک کہ وہ کوٹ لکھنواز کے قلعہ میں سمٹ آئے اور محصور ہو گئے نولوں نے مل خاں کے خلاف نواب بہلول کی خدمت میں عرضداشت پیش کی جس میں ایک الزام یہ بھی تھا کہ مل خاں کی بھتیجی عزت بی بی عرف ہیر ایک بدکردار عورت ہے اور رانجھانامی ایک شخص سے اس کے ناجائز مراسم ہیں، اور علاقہ کی حکومت کا اصل دار و مدار ہیر پر ہے۔ مل خاں کے پاس کوئی اختیارات نہیں، نواب بہلول اپنی مشورہ کے بارے میں ایسے گھٹیا الزامات سن کر آگ بگولہ ہو گیا، اور نولوں کے نمائندے کو پابند سلاسل کر دیا، ان سے اقتدار ہمیشہ کے لئے چھین لیا گیا، اور یہ تمام علاقہ مل خاں کی تحویل میں آ گیا، نول قوم کی حکومت ختم ہو گئی۔ اور خانہ جنگی بھی انجام پذیر ہوئی، بقول اختر علی ندوی۔ 'ھیر کے بارے میں عشقیہ کہانی کا پلاٹ یہیں سے پیدا ہوا جو شاعروں کے ہاتھ میں کہیں سے کہیں پہنچ گیا، مل خاں کو خانی کا خطاب

اولیائے جھنگ

اور تمام ریاست جھنگ اس کے حیطہ اقتدار میں آگئی، یہ صورت دیکھ کر دوسری قوموں میں اضطراب کی لہر دوڑ گئی۔ اور وہ بھی حکومت کے خواب دیکھنے لگیں نتیجتاً مل خاں کے خلاف بغاوتوں کا سلسلہ کھڑا ہو گیا، لیکن مل خاں نے پے در پے تمام باغیانہ عناصر کی سرکوبی کی۔ اور انھیں ہمیشہ کے لئے خاموش کر دیا۔ بہر کی وفات اپنے چچا کی زندگی میں ہی واقع ہو گئی تھی۔ مل خاں نے اپنی بیٹی کو موجودہ مزار کی جگہ پر دفن کیا۔ نواب مل خاں کے انتقال کے بعد اس کے چار لڑکوں میں سب سے بڑے رٹ کے دولت خاں کو باپ کی وراثت اور جائیدادیں تفویض ہوئی، اس کے زمانے میں تھل کے بلوچوں نے بغاوت کر کے کچی کا علاقہ قبضہ میں کر لیا، دولت خاں بغاوت رفع کرنے کے لئے روانہ ہوا اور میدان جنگ میں ایک تیر لگنے سے جاں بحق ہو گیا، اس کا مزار اٹھارہ ہزاری میں موجود ہے، اس کے بعد اس کے بیٹے غازی خاں کو حکم راں تسلیم کیا گیا غازی خاں نے تھل پر حملہ جاری رکھا، اور بلوچوں کو شکستِ فاش دی۔ پھر ان کے قتل عام کا حکم دے دیا، منگیرہ تک کا علاقہ غازی خاں کے ہاتھ آ گیا، بلوچوں نے جھنگ میں آ کر غازی خاں سے پناہ مانگی، جو انھیں مل گئی۔ اور تھل کا علاقہ واکزادہ کر دیا گیا۔ غازی خاں پہلا حکم راں تھا جس نے اپنی فوج کی بھرتی اور انتظام ماہانہ تنخواہ پر کیا، اور اپنا سکہ

ادبیات جھنگ

راج کیا، یہ سکہ شہنشاہ اکبر کے زمانے میں بند ہو گیا تھا، اس نے اپنی ریاست
کی سرحدوں پر مضبوط قلعے تعمیر کرائے، جن میں چوترہ کا قلعہ مشہور تھا،
یہ قلعہ اب دریائے جہلم کی نذر ہو چکا ہے، ڈیرہ غازی خاں کا شہر بھی،
غازی خاں کا ہی آباد کردہ ہے۔

گکھیانہ شہر کی بنیاد

موجودہ شہر گکھیانہ عہد اکبری میں آباد ہوا۔ جس کی وجہ یہ
تھی کہ میگھانامی ایک شخص نے جس کا شجرہ چار پشتوں کے بعد غازی خاں
کے اجداد سے ملتا تھا، غازی خاں سے کہا کہ میرے قبیلے کے لوگ
خانہ بدوشوں کی طرح تیری ریاست میں در بدر پھرتے ہیں، ان کو ایک
جگہ آباد کر دو تو یہ لوگ تمہاری وفاداری کریں گے، غازی خاں نے
میگھا کو شہر بسانے کی اجازت دے دی، اس طرح گکھیانہ شہر معرض
وجود میں آیا، گکھیانہ سیالوں کا اثر و رسوخ یہاں اب تک پایا
جاتا ہے۔

ریاست کھیوہ

غازی خاں کے ایک اور رشتہ دار مسمی کھیوہ ولد سستی نے

اولیائے جہنگ

مگھیا کے قبیلے میں اپنے قبیلے کے لئے بھی علاحدہ شہر بسانے کی اجازت طلب کی، غازی خاں آمادہ ہو گیا، چنانچہ سستی نے موجودہ قصبہ سیتانہ آباد کیا اور اس کے بیٹے کھیوہ خاں نے موجودہ قصبہ کھیوہ کی بنیاد رکھی، بعد ازاں کھیوہ کھجنگ کی ذیلی ریاست کا درجہ حاصل ہو گیا، جس کی حکومت ۱۵۵۰ء کے بعد چار پشتوں تک کھیوہ خاں مہی اولاد میں رہی، راجوہ کی ریاست بھی اکبر کے عہد میں ہی معرض وجود میں آئی۔ بادشاہ نے یہ علاقہ شاہ دولت بخاری کو بطور جاگیر عطا کیا تھا،

غازی خاں کی وفات کے بعد اس کا بیٹا جلال خاں ریاست جھنگ کا مالک بنا، جلال خاں اپنے بھائی پہاڑ خاں سے برسہا برس بیکار رہتا تھا، جو اس وقت چوتراہ کا حاکم تھا۔ دونوں بھائیوں میں ابتداء ہی سے حق پرستی اور ناراضی تھی، جلال خاں نے بھرپور حملہ کر کے گڑھ ہارا جہنک کا علاقہ فتح کر لیا، اس وقت گڑھ ہارا جہنک گڑھ میں شامل تھا، اس کے بعد یہ علاقہ مستقل طور پر جھنگ کا حصہ بن گیا۔ لیکن اس کی متعدد ذیلی ریاستیں ہوئیں۔ ان میں رامسن نے ریاست مسن قائم کی۔

غازی خاں کے آٹھ بیٹے تھے، ان میں صرف جلال خاں

اولیئے جھنگ

باپ کی وفات کے بعد تخت نشین ہوا۔ جلال خاں کے انتقال پر اس کا بیٹا رشید خاں حکم ران بنا، رشید پور کا قصبہ اسی نے آباد کیا لیکن وہ از خود ریاست کا انتظام اپنے بڑے بیٹے فیروز خاں کے سپرد کر کے دست بردار ہو گیا۔ فیروز کمزور طبیعت کا شخص تھا، اس کا چھوٹا بھائی کبیر خاں بڑا دلیر، شجاع اور غیرت مند تھا، اس نے اپنے دادا جلال خاں کا انتقام لینے کا ارادہ کیا، اور اس غرض سے بھاری جمعیت فراہم کرنے میں مصروف ہو گیا، موجودہ قصبہ گل مالہ میں اس نے اپنے لئے قلعہ تعمیر کروایا، قلعہ و شہر کی تعمیر و استحکام سے فراغت حاصل کر کے اس نے فیروز خاں سے ریاست کے نصف حصے کا مطالبہ کر دیا، فیروز خاں صورت حال بھانپ کر اپنے حق سے دست کش ہو گیا، اور تمام ریاست کبیر خاں کے سپرد کر دی۔ یہاں سے وہ اپنے خاندان سمیت ماچھیوال ہجرت کر گیا، اور ماچھیوال کے قریب نیا شہر سیرو ز پور کے نام سے آباد کیا، جہاں اس نے ایک قلعہ بھی تعمیر کرایا، قلعہ کے نشانات آج تک موجود ہیں۔

ریاست بھنگو کی تاسیس

علاقہ شورکوٹ میں بھنگو ایک مشہور قصبہ ہے، مغل شہنشاہ جہانگیر کے عہد میں شورکوٹ کے راجہ بھنگو نامی ایک حاکم نے اس کی بنیاد رکھی،

اولیائے جھنگ

اس کا وزیر اعلیٰ میرک خاں سیال تھا، میرک خاں نے موقع پا کر اس کے خلاف مسلح بغاوت کر دی اور جھنگ کو قتل کر دیا، شور کوٹ پر میرک کا قبضہ ہو گیا، اس نے نیا شہر اپنے نام پر بسایا اور اسے ریاست شور کوٹ کا صدر مقام قرار دیا، قصبہ میرک سیال آج بھی تحصیل شور کوٹ کا مشہور قصبہ ہے۔

اسی عہد کا ایک اہم ترین واقعہ شہزادہ خرم کی بغاوت ہے۔ خرم جو بعد میں شاہ جہاں کے لقب سے تختِ دہلی پر رونق افروز ہوا اپنے باپ جہاں گیر کے خلاف صفت آرا ہونے کے لئے سیالوں کی نصرت و حمایت کا طلب گار ہوا، جب وہ جھنگ پہنچا تو سیالوں نے اسے ترمیو کے قریب گھیرا ڈال کر گرفتار کر لیا، اور اس کا تمام ساز و سامان لوٹ کر اس کو جہاں گیر کے روبرو پیش کر دیا، جہاں گیر نے خوش ہو کر سیالوں کی ریاست کو مزید وسعت دے دی اور انہیں انعام و اکرام سے نوازا، اسی زمانے میں جھنگ کے نواب وزیر خاں جن کا صحیح نام علم الدین انصاری تھا، جہاں گیر کے مقرب بن کر لاہور کے حاکم مقرر ہوئے تھے،

مرزا صاحبان

مرزا صاحبان سرزمین جھنگ کا مشہور رومانی قبضہ ہے۔ اس حسین باب کی اصلیت یہ ہے کہ ریاست کھیوہ کے حکمران کھیوہ خاں کی منہ بولی بہن جو قوم مرٹھل سے تھی

اولیائے جھنگ

وانا آباد علاقہ کمانیہ کی ساھی قوم کے ایک شخص سے بیاہی ہوئی تھی،
 (ساھی کھریوں کی شاخ ہے) اس خاتون کے ایک بیٹے کا نام میرزا خاں تھا جو
 جو اوائل عمر سے ہی اپنے کھیوہ خاں کے پاس مقیم تھا، کھیوہ خاں
 کی بیٹی صاحبان اس کی ہم عمر تھی اور دونوں ایک ہی مسجد میں تعلیم پاتے
 تھے، دونوں کے درمیان احساسِ گمانگت و رفاقت بچپن ہی سے بیدار
 ہو رہا تھا، جب دونوں سن بلوغ کو پہنچے تو ان کی باہمی محبت آشکارا ہو گئی
 کھیوہ خاں نے فی الفور صاحبان کے رشتہ کا بند و بست کر لیا۔ خان ظاہر چھابند چھپر
 دو لہا بن کر برات لے آیا، اچانک مرزا نے شبِ خون مارا، اور صاحبان
 کو اغوا کر لیا، چدھڑوں نے تعاقب کر کے مرزا کو راوی کے کنارے قتل کر دیا
 صاحبان کی شادی ہو گئی، لیکن صاحبان مرزا کا خون معاف نہ کر سکی، اسے
 اس کی ہلاکت کا بے حد قلق تھا، نتیجہ یہ ہوا کہ خاندان اور زوجہ کے مابین مناسبات
 تعلقات برقرار نہ رہ سکے، بالآخر صاحبان کو کھیوہ خاں کے ایماء پر قتل کر دیا
 گیا، اسی روز سے ماہنی سیالوں میں دختر کشی کی رسم چل پڑی، ماہنی سیالوں
 نے ہزار ہا لڑکیوں کو پیدا ہوتے ہی تہ تیغ کر دیا۔ یہ قبیح رواج میجر جارج
 ولیم ہیلٹن کمنٹر بلتان کی بھرپور کوششوں سے برطانوی عہدِ حکومت میں
 بڑی مشکل سے ختم ہوا۔

حضرت مجدد الف ثانی سرسندی بھی ایک بار جھنگ

ادبیائے جھنگ

تشریف لائے تھے، آپ نے اپنے ہم مکتب دوست نواب سعد اللہ خاں کی معیت میں ایک ہفتہ چنیوٹ میں قیام فرمایا۔ بعد میں سعد اللہ خاں شاہجہان کے وزیر اعظم مقرر ہوئے، ان کے حالات زندگی پر مشتمل کتاب عن قریب شائع ہو رہی ہے۔

داراشکوہ نے بھی اپنے باپ کے خلاف علم بغاوت بلند کر کے جھنگ میں قیام کیا تھا، وہ جھنگ صدر کے محلہ چیسلی مارکیٹ کی ایک گلی میں جو دفتر میونسپل کمیٹی کے بالمقابل واقع ہے ٹھہرا تھا، اس نے اپنی جائے رہائش سے ملحق ایک مسجد تعمیر کرائی جو آج بھی موجود ہے، اگرچہ اس کی عمارت دوبارہ تعمیر ہوئی ہے۔

اورنگ زیب عالم گیر نے قندھار کی مہم سے مراجعت کے دوران قلعہ گڑھ مہاراجہ میں ایک ہفتے قیام کیا، اور یہاں کے فقراء سے ملاقات کی، ان میں حضرت محبوب عالم جن کا مزار شورکوٹ میں ہے اور حضرت بابو سلطان بھی شامل ہیں، محبوب عالم کو وسیع جاگیر عطا کی،

کبیر خاں نے سولہ سال تک جھنگ پر بڑے تزک و احتشام اور طنطنہ و دیدار کے ساتھ حکومت کی، لیکن درشت مزاج کا مالک تھا عوام کے دل نہ جیت سکا، اس کی موت کے بعد اس کا لڑکا ولی داد خاں ہاشمی

اولیائے جھنگ

بنا، ولی دادخاں نہایت زیرک، معاملہ فہم اور جہاں دیدہ شخص تھا، اس نے تمام حکومت سنبھالنے کے بعد تمام ذیلی ریاستوں کے نظام مالگزار کی کا جائزہ لیا، اور انتظامی امور کی دیکھ بھال شروع کی، ایسے کاموں سے ولی داد کی شہرت و عظمت میں چار چاند لگ گئے۔

ایک بار ایسا ہوا کہ لاہور کے صوبہ دار نے تمام مقامی سربراہوں اور والیوں کو مالگزاری ادا کرنے کے لئے چینیوٹ میں طلب کیا۔ ولی دادخاں کے سوا تمام رئیسوں نے حاضری دے کر معذرت کی، لیکن حاکم اعلیٰ کو ولی دادخاں کے خلاف بھڑکانے اور مشتعل کرنے کی کوشش کرتے رہے، ولی داد کو معلوم ہوا تو اس نے ایک انتہائی تیسر رفتار قاصد چینیوٹ روانہ کیا، اور اطلاع بھیجی کہ وہ تمام بقایاجات کی ادائیگی کرنا چاہتا ہے، اس نے جلتے ہی تمام روپیہ ادا کر دیا اور صوبہ دار سے درخواست کی کہ جن رئیسوں نے حساب بے باق نہیں کیا ہے، ان سے وصولی کا فرض اس کے سپرد کر دیا جائے، وہ تمام باقی داروں سے روپیہ وصول کر کے دربار لاہور میں خود بھیج دے گا، صوبہ دار نے اس تجویز کا خیر مقدم کیا، اور جلد امور کی انجام دہی کے اختیارات اس کے فرائض میں شامل کر دئے، ولی دادخاں ان رئیسوں کو اپنے ہمراہ لایا اور آتے ہی قید میں ڈال دیا، ان کی ریاستوں کو لشکر کشی کے ذریعے براہ راست

ادبیائے جھنگ

اپنے قبضہ میں لے لیا، مفتوحہ ریاستوں میں کھیوہ، کماٹیہ، مسن، رشید پور،
میرک سیال، رجوعہ اور چنیوٹ شامل تھیں، بعد ازاں رجوعہ کی ریاست
جہانگیر کے حکم پر سادات رجوعہ کو واپس لوٹا دی گئی، رفتہ رفتہ ولی داد خاں
نے باقی ماندہ ریاستوں کا بھی الحاق کر لیا، ان میں ماڑی شاہ سخیرا، تلوارہ
کھوکھراں، کوٹ خاں قابل ذکر ہیں۔ ماڑی شاہ سخیرا دراصل سادات کی ملکیت
تھی، لیکن ڈیرہ غازی خاں کے ایک بلوچ نصرت نے حملہ کر کے اس پر قبضہ
کر لیا تھا، ولی داد خاں نے نصرت کو شکست دے کر پنڈی بھٹیاں سے
کماٹیہ تک اپنی ریاست وسیع کر لی، یہ مردم شناس اور دانا حکمراں
وزیر آباد کے قریب سکھوں کی ابتدائی شورش کا قلع قمع کرنے میں مصروف
تھا کہ توج کا سخت حملہ ہوا پھر وہ اس مہلک مرض سے جانبر نہ ہو سکا۔
اور ۱۱۶۳ھ میں دارفانی سے عالم جاودانی کی طرف کوچ کر گیا۔

ولی داد خاں کی رعایا پروری ایک مدت تک ضرب المثل

رہی، اس نے عوامی فلاح و بہبود کے کاموں میں دل کھول کر حصہ لیا تھا، رعایا
خوش حال اور فارغ البال تھی، ہر طرف اطمینان و سکون کا بسیرا تھا، اور لوگ
امن و چین کی زندگی گزار رہے تھے، ولی داد خاں کو تعمیرات کا بھی شوق تھا،
اس نے متعدد عمارتیں بنوائیں، ان میں احمد پور سیال کا قصبہ اور گڑھ ہماراجہ
خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔

اویانے جھنگ

عنایت اللہ فیروز جنگ

ولی داؤخاں اولاد زرنہ سے محروم تھا، اس کی ایک بیٹی فتح بی بی تھی، جس کو اس نے اپنے بھتیجے عنایت اللہ خاں کے عقد میں دے دیا تھا، اس کے دو بیٹے شہادت خاں اور شیر خاں تھے، ولی داد کے مرنے کے بعد اس کے دونوں نواسے بیک وقت جانشین قرار پائے، وہ دونوں ابتدا میں ایک ہی تخت پر بیٹھتے تھے، لیکن بعد میں اختلاف پیدا ہو گیا۔ دونوں میں زبردست مقابلہ ہوا، عنایت اللہ خاں کو ان کی باہمی کش مکش اور غارت گری سے رنج پہنچا، اس نے ریاست کا نظم و نسق ۱۱۶۷ھ میں تنگ آ کر خود سنبھال لیا، جب ہندوستان پر احمد شاہ ابدالی کے حملے شروع ہوئے، ولی داؤخاں کی ریاست کا میر منظم عنایت اللہ خاں ہی تھا، اس نے احمد شاہ ابدالی سے معاہدہ کر کے جھنگ کو لوٹ مار اور غارت گری سے محفوظ رکھا، البتہ ابدالی کے لشکر نے عنایت اللہ خاں کے مخالفین کی اچھی طرح گوشمالی کی، اور جو ریاستیں مثلاً رشی پور، منکیرہ، فیروز پور وغیرہ ان کے قبضے میں تھیں وہ ساری عنایت اللہ خاں کے حوالے کر دیں، اس کے عوض عنایت اللہ نے احمد شاہ ابدالی کو تھل اور ملتان کے حکمران خاندانوں کی کمزوریوں اور رازوں کے بارے میں خفیہ معلومات مہیا کیں

اویانے جھنگ

جن سے استفادہ کرتے ہوئے احمد شاہ نے لوٹ مار کا بازار خوب گرم کیا

ملتان پر یغیاری

احمد شاہ ابدالی کی ملتان پر فوج کشی، مسلسل حملوں اور تاخت و تاراج کے نتیجے میں متعدد حکم رانوں کو اپنی ریاستوں سے دست بردار ہونا پڑا تھا۔ انہوں نے اپنی محسرومی کا انتقام عنایت خاں سے لینے کا فیصلہ کیا، ان میں نواب علی محمد خاں ایک نامور جرنیل تھا۔ اس نے جھنگ کے بعض علاقوں پر دھاوا بول دیا اور سخت کشت و خون کے بعد ماڑی شاہ سخیرا پر قبضہ کر لیا۔ عنایت اللہ خاں نے بڑی بے جگری سے اس کا مقابلہ کیا، معرکہ کارن پڑا اور بالآخر علی محمد خاں کے لشکر نے راہ فرار اختیار کی، سینکڑوں سپاہی گرفتار ہو گئے، نتیجتاً علی محمد خاں کے علاقوں پر بھی عنایت اللہ خاں کا تسلط ہو گیا۔

کوئٹہ ظریف خاں

شورکوٹ کے قریب کوئٹہ ظریف خاں ایک اہم قصبہ موجود ہے اس کی بنیاد احمد شاہ ابدالی کے ایک سپہ سالار ظریف خاں نے ۱۷۱۷ء میں رکھی تھی، احمد شاہ ابدالی اور عنایت اللہ کے مابین جو معاہدہ طے پایا تھا

ادبیات جھنگ

اس کی رُو سے عنایت خاں نے سراج دنیا منظور کیا تھا، جس کی وصولی کے لئے احمد شاہ نے ظریف خاں کو مقرر کیا، ظریف خاں نے یہاں قلعہ تعمیر کروایا اور یہیں وفات پائی، بعد میں اس کی اولاد نے بھی مستقل طور پر جھنگ میں بودوباشی اختیار کر لی، ظریف خاں عصب کو کاخیل نسل سے تعلق رکھتا تھا جس کا پدری شجرہ نسب عبدالرشید بن قیس سے جو پہلا یہودی النسل مسلمان تھا اور افغانستان میں آباد ہو گیا تھا، جا ملتا ہے، اور ماوری سلسلہ خالد بن ولید پر منتج ہوتا ہے،

گرٹھ مہاراجہ

نواب علی محمد خاں گرٹھ مہاراجہ پر حکومت کرتا تھا، اس کا علاقہ صوبہ دار ملتان کے ماتحت تھا، نواب مذکور نے صورت سنگھ اور عجب سنگھ نامی دو افراد کو اپنا مختار کاربنار رکھا تھا، جب علی محمد خاں ماری سخیرہ سے شکست کھا کر بھاگا تو عنایت اللہ خاں نے اس کا تعاقب کیا ماسی دوران اسلام آباد، نیکو کارہ اور جلال پور تحصیل شورکوٹ کے کملانہ قوم کے رُاسا علی محمد کی حمایت پر مڑتے ہو گئے۔ اور انہوں نے عنایت خاں کی فوجوں کو گرٹھ مہاراجہ سے نکال دیا، عنایت خاں ہزیمت اٹھا کر شورکوٹ چلا آیا، جہاں اس نے بہادر شاہ قریشی دموسس قصبہ

اولیائے جھنگ

حویلی بہادر شاہ) میاں ہاتھی اور عنایت خاں (عمائدین قوم پنجبیانہ) نورنگ خاں (سردار قوم کاٹھیہ) سلطان خاں (سردار قوم گلزنہ) سے امداد طلب کی اور دوبارہ گڑھ بہار راجہ کا محاصرہ کر لیا، دو ماہ تک جنگ جاری رہی، بالآخر عنایت اللہ خاں نے قلعہ مسخر کر لیا، اس مہم میں نواب علی محمد خاں قتل ہو گیا، اور اس کی نعش ملتان بھجوا دی گئی،

کوٹ لنگر

قصبہ ماٹری سے ساہیوال تک کی ریاست شیر خاں ٹوانہ کے پاس تھی، اُس نے عنایت خاں کو مال گزاری کا حصہ دینا بند کر دیا، شیر خاں اور عنایت کے مابین مخالفت شروع ہوئی، شیر خاں نے بہار راجہ رنجیت سنگھ کے باپ بہان سنگھ سے معاونت کی درخواست کی، یہ پہلی فوج تھی جو جھنگی سکھوں کی قیادت میں جھنگ پر حملہ آور ہوئی۔ عنایت خاں نے ریاست بڑانہ کے سربراہ ہشمانی بھٹی کی امداد سے سکھ فوج کا مقابلہ کیا، اور انھیں شکست فاش دی، ریاست جھنگ کی حدود ساہیوال تک وسیع ہو گئیں۔ شیر خاں ٹوانہ اسیر ہو کر جھنگ پہنچا، لیکن اسے بعد میں رہا کر دیا گیا،

ادیائے جھنگ

چنیوٹ پر سکھوں کا حملہ

جب سلطنتِ مغلیہ کا آفتابِ اقبال غروب ہو گیا تو سکھوں نے شاہی مقبوضات پر ہاتھ صاف کرنا شروع کیا، چنانچہ سردار گنڈا سنگھ کے بھتیجے وسو سنگھ نے چنیوٹ پر ہلہ بول دیا، اس وقت چنیوٹ کا قلعہ دارانوپ سنگھ تھا، اُس نے حملہ آوروں کے ساتھ سازش کر لی، نتیجتاً خود عنایت خاں نے میدانِ جنگ میں فوجوں کی کمان کی، سکھ ہار گئے، وسو سنگھ موقع پر ہی ہلاک ہو گیا، باقی سکھوں نے امان طلب کی، اس طرح چنیوٹ پر عنایت خاں کا تسلط برقرار رہا۔ چنیوٹ کا شہر اور قلعہ ماچھی خاں کی بہن رانی چندن نے تعمیر کروایا تھا، جو عموماً مردانہ لباس پہنتی اور بڑے کروفر کے ساتھ حکومت کرتی تھی،

حیدرآباد کی فتح

حیدرآباد و منکیرہ پر خوش حال خاں کی حکومت تھی، بلوچوں نے اس کے خلاف بغاوت کی اور دونوں شہروں پر قبضہ کر لیا۔ خوشحال خاں ساداتِ بخاری کا معتقد تھا، اس نے نور بہار شاہ بخاری ساکن اچ بھالیو

اولیائے جنگ

کی خدمت میں شکایت پیش کی، نو بہار شاہ نے اس کی امداد کے لئے
 عنایت خاں کو لکھا، عنایت خاں نے اپنے لڑکے صاحب خاں کی
 زیر قیادت لشکر روانہ کیا، حیدرآباد اور منگیرہ فتح ہو گئے، اور بلوچوں
 کو گرفتار کر لیا گیا۔ اس طرح جھنگ کی حدود میاں والی تک وسیع ہو گئیں

امیر کابل کی آمد

عنایت اللہ خاں کے آخری سالوں میں امیر دوست محمد خاں والی
 افغانستان کے والد امیر جہاں خاں ۱۹۵ھ میں جھنگ تشریف لائے
 آپ نے عنایت خاں کے پاس قیام کیا اور عنایت خاں سے اس کی
 ہمشیرہ کے رشتے کی درخواست کی، اس وقت عنایت خاں کی سات
 بہنیں بن بیاہی موجود تھیں۔ اس نے ایک ہی رات میں سب کا نکاح
 کر کے امیر جہاں خاں سے گلو خلاصی حاصل کی۔ جہاں خاں، عنایت خاں
 کے انکار سے دل برداشتہ ہو کر واپس چلے گئے۔

عنایت اللہ خاں نے ۱۵ صفر ۱۲۰۳ھ کو وفات پائی۔

سکھوں کا دوسرا حملہ

عنایت خاں کے دو بیٹے تھے، ایک سلطان محمود خاں،

اولیائے جھنگ

دوسرا صاحب خاں، صاحب خاں ایک طوائف کے بطن سے تھا، سلطان محمود
 باپ کا جانشین مقرر ہوا۔ صاحب خاں نے چند سال تو صبر کے تلخ گھونٹ
 پئے، انجام کار بھائی کے خلاف علم بغاوت بند کیا اور مہاراجہ رنجیت سنگھ
 کے والد سردار مہان سنگھ سے اہل اوطاب کی، مہان سنگھ شکر
 لے کر ڈھاگھر سے شاہ جیونہ پر حملہ آور ہوا، شاہ جیونہ اس وقت دفاعی
 چوکی تھی، جس پر کرم سنگھ بطور نگران متعین تھا، کرم سنگھ نے
 شکست تسلیم کر لی، مہان سنگھ اور صاحب خاں کی افواج نے مسن
 تک تمام علاقہ فتح کر لیا، سلطان محمود نے گڑھ مہاراجہ، منکیرہ، ملتان
 اور شورکوٹ کے والیان ریاست سے کمک حاصل کر کے مہان سنگھ اور
 صاحب خاں کو شکست دی، مہان سنگھ واپس چلا گیا اور صاحب خاں
 روپوش ہو گیا، چھ ماہ بعد صاحب خاں کو خبر ملی کہ اس وقت جھنگ
 خالی ہے، سلطان محمود کی فوجیں باہر ہیں، اس نے موقع غنیمت جان کر
 جھنگ شہر پر حملہ کر دیا، اور قلعہ فتح کر کے سلطان محمود کی ماں کو جو بیٹے
 کے نام پر خود حکومت کرتی تھی موت کے گھاٹ اتار دیا، یہ واقعہ ماہ
 شعبان ۱۲۰۲ھ میں رونما ہوا، ضلع کے زعماء نے دونوں بھائیوں
 میں مفاہمت کرا دی، چنانچہ دونوں بھائی بیک وقت دربار لگانے لگے،
 مگر چھ ماہ بعد صاحب خاں کی نیت پھر خراب ہوئی اور اس نے سلطان محمود

اویانے جھنگ

کو قلعہ چوترہ میں نطربند کر دیا، محرم الحرام ۱۲۰۵ھ میں بالآخر اس نے
گلا گھونٹ کر سلطان محمود کا کام تمام کر دیا، لیکن خود بھی اسی سال
۲۴ جمادی الثانی کو عبرت ناک انجام سے دوچار ہوا، عین اس وقت
جب وہ بہرا باندھے اپنی دلہن کے پاس جا رہا تھا قتل کر دیا گیا، اس کے
قتل میں شاہ جیونہ کے سپیدوں اور بھروانوں کی سازش تھی۔ وہ اسے
عہد شکن اور حریص تصور کرتے تھے، بھروانوں اور منہی سیالوں نے
صاحب خاں کی بارات کا تمام ساز و سامان اور قلعہ کا کل مال و اسباب
لوٹ کر اپنا غصہ ٹھنڈا کیا۔ صاحب خاں کے قتل سے تین روز بعد
جھنگ کی ریاست کبیر خاں سیال کے سپرد کر دی گئی اور صاحب خاں
کی بیوہ نے بھی کبیر خاں سیال سے نکاح کر لیا، کبیر خاں
دورانہ پیش اور صلحت شناس تھا، اس نے دیگر حکمرانوں اور
خاص طور پر سکھ لٹیروں کی دست برد سے جھنگ کو محفوظ رکھنے
کی ہر ممکن تدبیر کی، گیارہ سال حکومت کرنے کے بعد وہ ۱۲۱۶ھ
میں فوت ہو گیا، اس کا بیٹا احمد خاں اس کی زندگی میں ہی باغی ہو گیا
تھا۔ احمد خاں نے باپ کو بے حد تنگ کیا اور خود ریاست کا مالک
بن بیٹھا۔

ادیانے جھنگ

مہاراجہ رنجیت سنگھ کا قتل

مہاراجہ رنجیت سنگھ نے کبیر خاں کے بیٹے احمد خاں کو جھنگ کا حکم ران تسلیم کر لیا تھا، لیکن اس کی نیت میں فتور تھا، وہ دراصل خود براہ راست حکومت کا خواہش مند تھا، اس نے براستہ چنیوٹ حملہ کیا، چنیوٹ فتح کر کے اپنی قلمرو میں شامل کر لیا۔ اور پھر ۱۸۰۹ عیسوی میں جھنگ پر زبردست یورش کی، احمد خاں نے ساٹھ ہزار روپیہ سالانہ خراج کی پیشکش کی، جس پر مہاراجہ نے صلح کر لی اور واپس چلا گیا، لیکن تین سال بعد پھر احمد خاں پر عہد شکنی کا الزام لگا کر حملہ آورا سکھوں نے جھنگ نگھیانہ کے مضائقہ میں دو ماہ تک زبردست قتل و غارت اور لوٹ مار جاری رکھی، احمد خاں قلعہ میں محصور ہو گیا۔ مہاراجہ نے قلعہ پر گولہ باری کر کے اسے فتح کر لیا، اس مہم میں جھنگ نگھیانہ کی غیر مسلم آبادی نے سکھ فوج کا ساتھ دیا۔ احمد خاں موقع پا کر اُچ گل امام کے قلعہ میں پناہ گزیں ہو گیا، اسی دوران احمد خاں نے پھر مہاراجہ سے سلسلہ جنیبانی شروع کی، آخر کار مہاراجہ ساٹھ ہزار روپیہ سالانہ خراج اور احمد خاں کے لڑکے عنایت خاں کو بطور پرغمال قبول کرنے پر رضامند ہو گیا۔ قلعہ کو مہاراجہ میں دونوں

اویانے جھنگ

کے درمیان معاہدہ صلح طے پا گیا اور احمد خاں نے اپنے بیٹے عنایت کو
 مہاراجہ کے حضور میں بطوریرغمال پیش کر دیا، مہاراجہ عنایت کو اپنے
 ہمراہ لاہور لے گیا، اور فوج میں بھرتی کر لیا۔ پھر اسے لاہور کے قریب
 پرگنہ میر ووال کا رئیس مقرر کر دیا گیا، لیکن جب چھ ماہ بعد ملتان پر چڑھائی
 کرنے کے لئے کھڑک سنگھ کی قیادت میں فوج روانہ کی تو عنایت خاں کو
 بھی اس کے سپرد کر دیا، سکھوں نے ۲۲ رمضان المبارک ۱۲۲۸ھ ہجری
 کو براہ جھنگ ملتان فتح کر لیا، عنایت خاں کو لیتے کا حاکم مقرر کر دیا
 گیا۔ ایک سال بعد عنایت خاں کا سووال کے مقام پر راجہ گلاب سنگھ
 اور دیوان ساون مل حاکم ملتان کے درمیان لڑائی کی بھینٹ چڑھ گیا،
 اس کے بعد جھنگ پر دیوان مول راج نے حکومت سنبھالی، یہ شخص
 اچھا فرماں روا ثابت ہوا۔ اور لوگوں کو اطمینان اور دل جمعی کی زندگی
 نصیب ہوئی۔

سکھوں کے عہد حکومت کے یادگار آثار میں ساحل چناب
 پر واقع ایک عظیم مندر ہے، جو آج بھی سیاحوں کی خصوصی توجہ کا مرکز
 بنتا ہے۔ یہ مندر جموں کے مہاراجہ گلاب سنگھ نے چنیوٹ پر قرضہ کرنے
 کے بعد تعمیر کرایا تھا۔ اسی طرح جھنگ سے چھ میل دور موضع باغ کے
 نزدیک نانک سرنام کا گاؤں آباد ہے۔ یہاں بابا نانک تشریف لائے تھے

اویانے جھنگ

اور ایک روز قیام فرما رہے تھے، بعد ازاں اسی مقام پر گور و گوبند سنگھ نے ایک شان دار عمارت بنوائی جو سکھوں کے نزدیک متبرک تصور کی جاتی ہے۔

اس کے بعد مختلف ہندو اور سکھ جھنگ پر حکومت کرتے رہے، سیالوں کی حکومت عملاً معدوم ہو چکی تھی، البتہ ان کو جاگیروں سے نوازا گیا۔ اور بعض رئیسوں کے وظائف بھی مقرر ہوئے جو انگریزی عہد تک قائم رہے، انہی جاگیرداروں کی وجہ سے سیال آج تک زمیندار بنے ہوئے ہیں۔

۱۸۴۹ء میں پنجاب پر انگریزوں کا تسلط قائم ہو گیا، ضلع جھنگ نتیجتاً براہ راست برطانوی عمل داری کے تحت آ گیا، برطانوی دور کا پہلا ڈپٹی کمشنر اجرین تھا، جس نے ریاستوں کی حد بندی ختم کر کے از سر نو مال گزاری کی شرح مقرر کی اور بندوبست اراضی کا اہتمام کیا۔ ابتدا میں برطانوی حکومت نے جھنگ کو چار تحصیلوں میں تقسیم کیا، تحصیل چنیوٹ، تحصیل قادر پور، تحصیل شورکوٹ اور تحصیل گڑھ مہاراجہ، مگر ۱۸۶۶ء کے بندوبست مال کے مکمل ہونے پر گڑھ مہاراجہ اور قادر پور کی دو تحصیلیں ختم کر دی گئیں، اور جھنگ کی تحصیل وجود میں آئی، گمھیانہ شہر کے موجودہ چوک بازار میں عدالتیں اور سرکاری دفاتر تعمیر ہوئے، میونسپلٹی جھنگ کی بنیاد ۱۸۸۰ء میں رکھی گئی

اولیائے جھنگ

شہری آبادی روز افزوں تھی، اس لئے عدالتیں اور دفاتر سابقہ مقامات سے اٹھا کر موجودہ احاطہ کچہری میں منتقل کر دئے گئے (یہ جگہ اس وقت شہر سے باہر تھا) اس کے علاوہ جھنگ کی حدود میں ان گنت روڈوں کے گئے۔ برطانوی حکومت کے قبضہ اقتدار کے وقت لہیہ، حیدرآباد، منکیرہ، پنڈی بھٹیاں، خوشاب، ساہیوال، کماہیہ، لال پور اور منٹگمری جھنگ کی حدود میں شامل تھے۔ ۱۹۱۱ء میں کماہیہ اور منٹگمری کو علاحدہ کر کے ضلع منٹگمری بنا دیا گیا، خوشاب، ساہیوال کو شاہ پور میں ضم کر دیا، ۱۹۰۶ء میں لال پور کا نیا ضلع معرض وجود میں آیا، یہ مظفر گڑھ میں اور منکیرہ و حیدرآباد ضلع میانوالی میں شامل ہو گئے، پنڈی بھٹیاں کا علاقہ بعد میں ضلع گوجرانوالہ میں شامل کر دیا گیا۔ اور شاہ پور ضلع سے لایاں کا علاقہ جھنگ میں شامل کیا گیا

انگریزوں کے خلاف نفرت

برطانوی حکومت کے خلاف اہل جھنگ کے قلوب میں سخت نفرت جاگزیں ہو گئی، اس کی دو وجوہ تھیں، نرعمائے علاقہ اس لئے ناراض تھے کہ ان کی حکومتیں اور اقتدار چھین گیا تھا، عوام انگریزوں کو کافر قرار دیتے تھے، ابتداء میں انگریزوں کو نظم و نسق سنبھالنے میں بڑی مشکلات پیش آئیں، مختلف مقامات پر قوموں اور قبیلوں نے لوٹ مار کا سلسلہ

ادلیئے جھنگ

شروع کر دیا، انگریز افسر قتل ہونے لگے، اور سرکاری مال لوٹا جانے لگا، اس قتل و غارتگری کا اہم مرکز کھچی کا علاقہ تھا، رفتہ رفتہ عوامی اضطراب منظم بغاوت کی صورت میں ظاہر ہوا۔ ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی میں کھچی کی جملہ قوموں نے نمایاں حصہ لیا، یہ مجاہدین جنگوں میں روپوش رہتے اور موقع ملتے ہی سرکاری گوداموں کو لوٹ لیتے، جب دہلی میں نشانِ حریت بلند ہوا تو اہل جھنگ قربانیاں پیش کرنے میں کسی سے پیچھے نہ تھے، یہاں کے قریشیوں، ماہی سیالوں، نولوں، سپروں، چنیوٹ کے بعض خوجوں اور عوانوں نے مجاہدین کے دستے دہلی کی جانب روانہ کر دیے، انگریز ڈپٹی کمشنر کا کس برکلے کو سخت صدمہ ہوا اور اس نے کثیر فوج لے کر کھچی پر حملہ کر دیا۔ مجاہدین نے تین ماہ تک کھیوہ خاں کے پوتے نصرت خاں جو مجاہدین کا کمانڈر تھا کی نگرانی میں ڈٹ کر مقابلہ کیا اس جنگ میں نصرت خاں شہید ہو گئے، قریب شہید ہو گیا۔ انگریز فوج کیل کانٹے سے لیس ہر طرح چاق و چوبند تھی۔ اس کے برعکس مجاہدین — مومن ہے، تو بے تیغ ہی لڑتا ہے سپاہی کے مصداق بغیر ساز و سامان و آلاتِ حرب کے جنگ لڑ رہے تھے، نتیجتاً ایک ہزار مجاہدین نے جامِ شہادت نوش کیا۔ ان سرفروشنوں کی قبریں ماچھیوال، چاندنہ، کوٹ شاگر اور تہہ ولایت شاہ کے وسیع و عریض میدانوں میں دعوتِ نظارہ دے رہی ہیں۔

اولیائے جھنگ

اس جگہ وہ لوگ دم ساڑھے ہوئے خاموش ہیں
 کارنامے جن کے جرات بخش و سلطوت کو شش ہیں
 ہیں یہاں مدفون وہ سبیں تن و زنجیں عسدار
 سینکڑوں قلب و نظر کرتے تھے جن کا انتظار
 دفن ہیں ان خاک کے نودوں میں وہ آنکھیں وہ دل
 منکشف تھے جن پہ اسرار و رموز آب و گل
 بیوگی دے کر جو البسیلی دلہن کے واسطے
 کٹ گئے اٹھتی جوانی میں وطن کے واسطے
 مجاہدین نے موضع بلغ سے چاریل دور ڈپٹی کشتہ زبکی کو قتل
 کر کے آتش انتقام بجھائی۔

۱۸۸۰ء تک جھنگ میں برطانوی حکومت مال گزاری کی
 وصولی کا نظام اپنے قابو میں لاسکی تھی، لیکن نفرت و کدورت منہوز
 باقی تھی، جسے انگریزوں نے رفتہ رفتہ بڑی بڑی جاگیروں اور اعزازات
 کا لالچ دے کر ختم کیا۔

جھنگ کے مسلمانوں نے بادلِ نخواستہ انگریزی سلطوت
 کے سامنے تسلیم خم کر دیا تھا، لیکن جب بھی موقع ملتا اس کے خلاف
 محاذ قائم کر لیتے۔ بیسویں صدی میں تحریکِ آزادی نے ملک گیر پیمانے

اولیٰ نے جھنگ

پر جوہم شروع کی تھی، جھنگ والوں نے اسے آگے بڑھانے میں جوش و خروش سے
 حصہ لیا، لیکن ضلع کے بااثر اور متمول زمیندار جن میں بعض خوبے، سید، سیال
 اور قریشی شامل ہیں حکومت کے ملک خوار بن گئے۔ ۱۹۱۸ء میں حضرت مولانا
 محمد علی جوہر کی جھنگ میں تشریف آوری کے موقع پر کچھ صورت حال بدلی۔
 اہل جھنگ نے دس ہزار روپیہ فراہم کیا اور اپنے آپ کو تحریکِ خلافت کے پُر جوش حامیوں
 کی صف میں کھڑا کر کے گرفتاریوں کے لئے پیش کر دیا، جھنگ سے پہلی گرفتاری مولانا
 محمد ذاکر ناظم جامع محمدی شریفینے دی۔ پھر جب ۱۹۳۱ء میں مجلس احرار نے تحریکِ آزادی
 کشمیر شروع کی تو جھنگ سے چھ سو رونا کار مجاہد کشمیر پر پہنچے، اس تحریک کا شہید اول
 الہی بخش تھا، جو صیوٹ کا باشندہ تھا۔ اس کے بعد ۱۹۳۹ء میں دوسری جنگِ عظیم کے
 فوجی بھرتی شروع ہوئی تو جھنگ کے عوام اس کا باایکھاٹ کرنے میں پیش پیش تھے۔ فوجی
 بھرتی کے خلاف معاندانہ سرگرمیوں کے الزام میں کم و بیش دو سو اصحاب جیلوں میں ڈال دیے گئے
 جو طویل عرصہ تک قید و بند کی صعوبتیں اٹھاتے رہے لیکن وہ اپنے موقع ایک لہجے نہ بٹھے، ان میں نونہال
 شہید بھی تھا جو جیل میں اذیت کے باعث جاں بحق ہوا اور اس کے یادگاری جلسے میں پنڈت جواہر لال
 نہرو بھی شریک تھے۔ ۱۹۴۱ء میں جب ہندوستان چھوڑ دو کی تحریک زور پکڑا تو ملک کے دوسرے
 حصوں کی طرح یہاں سے بھی ہزار ہا افراد گرفتار ہوئے، تین ماہ تک شہر میں مکمل ہڑتال رہی اور
 نظامِ زندگی درہم برہم ہو گیا۔

برطانوی ہند کی جو فوج ۱۹۴۲ء میں برما، ملایا اور سنگاپور کے محاذ پر جاپانیوں کے برسرِ پیکار

اویانے جھنگ

تھی اس کے پھر جنرل موہن سنگھ اور کرنل محمد اکرم نے آزادی ہند کی خاطر بغاوت کر دی اور جاپانیوں سے مل کر آزاد ہند فوج کی بنیاد رکھی جسے بعد میں آزاد ہند حکومت کا نام دیا گیا بنگال کے سرٹ چندریوس اس کے پہلے صدر مقرر ہوئے، کپٹن مہاراجہ بیرخال رمانہ سیال جو اب گورنمنٹ ہائی سکول میں سکینڈ مہڈیا سٹریٹ میں آپ کے مشیر قرار پائے بعد ازاں جب سبھاش چندریوس نے آزاد ہند فوج کو دوبارہ منظم کیا تو مہاراجہ رمانہ نے اپنے اثر و رسوخ سے مسلمان نوجویوں کی خاصی تعداد کو آزاد ہند فوج میں بھرتی کر دیا۔ فوج میں مہر صاحب علاوہ بہت سی سپاہی اور کلرک بھی جھنگ کے باشندے تھے، اس فوج نے جاپانیوں سے گولہ بارود حاصل کر کے نئی پوزیشنیں اچھلی اور کویٹہ وغیرہ کے علاقے برطانیہ سے آزاد کر لئے لیکن جب ہیر شویما کی تباہی کے بعد جاپان نے ہتھیار ڈال دیئے، تو آزاد ہند حکومت کو بھی سیر انداز ہونا پڑا۔ مہاراجہ رمانہ اس جنگ میں زخمی ہو کر زنگون لکھنؤ اور سنگھور کے ہسپتالوں میں ۲۲ سال تک علاج رہے، اور ۱۹۴۷ء میں واپس وطن پہنچے، آزاد ہند فوج کے افسروں کو بلیک لسٹ کر دیا گیا ان میں مہر صاحب شامل تھے ان کو مزید یہ سزا دی گئی کہ انکی مٹرن کا حق منسوخ کر لیا گیا جو بعد میں حکومت پاکستان نے بھی اپیل کے باوجود بحال نہ کیا۔ پھر ۱۹۶۰-۶۱ء میں اہل جھنگ نے تحریک پاکستان میں بھی نمایاں حصہ لیا، قیام پاکستان کے سلسلے میں بھی سب سے پہلی قربانی جھنگ کے ایک مجاہد قاضی محمد شریف نے پیش کی تھی، قاضی شریف کا مزار شہید روڈ پر نور مسجد کے صحن میں موجود ہے، شہید روڈ انہی کے نام سے موسوم ہے، میری دانست کے مطابق ملکی تحریکیوں میں اہل جھنگ کی قربانیاں ایک مستقل کتاب کا موضوع ہیں، جس کا ابھی انتظار ہے۔

ادبیات جھنگ

حضرت ابو زید محمد

ولادت: ۱ - ۹۹۷ھ

وفات: ۲ - ۱۰۵۶ھ

مدفن: ۳ - شورکوٹ شہر

حضرت ابو زید محمد (بعض روایات کے مطابق بازید محمد) سادات بنو ہاشم میں سے تھے، آپ کا شجرہ نسب تیس واسطوں سے حضرت علی علیہ السلام سے اور سولہ روحانی واسطوں سے حضرت غوث الاعظم سیدنا عبدالقادر جیلانی سے ملتا ہے آپ کا خاندان عباسی حکومت کے زوال پذیر ہونے پر ہجرت کر کے افغانستان چلا آیا، جہاں آپ کے ایک بزرگ شاہ حسین نے ہرات پر قبضہ کر کے اپنی حکومت کی طرح ڈالی۔ یہ افغانستان میں پہلی ہاشمی حکومت تھی، شاہ حسین کے بعد ان کا بیٹا شاہ امان ہرات کا حاکم مقرر ہوا۔ چند سال بعد شاہ امان کی حکومت کو ایک جنگ میں شکست ہو گئی جس سے آپ کے خاندان کو ہجرت کرنی پڑی، اور حضرت ابو زید محمد اپنا خاندان لے کر ہندوستان آئے۔ اس وقت جہاں گیر دہلی کے تخت پر متمکن تھا۔ آپ نے جہاں گیر سے ملاقات کی، اس نے آپ کو پنجاب میں سکونت اختیار کرنے کی اجازت دی، چنانچہ آپ خوشاب ضلع سرگودھا کے قریب ایک گاؤں میں آباد ہو گئے۔ اسی دوران آپ کی علمی اور فوجی صلاحیتوں

ادبیائے جھنگ

کا چرچا ہو گیا چنانچہ آپ کو صوبہ دار ملتان نے اپنے پاس بلا کر امرائے دربار میں شامل کر لیا، اسی دوران قصبہ مہروٹ (جو آج کل بجرہ کرا مرٹ ہو گیا ہے) کے ہندو حاکم نے بغاوت کر کے مہروٹ ضلع ڈیرہ غازی خاں کا علاقہ ملتان کی صوبہ داری سے آزاد کر لیا، جب ملتان کے حاکم کو اس شورش و بغاوت کی اطلاع ملی تو اس نے آپ کو فوج کا کمانڈر مقرر کر کے بغاوت فرو کرنے کے لئے بھیجا، چنانچہ زبردست لڑائی کے بعد راجہ مہروٹ شکست کھا کر قلعہ میں محصور ہو گیا، آپ نے قلعہ کا تین ماہ تک محاصرہ جاری رکھا، ایک روز موقع پا کر قلعہ میں داخل ہو گئے۔ جہاں مہاراجہ دربار لگائے بیٹھا تھا، آپ نے ایک ہی وار سے اس کا سر تسلیم کر دیا، مہاراجہ کے مٹھی بھر درباریوں نے آپ کو زندہ یا مردہ پکڑنے کی کوشش کی۔ لیکن آپ نے موقع پا کر قلعہ کا دروازہ کھول دیا، جس سے مسلمان فوج قلعہ میں داخل ہو گئی اور اس طرح قلعہ فتح ہو گیا، مہاراجہ کا سر صوبہ دار ملتان کے سپرد کر دیا گیا اس کے صلہ میں حاکم ملتان نے آپ کو شورکوٹ میں جاگیر عطا کی۔

آپ ملتان کے بعد شورکوٹ چلے آئے اور مستقل سکونت اختیار کر لی، بعض روایات کے مطابق آپ کچھ عرصہ ضلع میانوالی کے علاقہ بھکتر اور کالا باغ میں بھی مقیم رہے۔

مورخین نے آپ کی اولاد میں صرف حضرت سلطان باہوج

کا ذکر کیا ہے، یہ علم نہیں ہو سکا کہ ان کے علاوہ اور بھی آپ کی کوئی اولاد

اویائے جھنگ

تھی یا نہیں۔

آپ جلالی بزرگ تھے، سلسلہ سہروردیہ، قادریہ کے مبلغ تھے۔
 عبادت و ریاضت آپ کو ورثہ میں ملی تھی، فرض و سنت تو کیا، نوافل
 و مستحب تک کی ادائیگی کا التزام فرماتے تھے، ساری زندگی اتباع شریعت
 میں گزاری، شریعت کے تارک اصحاب سے مراسم رکھنا پسند نہ کرتے
 تھے، صد درجہ کے سخی اور خدا ترس تھے، آپ کی وفات ساٹھ سال کی
 عمر میں، ہجری ۵۰۵ء میں ہوئی، اور آپ کا جسد شہر کوٹ شہر میں دفن
 کیا گیا۔ جہاں آپ کا مزار موجود ہے، عقیدت منداں باہو مزار کی حاقمہ
 کو سعادت سمجھتے ہیں۔



اولیائے جہنگ

حضرت حاجی احمد درویش

ولادت: ۱۲۶۸ھ

وفات: ۱۳۷۱ھ

مدفن: صحن جامع مسجد نور شہید روڈ

جھنگ صدر

حضرت حاجی احمد درویش وقت کے عظیم صاحب سلوک اور با عظمت بزرگ تھے، ان کی زندگی کا بیشتر حصہ جھنگ صدر میں گزرا، نہایت تشریح، متوکل، گم گویا، سادگی پسند تھے، دس سال کی عمر میں صوم و صلوة کے سخت پابند ہو چکے تھے، نماز تہجد اختیار کر لی تھی اور مرتے دم تک پابندی سے تہجد ادا فرماتے رہے۔

ان کے حالات زندگی جو مختلف ذرائع سے ملے ہیں، ان کے مطابق حاجی احمد درویش ڈیرہ اسماعیل خاں کے مشہور بلوچ قبیلہ کے چشم و چہراغ تھے ان کے والد سلسلہ چشتیہ سے منسوب تھے، ابتدائی عمر میں آپ بھی اپنے والد سے سلسلہ چشت سے بیعت تھے، ابتدائی تعلیم اپنے آبائی گاؤں میں حاصل کی، شرعی علوم والد صاحب سے اخذ کئے۔ طبیعت میں جلال تھا، پیدائشی

اولیائے جھنگ

ولی تھے اور بچپن ہی سے خلافِ شرع لوگوں کی صحبت سے گریز کرتے تھے۔ علماء و صوفیاء کی صحبت میں بیٹھتے، عموماً ذکر الہی میں مشغول رہتے اور حلالِ سوزی کاتے اور کھاتے۔ تشریباً بائیس برس کے تھے جب اپنے مرشد کے حکم پر جھنگ تشریف لائے آپ نے ریل بازار کی ایک دکان میں رہائش اختیار کی، آپ کا پیشہ برتنوں پر قلعی کرنا تھا۔ حسبِ معمول روزانہ تہجد کے لئے بیدار ہوتے، نماز فجر کے وقت تک تہجد پڑھنے کے بعد ذکر الہی میں مشغول ہو جاتے، فجر اول وقت میں ادا فرماتے، اس کے بعد پھر ذکر الہی میں محو ہو جاتے، جب آفتاب طلوع ہوتا تو نماز اشراق پڑھتے۔ اس کے بعد کام پر بیٹھ جاتے۔ اپنی ضرورت کے مطابق کام کرتے، روزمرہ کی ضرورت سے نانڈ ایک پائی کا بھی کام نہ کرتے، اگر ان کے پاس کام زیادہ آتا تو واپس کر دیتے یا روزانہ ضرورت کے تناسب سے وعدہ کرتے، اور پھر کھانا کھاتے، دوپہر کو چند لمحے آرام کرتے اور پھر عبادات میں مصروف ہو جاتے، ان کی زندگی کا آخر تک یہی معمول رہا۔

زیادہ بات نہ کرتے، نماز عشاء کے بعد تھوڑی دیر تک اپنے محدود دستوں کے ساتھ شرعی مسائل و احکام و اذکارِ اولیاء پر گفتگو کرتے، صرف ایسے لوگوں کو قریب بٹھاتے جو ان کے معیار و اندازِ فکر پر پورے اترتے، راقم الحروف نے خود اپنی آنکھوں سے ان کے معمولات کا مشاہدہ کیا ہے۔ پیر فتح شاہ اور مانی مھلیاں الی عموماً ان کے ہم نشین ہوتے۔

اولیائے جھنگ

جھنگ آنے سے قبل بغداد تشریف لے گئے اور حضرت محی الدین

عبدالصمد درجیلانی غوث الاعظم کے مزار پر حاضری دی اور وہاں سے
سلسلہ قادریہ سے بیعت ہوئے۔ اور جھنگ تشریف لائے، قریباً

۱۳۱۷ھ ہجری میں آپ حج بیت اللہ سے مشرف ہوئے

ان کے دوستوں میں ایک شخص خدا بخش نہاریہ مرحوم تھے،

وہ عموماً رات کو ان کی مجلس میں شامل ہوتے، ان کا بیان تھا کہ ایک رات
میں ان کی رہائش گاہ پر حاضر ہوا۔ باہر کا دروازہ کھلا تھا، میں حسب معمول اندر
چلا گیا، اندر کے کمرہ کا دروازہ بھی کھلا تھا، اور چراغ جل رہا تھا، میں نے
جو نہی دروازہ میں قدم رکھا تو ایک نظر دیکھا جس سے میں ڈر گیا کہ درویش
صاحب کا جسم کٹا پڑا ہے، سر، بازو اور دیگر اعضاء علیحدہ علیحدہ ہوتے
پڑے ہیں، مجھے ایسا محسوس ہوا کہ جیسے کسی نے قتل کر دیا ہے، میں گھبرا کر
باہر بھاگا تو اچانک مجھے درویش صاحب نے بلا لیا، اور فرمایا خدا بخش ڈر گیا
میں تو زندہ سلامت ہوں۔ پھر خدا بخش کو پاس بٹھایا اور ذکر الہی میں
مصروف ہو گئے۔

حاجی احمد درویش کے ایک قابل اعتماد عقیدت مند حاجی محمد شریف

ٹین ساز ہیں جو ان کے زندگی بھر خادم رہے اور ان سے ہی فیض حاصل
کیا، ان کا بیان ہے کہ ایک دفعہ مرشد نے ان کو ایک خط دیا کہ لاہور

ادبیات جھنگ

جا کر حضرت داتا گنج بخشؒ کے آستانہ عالیہ پر پیش کریں اور جو جواب وہ عنایت فرمائیں اس سے مجھے مطلع کریں، چنانچہ مرشد کے حسب فرمان وہ لاہور گئے، داتا صاحب کے آستانہ پر حاضری دی، ان کا بیان ہے کہ تھوڑی دیر بعد داتا صاحب تشریف لائے اور مجھ گناہ گار سے دریافت کیا۔ میں نے اپنے مرشد کا رقعہ پڑھ کر ان کو سنایا، انھوں نے جواب ارشاد فرمایا تو میں نے واپس آ کر انھیں بتا دیا، جواب سننے سے قبل مرشد نے مجھ سے کہا۔ پہلے داتا صاحب کا حلیہ مبارک بیان کرو، میں نے حلیہ مبارک عرض کیا تو پھر رقعہ کا جواب سنا۔

حاجی محمد شریف اس واقعہ کے بعد متعدد بار آستانہ عالیہ گنج بخشؒ پر حاضر ہوئے، لیکن ان کو پھر داتا صاحبؒ کی زیارت نصیب نہ ہو سکی۔ اس ایک واقعہ سے ہی حاجی احمد درویش صاحب کی عظمت و بزرگی اور بلندی درجات کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے، وفات سے کچھ دن قبل آپ ریل بازار کی دوکان چھوڑ کر حاجی محمد شریف کے مکان پر رہائش پذیر ہو گئے تھے، جس رات ان کا انتقال ہوا حاجی محمد شریف ان کی خدمت میں معمول کے مطابق حاضر تھے تو انھوں نے فرمایا۔ "میرے بچوں کا یعنی حاجی محمد شریف کی اولاد کا خیال رکھنا۔" درویش صاحب ان بچوں سے بہت رکھتے تھے۔ حاجی محمد شریف اپنے مکان میں چلے گئے، عشاء کے بعد پھر حاضر ہوئے

اویانے جھنگ

تو فرمایا۔ " اچھا بیٹا سپردِ خدا " مگر حاجی محمد شریف ان کے کلمات کی
 تہ کو نہ پہنچ سکے، لیکن بے قرار رہے، کوئی دو گھنٹے بعد اپنے تلبی اضطراب
 کو..... ددر کرنے کے لئے پھر مرشد کے پاس آئے تو وہ چار پائی
 پر بیٹھے تھے، معمول کے مطابق تسبیح ہاتھ میں تھی۔ حاجی صاحب تھوڑی
 دیر مودب بیٹھے رہے کہ وہ خود ارشاد فرمائیں گے۔ پھر انھوں نے کھنکارا،
 ان کے سامنے حقہ رکھا، مگر ان کے جسم کو حرکت نہ ہوئی تو حاجی محمد شریف نے
 ان کے قدموں کو ہاتھ لگایا، مگر وہاں تو جسدِ خاکی تھا، رُوح پرواز کر چکی تھی۔ اسی
 وقت ان کے انتقال کی خبر شہر بھر میں پھیل گئی، دوسری صبح ان کو غسل دیا گیا، اور
 قبرستان مائی ہیر میں تدفین کے لئے جنازہ لے گئے، مگر ان کے لئے قدرت نے
 دوسری جگہ مقرر کر رکھی تھی، چنانچہ وہاں سے ان کا جسد پھروالپس لاکر شہید
 جامع مسجد لور کے احاطہ میں سپردِ خاک کیا گیا،

حاجی محمد شریف کا بیان ہے کہ انتقال کے روز عصر کے وقت
 حضرت صاحب نے خود غسل کیا اور کپڑے تبدیل کئے۔ گویا انہیں پہلے سے خبر تھی
 جس وقت ان کا جسد قبر میں رکھا گیا تو ایسا محسوس ہوتا تھا کہ وہ زندہ ہیں۔
 حضرت احمد درویش چونکہ قناعت پسند، سادہ طبیعت، متوکل
 اور متوسل بزرگ تھے، اس لئے بہت کم دوسروں کے ہاں جاتے، جھنگ کے
 ایک ڈپٹی کمشنر چوہدری بشیر احمد تارڑ نے جو ان کے ہاں اکثر حاضری دیتے
 ادبیتے جھنگ

تھے، ان سے درخواست کی کہ رمضان شریف ان کے ہاں گزاریں، انھوں نے وعدہ کر لیا، جو نہی سوال کا چاند نظر آیا آپ ان کی کوٹھی سے میزبان کو اطلاع دے بغیر اپنی رہائش گاہ پر چلے آئے، اور جب بشیر احمد تارڑ نے ان سے کہا کہ حضور مجھے تو آنے دیتے تو انھوں نے فرمایا میں نے تو وعدہ صرف رمضان شریف کے لئے کیا تھا، سوال کا چاند ہونے پر وعدہ پورا ہو گیا۔ اگر میں مزید ٹھہرتا تو وعدہ خلافاً ہوتی۔

حاجی احمد درویش شریعت کے تمام چھوٹے بڑے احکامات کی پابندی کرتے تھے۔



اولیائے جہنگ

خلیفہ صوفی احمد یار

ولادت :- ۱۸۳۸ء

وفات :- ۱۹۳۶ء

مدفن :- قصبہ چاندنہ، کچھی تحصیل جھنگ

حضرت خلیفہ صوفی احمد یار صاحب، کچھی کے مشہور صوفی بزرگ اور باکرامت متوکل درویش ہوئے ہیں۔ آپ حضرت سلطان شہید کھوکھر قطب شاہی کے ہم عصر حضرت میاں دلیل کی اولاد میں دسویں پشت تھے آپ کی ولادت ۱۸۳۸ء ماہ اپریل میں ہوئی۔ آپ کے والد محترم خلیفہ محمد یار صاحب بھی اپنے وقت کے مشہور بزرگ ہوئے ہیں۔ اس خاندان کے اکثر بزرگ حضرت زکریا ملتانی کی اولاد کے تابع و خدام رہے۔ خلیفہ صاحب خاندانی اعتبار سے اولیائے عظام کی نگاہوں میں باعتبار شمار ہوتے تھے، خدا تعالیٰ نے آپ کو روحانی فیوض و برکات کے علاوہ فن شہ سواری کا ملکہ بھی عطا کیا تھا، جس کے باعث مختلف بااثر شخصیتوں نے ہمیشہ آپ کا احترام کیا، اور انعامات سے نوازا، چونکہ آپ توکل و فقر کے رسیا تھے، اس لئے دنیاوی مال و دولت کی کبھی پرواہ نہ کی دنیاوی دھندوں سے بے نیاز رہے، ساری زندگی سلوک و معرفت کی منزلوں

ادبیائے جھنگ

میں گزارے، اویانے عظام کی حرمت اور دینِ حق کی تبلیغ آپ کا شغل رہا یہی وجہ ہے کہ مختلف آستانوں سے آپ کا سلسلہ نیاز مندی قائم رہا خاص طور پر آستانہ عالیہ حضرت غوث بہاؤ الحق زکریا ملتانی سے روحانی فیض کی دولت سمیٹی، اسی باعث تزکیہ نفس پر زیادہ زور دیتے اور مجاہدہ و ریاضت کو مستقل طور پر اختیار فرمایا، عموماً وظائف فرماتے، عبادت میں مصروف رہتے، خاص طور پر رات کے پچھلے پہر آپ خشوع و خضوع سے مصروف عبادت ہوتے، اور آپ پر استغراق طاری رہتا تھا۔ آپ نے ابتدائی تعلیم دین حاصل کرنے کے بعد حضرت غلام حیدر علی شاہ جلالپوری سے بیعت فرمائی۔ بعد میں حضرت خواجہ شمس الدین سیالوی سے فیض حاصل کیا، آپ چشتیہ سلسلہ کے مسلم مبلغ تھے، آپ مقبول بارگاہ تھے جو زبان سے فرماتے، خدائے ذوالجلال کے حکم سے وہی ہوتا، آپ سے بے شمار کرامات مشہور و منسوب ہیں، آپ کا انتقال ۱۹۳۷ء میں ہوا۔ اور علاقہ کھچی کے قبرستان گل محمد میں دفن ہوئے۔ آپ کی اولاد بھی علم و عمل کی دولت سے فیض یاب ہوئی، آپ نے تین شادریاں کیں لیکن اولاد نصیب نہ ہوئی کیونکہ بچے پیدا ہوتے اور فوت ہو جاتے، بعد میں آپ کو احساس ہوا کہ قصیدہ بردہ کسی مجاز بزرگ کی اجازت کے بغیر پڑھتے تھے، چنانچہ آپ نے پیر غلام حیدر علی، حبلا پور شریف

اویانے جھنگ

سے قصیدہ پڑھنے کی باقاعدہ اجازت حاصل کی، جس کے بعد اللہ تعالیٰ نے آپ کو اولاد زریعہ عطا فرمائی۔ اولاد زریعہ میں مولوی صفدر مرحوم۔
 مولوی ارشاد علی اور شہ سوار محمد انعام تین بیٹے ہوئے۔ مولوی
 ارشاد علی کے صاحب زادے ظفر قبال احمد ہیں، جو فقہاء کے
 خادم ہیں۔

حضرت خلیفہ صوفی احمد یار صاحب کو آستانہ غوث بہار الحق ذکر یا
 سے خلافت ملی اور حضرت شاہ جیونہ، حضرت غلام حیدر شاہ صاحب
 جلاپوری ضلع جہلم، حضرت خواجہ شمس الدین سیالوی اور مولوی مراد علی
 صاحب کھیڑا کے خدام و سجادگان سے قلبی مراسم استوار رہے۔



اولیائے جہنگ

حضرت شاہ اسمعیل بخاری

ولادت: ۶۲۲ھ

وفات: ۸۵۰ھ

مدفن: ٹھٹھی چنیوٹ شہر

حضرت شاہ اسمعیل بخاری حضرت سید شیر شاہ جلال سرخ بخاری

آج شریف کے خاندان کے حکیم و چراغ تھے، آپ اپنے مرشد حضرت
چراغ دہلوی کے حکم پر ہجری ۸۵۰ھ میں جھنگ تشریف لائے۔ ضلع
جھنگ میں سادات بخاری نے جس فیاضی سے روحانی علم و عرفان تقسیم
کیا وہ انہی کا حصہ ہے۔

حضرت شیر شاہ جلال بخاری و دودھ خود جھنگ تشریف

لائے، پھر آپ کے صاحب زادے مخدوم سید احمد کبیر نے بھی اس خطہ کو
روحانی فیوض و برکات سے نوازا۔ ان کے بعد حضرت مخدوم جہانیاں
جہاں گشت نے بھی جھنگ کو اپنے علم سے نوازا۔ فرمایا، اور پھر ان کی
اولاد نے تو مستقل طور پر جھنگ کو منبع فیض بنا دیا۔ سینکڑوں بزرگ
اس گھر سے متمتع ہوئے اور علم و معرفت کا نور پھیلا، حضرت شاہ

ادیلے جھنگ

اسماعیل بخاری صاحب کرامت بزرگ تھے، آپ سید احمد کبیر ثانی کے نواسے تھے اور دہلی سے شمسک ضلع کرنال سامانہ ضلع پیالیہ اور اچھڑال سے ہوتے ہوتے وار دھنیوٹ ہوئے، آپ نے متعدد غیر مسلم قبیلوں کو حلقہ بگوش اسلام کیا، آپ کے عقیدت مندوں کی تعداد لاکھوں تک پہنچتی ہے، آپ کی اولاد بھی دنیاوی اعتبار سے صاحب اقتدار رہی ہے اور اب بھی ہے، آپ کی اولاد کو شیخ سلیمان کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔ مشہور ہے کہ آپ کا ایک صاحب زادہ مخدوم جلیل الدین کے پاس پڑھتا تھا، مخدوم صاحب نے مسجد کی تعمیر کے لئے اپنے تلامذہ کو حکم دیا کہ گارا اور اینٹیں لائیں، شاگردوں نے تعمیل کی۔ اتفاق سے حضرت شاہ اسماعیل صاحب بھی اس طرف سے گزرے، اور انھوں نے دیکھا کہ ان کا صاحب زادہ بھی گارا سر پر اٹھائے جا رہا ہے، حضرت شاہ اسماعیل نے محض تفتن کے طور پر مخدوم صاحب سے فرمایا کہ سپید زادوں سے تو گارا نہ اٹھواتے، مخدوم صاحب نے جواب دیا کہ میں اپنے گھر کے لئے یہ خدمت نہیں لے رہا، بلکہ اللہ کا گھر بن رہا ہے۔ شاہ اسماعیل نے فرمایا "تو پھر یہ مسجد بھی آباد نہیں ہوگی"۔ مخدوم صاحب نے جواباً کہا کہ "مسجد آباد ہو یا نہ ہو، یہ اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے، مگر تمہاری اولاد میں علم دین نہیں آئے گا۔"

شاہ صاحب گھر چلے آئے، لیکن آپ کو اس بات کا سخت ملال

اولیائے مجتہد

ہوا اور آپ نے مخدوم صاحب سے بھی درگزر کرنے کو فرمایا اور اللہ کی بارگاہ
میں استغفار کی،

آپ کو اس واقعہ کا اتنا رنج ہوا کہ آپ نے باقی زندگی گوشہ نشینی
میں بسر کی۔ اور جب آپ کے انتقال کا وقت قریب آیا تو آپ نے وصیت
فرمائی کہ میرا جنازہ مخدوم جمیل الدین صاحب پڑھائیں چنانچہ آپ کا
انتقال ہجری ۱۲۵۸ھ میں ہوا، اور ٹھٹھی سپداں میں آپ کا مزار اب تک
مرجع خلاق ہے۔ آپ کی اولاد میں مشہور شخصیتیں گزری ہیں، ان میں میاں
چوہڑ شاہ، سید غلام عباس رئیس ٹھٹھی بالا۔ راجہ سید الطاف حسین سابق
ایم، ایل، اے وغیرہ شامل ہیں۔



اولیائے جہنگ

اصحاب

آمد:۔۔۔ ۱۳۰، ہجری

مدفن: قصبہ و جھلانہ جھنگ بھکر وڈ

قصبہ و جھلانہ میں "اصحاب" نام سے ایک بزرگ کا مزار موجود
 ان کی قبر قریب بادس گزلمبی ہے، ان کے نام کا کوئی علم نہ ہو سکا۔ صرف اس قدر
 معلوم ہوا ہے کہ یہ غازی محمد بن قاسم کے لشکر کے ساتھ ہندوستان آئے
 تھے، اور ملتان تک لشکر کے ساتھ رہے، لڑائی کے دوران یہ شہید ہو گئے
 ان کا دھڑ ملتان میں گر گیا، اور سر ہوا میں اڑتا ہوا اس جگہ آگرا، جہاں ان کا
 مزار موجود ہے۔ ان کا روحانی فیض جاری ہے، مشہور ہے کہ وبائی امراض
 مثلاً چیچک، خسرہ، ہیضہ، طاعون وغیرہ اس علاقہ میں کبھی نہیں پھیلا، بلکہ
 ان امراض میں مبتلا مریض ان کے مزار پر حاضری دے کر دعا مانگیں تو
 اللہ تعالیٰ ان کو شفا عطا کرتا ہے۔ ان کے مزار پر عقیدت مند چینا جو غلہ
 کی ایک قسم ہے تقسیم کرتے ہیں۔



ادبیٹے جھنگ

سید اللہ جو ایسا شاہ

ولادت :- ۱۲۷۵ ہجری

وفات :- ۱۳۲۷ ہجری

مدفن :- بلایا توانہ - تحصیل جھنگ

سید اللہ جو ایسا شاہ ساوات بخاری میں بھاکرمی خاندان کے صاحب سلوک و طریقت بزرگ تھے، آپ کے والد کا اسم گرامی بزرید مجید تھا۔ ابتداء میں ہی فقر و تخلیہ کے پرستار تھے۔ دنیاوی کاموں سے نفرت تھی۔ عموماً جنگل میں چلے جاتے، تنہائی اختیار کرتے اور ہمیشہ "اتک علیٰ کل شیء قدیر" کا ورد فرماتے رہتے تھے جب آپ سن بلوغ کو پہنچے تو مجد و بیت سے سرشار ہو گئے۔ والدین نے کوشش کی کہ آپ کی شادی کر کے گھریلو زندگی بسر کریں، مگر آپ کی لوحیں طرٹ لگی ہوئی تھی اس سے سزا و انحراف کا تصور بھی دل میں نہیں لاسکتے تھے۔ چنانچہ آپ مستقل طور پر گھر سے باہر چلے گئے، اور پورے بارہ برس جنگل میں تنہا رہائش پذیر رہے۔ اس دوران میں آپ کا عالم یہ تھا کہ طوفان میں دریا اس طرح پار کر جاتے جس طرح لہروں پر خس پوس تیرتے ہیں۔ عموماً تلاوت قرآن مجید

اولیائے جھنگ

فرماتے رہتے، جب آپ کی عمر چالیس سال کے قریب ہوئی تو آپ بلا
 پاتاؤں میں مقیم ہو گئے اور مختلف قوموں مثلاً وراج سلیمانے وغیرہ کو اپنا
 گرویدہ بنا لیا، سلیمانہ قوم کے جد مہیاں محمد بخش صاحب آپ کے مرید
 تھے، نواب اسماعیل خاں سیال جو جھنگ کے حکمراں تھے آپ کے
 بے حد عقیدت مند تھے، انھوں نے آپ کو جگہ عطا کی تھی، آپ
 کے پاس سینکڑوں لوگ فریادیں لے کر آتے آپ دعا فرماتے، مریضوں
 کو بامو لگاتے تو اللہ تعالیٰ ان کو شفا عطا فرماتا، آپ کی یہ کیفیت تھی
 کہ جب حاملہ عورتیں اولاد زینہ کے لئے دعا کرنے آتیں تو آپ فرما دیتے کہ لڑکا
 ہو گا اور اس کے جسم پر یہ نشانی ہوگی، جب اس عورت کے لڑکا ہوتا تو آپ
 کی بتائی ہوئی نشانی موجود ہوتی، بھکر پار کے مشہور عالم غلام محی الدین
 محدث اور زین العابدین آپ کے ارشد تلامذہ میں سے تھے۔ جھنگ
 شہر کے بیدار شاہ حسین شاہ سابق صدر بلدیہ آپ کی اولاد سے ہیں۔ آپ
 کا انتقال ہجری ۱۳۲۷ء میں ہوا اور پاتاؤں میں ہی دفن ہوئے۔
 آپ کا مزار مزاح خلائق ہے۔

اولیائے جھنگ

اللہ داد شاہ بخاری

ولادت :- ۴۶۲ ھ

وفات :- ۱۰۲۶ ھ

مدفن :- قصبہ پیر والا تحصیل جھنگ

حضرت اللہ داد شاہ سادات بخاری کے چشم و چراغ تھے، آپ کے والد سید فتح اللہ کو حکومت وقت کی تائید و اعانت کی وجہ سے خان کا خطاب ملا ہوا تھا، اس نے سرکاری کاغذات میں خان فتح اللہ کے نام سے مشہور تھے، سید فتح اللہ صاحب کے حضرت سید محبوب عالم عرف شاہ جیونہ سے خاندانی قرابت کے علاوہ ذاتی مراسم بھی تھے، ان سے حضرت شاہ جیونہ کی ہمیشہ محترمہ ان کے عقید میں آئیں اور حضرت اللہ داد شاہ اسی قابل احترام مائی صاحبہ کے بطن سے پیدا ہوئے، سید اللہ داد شاہ صاحب کرامت بزرگ تھے، آپ کی تربیت اپنے ماموں حضرت شاہ جیونہ نے فرمائی تھی، مغل حکمران ہمیشہ آپ کی تائید حاصل کرتے رہے، آپ کی اولاد میں سے اس وقت سید نسیم اصغر، سید علی رضا شاہ وغیرہ صاحب اثر لوگ موجود ہیں، آپ کی وفات قریباً ۱۰۲۶ھ میں ہوئی اور مزار موضع پیر والا میں موجود ہے۔

ادبیائے جھنگ

حضرت سلطان محمد باہو

ولادت: ۱۰۳۹ ہجری

وفات: ۱۱۰۲ ہجری

مدفن: قصبہ سلطان باہو تحصیل شورکوٹ

حضرت سلطان محمد باہو کا شجرہ ۳۱ واسطوں سے حضرت مولا علی مرتضیٰ سے اور ارحمانی واسطوں سے حضرت غوث الاعظم سیدنا عبد القادر جیلانی سے منسوب ہے، آپ کے والد محترم حضرت ابوزید محمد جہاں گیر کے عہد میں ہرات کے راستے وارد ہند ہوئے اور پھر مستقل طور پر شورکوٹ میں سکونت اختیار کر لی۔

ولادت

مورخین کی متفقہ رائے اور خود حضرت سلطان صاحب کے اپنے فرمودات کے مطابق آپ کی ولادت باسعادت ۱۰۳۹ ہجری میں ہوئی۔ مورخین نے آپ کے علاوہ حضرت ابوزید محمد کی کسی اولاد کا ذکر نہیں کیا۔ اسی وجہ سے کچھ نہیں کہا جاسکتا کہ آپ کے اور بہن بھائی تھے یا نہیں۔ آپ کی والدہ محترمہ بی بی راستی کے فرمان کے مطابق جب

ادبیائے جھنگ

آپ شکم مادر میں تھے تو آپ کی والدہ کو حمل کا بوجھ محسوس نہیں ہوتا تھا، اور جب آپ شکم مادر سے باہر تشریف لاتے تو دیگر عورتوں کی طرح آپ کی والدہ کو زچگی کی تکلیف محسوس نہیں ہوتی۔ آپ کی والدہ فرماتی ہیں کہ جب آپ دنیا میں تشریف لاتے تو چہرہ اس قدر تابناک اور پیشانی نور سے ایسی منور تھی کہ خود مجھے بھی مسلسل دیکھنے کی تاب نہ رہی۔ والدہ محترمہ نے ہی آپ کا نام محمد باہو تجویز کیا، جو دنیا سے روحانیت میں تاقیامت زندہ و تابندہ رہے گا، سلطان صاحب فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ میری والدہ کے درجات بلند کرے، جس نے میرا نام باہو رکھا۔ جو صرف ایک نکتہ کے اضافہ سے یا ہو بن جاتا ہے۔

بچپن

ابھی آپ کی عمر دو سال ہی کی تھی کہ آپ کے منور چہرہ کی ایک جھلک سے ہی غیر مسلموں کے دل گر ویدہ اسلام ہونے لگے، حیب دایہ آپ کو گاؤں کے گلی کوچوں میں سیر کے لئے جاتی تو آپ کا چہرہ دیکھ کر غیر مسلم کلمہ حق کہنے پر از خود مجبور ہو جاتے، اسی طرح متعدد غیر مسلم حلقہ بگوش اسلام ہو گئے، جس سے غیر مسلموں میں مہجان پیدا ہو گیا، ان لوگوں نے سلطان صاحب کے والد کے پاس آکر عرض کیا کہ آپ سلطان صاحب کی سیر کا وقت مقرر فرمائیں، تاکہ اس وقت غیر مسلم گھروں میں چھپ سکیں

ادبیات بھنگ

چنانچہ آپ کی سیر کا وقت مقرر کر دیا گیا، آپ والد کے ساتھ جب بھی گھر سے باہر جاتے غیر مسلم اپنے گھروں میں چھپ جاتے، جب آپ ماں کا دودھ پیتے تھے تو اس دوران رمضان المبارک کا چاند طلوع ہونے پر شبہ ہو گیا، لوگ آپ کی والدہ کے پاس آئے تو انھوں نے جواب دیا کہ کل اگر میرے سلطان نے دودھ نہ پیا تو رمضان کا پہلا روزہ ہوگا چنانچہ دو سو گز دن آپ نے سحری سے انطاری تک والدہ کا دودھ نہ پیا۔ آپ کے اس عمل سے مسلمانوں نے روزہ کی نیت کر لی، چنانچہ آپ سارے رمضان سحری سے انطار تک والدہ کا دودھ نہ پیتے رہے۔ ابتدا ہی میں اتباع شریعت کا یہ عالم تھا کہ بیان سے باہر ہے۔

جب آپ کی عمر اس قابل ہوئی کہ از خود گھر سے باہر جانے لگیں تو پھر غیر مسلموں نے داویلا کیا اور ان کو گھر سے باہر جانے کے لئے اوقات مقرر کرنے کی تجویز پیش کی جس پر آپ کے پاؤں میں گھنٹیاں باندھ دی گئیں، جب آپ چلتے تو گھنٹیوں کی آواز سن کر غیر مسلم گھروں میں چھپ جاتے، مگر تابہ کے ایک دن ایسا بھی آیا کہ گاؤں میں کوئی بھی غیر مسلم نہ رہا۔ اور سب حلقہ بگوشش اسلام ہو گئے۔

تربیت

جب آپ کی عمر دس گیارہ سال کی ہوئی تو آپ کے والد محترم

اویانے جہند

وفات پاگئے تو آپ کی ظاہری تربیت آپ کی والدہ نے فرمائی۔ سلطان صاحب
 کسی ظاہری مستدر علم و ارشاد سے وابستہ نہ ہوئے اور نہ ہی کسی کے سامنے
 زانوئے تلمذتہ کیا۔ آپ کو جو روحانی رتبہ و مقام بلا، وہ براہ راست
 بارگاہ رسالت سے عطا ہوا اور آپ کی روحانی بیعت بھی ہادی مرسل
 سے ہوئی۔ آپ بچپن میں ہی دن اور رات کا اکثر وقت عبادت میں گزارتے
 جنگلوں میں چلے جاتے۔ مسلسل مجاہدہ و ریاضت سے آپ کے قلب کی
 وسعتیں پھیلنے لگیں اور دنیاوی دستوروں سے گریز فرمانے لگے۔

بیعت

آپ خود فرماتے ہیں کہ ایک بار میں اپنی جاگیر میں جنگل کے وسط
 میں کھڑا تھا۔ کہ ایک تیز رفتار گھوڑا سوار میرے پاس پہنچا، مجھے اسلام علیکم
 کہا۔ میں نے جواب دیا، تو گھوڑا سوار نے مجھے گھوڑے پر بٹھانے کی ہدایت کی،
 میں بلا تامل گھوڑے پر بیٹھ گیا۔ تو میں نے سوار سے دریافت کیا، آپ کون
 ہیں؟ سوار نے فرمایا، میں علی بن ابی طالب ہوں۔ تمہیں بارگاہ رسالت
 میں بلا یا گیا ہے۔ یہ سن کر میرا دل خوشی سے اچھلنے لگا۔ میں امام الاولیاء
 کے پیچھے بیٹھا اپنی قسمت پر نازاں تھا، پل چھپکنے کی مہلت میں دربار رسالت میں حاضر
 ہو گیا، میں نے دیکھا کہ دربار لگا ہوا ہے حضور ایک بندہ کرسی پر تشریف فرما
 ہیں، حضور کے صحابہ کرام اور اہل بیت عظام آپ کے دونوں طرف کرسیوں

اولیٰ حضرت محمد

پر (بلند مقام پر) متمکن ہیں، میں بصد عجز و نیاز ہا دنی کائنات کے حضور حاضر ہوا
حضور نے مجھے گلے لگایا، اور میرا ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لے کر فرمایا کہ میں
نے تمہیں بیعت کر لیا ہے۔ پھر میں نے دیگر صحابہ کرام اور اصحابِ خانہ
رسول ص سے مصافحہ کا شرف حاصل کیا، مصافحہ کے بعد میں بصد ادب
کھڑا رہا، تو حضور نے فرمایا کہ اب تم ان کے سپرد ہو، اور اشارہ سے
مجھے حضرت غوث الاعظم سیدنا عبدالقادر جیلانی کے پاس بھیجا،
چنانچہ میری نسبت بارگاہِ غوثیت ہوئی، اس طرح میں کسی درمیانی واسطہ
کے بغیر بارگاہِ رسالت سے فیض یاب ہوا،

اتباعِ شریعت

آپ کی زندگی کا ہر لمحہ اتباعِ شریعت میں بسر ہوا، آپ
فرماتے کہ جس شخص نے شریعت کی اطاعت نہیں کی وہ خدا اور رسول کا
باغی ہے، اور اس کا مقام دوزخ ہے چنانچہ آپ کی زندگی مکمل اتباعِ
شریعت کا نمونہ تھی، آپ خود فرماتے ہیں سے

ہر مراتب از شریعت یافتم
پیشوائے خود شریعت یافتم

کرامات

آپ سے ہزاروں خوارق الفطرت واقعات منسوب و مشہور ہیں

اولیائے جہنگ

آپ کی زندگی میں علم و عرفان کا جو حقیقہ جاری ہوا تھا وہ اب تک جاری ہے اور قیامت تک تشنگان علم و عرفان اپنی پیاس بجھاتے رہیں گے، لیکن آپ عموماً اظہارِ کرامت کو پسند نہ کرتے، بلکہ فرمایا کرتے کہ یہ ولی کے سب سے زیب نہیں کہ وہ لوگوں کو اس طرح گرویدہ کرے، بلکہ ولی کامل کا عمل اور حلین لوگوں کو صحیح راہ پر لاتے۔

تاہم چند واقعات ضمنی طور پر قلم بند کرتا ہوں، ایک دفعہ آپ بھکر کی طرف سلطان حمید کے ہمراہ کسی بلند جگہ پر تشریف فرما تھے، کہ اچانک گھبرا کر اٹھ بیٹھے اور حمید سے کہا چلو یہ کسی ظالم کا تباہ شدہ گھر ہے۔ چنانچہ آپ تھوڑے فاصلہ پر ریٹلی جگہ تشریف لے گئے، اس دوران سلطان حمید کے دل میں خیال آیا کہ کاش میرے پاس قیمتی مصلیٰ ہوتا تو میں آپ کے نیچے بچھاتا، ادھر حمید کو یہ خیال آیا، آپ نے حمید سے فرمایا آنکھیں بند کرو اس نے آنکھیں بند کر لیں تو اسے ایک خوب صورت عورت نظر آئی جو نکاح کی طلب گار تھی، سلطان نے گھبرا کر آنکھیں کھول دیں، آپ نے دریافت کیا کہ کیا نظر دیکھا، حمید نے منظر بتایا، تو آپ نے فرمایا نکاح کیوں نہ کر لیا؟ حمید نے کہا کہ غلطی ہوئی جو ایسا خیال دل میں لایا، آپ نے فرمایا فقراء کو ان چیزوں کی ضرورت نہیں، یہ صرف دنیا داروں کے لئے ہے، جس نے حضور نبی کریم ص کا دامن تھاما وہ دنیاوی لذتوں سے آزاد ہو گیا، کیونکہ دنیا اولیائے جہنگ

کی ہوس ایمان کو بھسم کر دیتی ہے۔

ایک دفعہ موضع اچھروالی کا ایک نامی چور رحمت آپ کے حجرہ میں تعاقب کرنے والوں سے بچنے کے لئے آیا، تعاقب کرنے والے جب چلے گئے تو رحمت مطمئن ہو کر اٹھا۔ دو قدم چلا تھا کہ آپ نے فرمایا۔ رحمت اب تم نے پناہ لی ہے، لہذا اب ہمیشہ پناہ میں رہو گے، آپ کی ایک نظر نے رحمت کو چور سے ولی بنا دیا۔

ازواج و اولاد

سلطان صاحب نے مختلف اوقات شریعت کے مطابق چار شادیاں کیں، آپ کی پہلی بیوی حضرت مخدوم برہان الدین احمد لنگر مخدوم کے خاندان سے تھیں، دوسرا نکاح آپ نے اعوان قبیلہ کی ایک خاتون سے فرمایا۔ تیسری شادی اپنی ڈور کی ایک قرابت دار عورت سے کی، اور چوتھی شادی ملتان کی ایک ہندو عورت کو مسلمان کر کے کی۔ یہ عورت ساہوکار کی بیٹی تھی اور حضرت غوث بہاؤ الحق زکریا ملتانی کی روحانی عنایت سے حلقہ بگوشی اسلام ہوئی تھی۔

تذکرہ نویسوں نے آپ کی اولاد تریبہ کی تعداد اٹھ بتائی ہے، جن کے نام یہ ہیں۔ سلطان نور محمد، سلطان ولی محمد، سلطان لطیف احمد، سلطان صالح محمد، سلطان اسحاق محمد، سلطان فتح محمد، سلطان شریف محمد

اولیائے جھنگ

سلطان جہاں محمد جو آپ کی زندگی میں وفات پا گئے۔

خلفاء

آپ کا حلقہ ارادت آپ کی زندگی میں ہی، سندھ، سرحد،
افغانستان تک پھیل گیا، چنانچہ آپ نے متعدد اصحاب کو خلافت عطا کی
آپ کے خلفاء کے نام کتابوں میں محفوظ ہیں۔

شاعری

آپ کو خدا تعالیٰ نے شاعری کا اعلیٰ اور پاکیزہ فوق عطا فرمایا
تھا، معرفت میں ڈوب کر جو زبان سے فرماتے، وہ زندگی کی حسین تفسیر
بن جاتا، آپ کی صوفیانہ شاعری نے علم و ادب کی تاریخ میں نئے باب
کا اضافہ کیا، غزل فارسی اور پنجابی میں آپ کے متعدد شعری مجموعے موجود
ہیں، ان میں پنجابی ابیات کو شہرت و وام حاصل ہوئی۔

تصنیفات

آپ نے مختلف اوقات میں تقریباً ۱۳۰ کتابیں مختلف موضوعات
پر تحریر کیں، ان میں سے اب صرف ۲۶ کتابیں ملتی ہیں۔ باقی مرور زمانہ
کی نذر ہو چکی ہیں۔ جو کتابیں اس وقت موجود ہیں ان میں بھی بعض نامکمل
ہیں، معلوم ہوتا ہے کہ سیاسی حالات کی تبدیلیوں کی وجہ سے کتابوں کا ناورد
ذخیرہ ضائع ہو گیا، آپ کی مشہور کتابیں یہ ہیں۔ عین الفقراء، کبیر و صغیر

ادبیائے جہنگ

عقل بیدار کبیر و صغیر، مخزن الاسرار، دیوان غزل۔ دیوان فارسی۔
دیوان پنجابی، نور الہدی، مفتاح العارین۔

سیاسی اثر و رسوخ

آپ کے زمانہ زندگی میں ملتان کی صوبہ داری جس میں شوگر کوٹ
کا علاقہ بھی شامل تھا، شاہ جہاں کے بیٹوں شاہ شجاع، مراد و ارشکوہ
اور اورنگ زیب کے سپرد رہی۔ ان میں سے اورنگ زیب نے آپ کی
ملاقات کا شرف حاصل کیا، وارشکوہ آپ کا عقیدت مند تھا، لیکن آپ
ان میں سے اورنگ زیب عالم گیر کی زیادہ قدر کرتے تھے اور جب
اورنگ زیب قندھار کی مہم سے واپس آئے ہوئے قلعہ گڑھ مہاراجہ
میں چند روز مقیم رہا تو آپ ان سے ملنے خود تشریف لے گئے۔ اور وہی
میں اورنگ زیب سے ملاقات کی۔ رسالہ اورنگ شاہی آپ ہی کے
فرمودات پر مشتمل ہے۔

وفات

آپ کی وفات یکم جمادی الاول سن ۱۰۳۰ھ کو رونما ہوئی، اور
یہ آفتاب علم و معرفت اس دنیا سے فانی سے ظاہری طور پر روپوش ہو گیا
لیکن اس سورج کی روحانی کرنیں قیامت تک قائم رہیں گی، اور تشنگان
علم و عرفان کو فیض یاب کرتی رہیں گی۔ آپ کا جسد مبارک جس جگہ دفن کیا گیا وہ

ادیانے جھنگ

دریا کی زد میں آنے لگی، تو آپ نے ایک مُرید کو خواب میں آگاہ کیا، چنانچہ آپ کا جسد مبارک پہلی جگہ سے اٹھا کر دوسری جگہ دفن کیا گیا۔

محرم کا عرس

آپ کے مزار پر ہر سال ۳ سے ۷ محرم الحرام تک جو عرس منایا جاتا ہے یہ دراصل شہیدانِ کربلا کی یاد منائی جاتی ہے، آپ کا عرس نہیں ہے۔ اس کی ابتداء آپ نے اپنی زندگی میں فرمائی تھی، اس موقع پر آپ کے عقیدت مند لاکھوں کی تعداد میں وہ دراز سفر کر کے شامل ہوتے ہیں، تاہم آپ کا سالانہ عرس جمادی الاول کے پہلے ہفتے میں ہر سال منایا جاتا ہے۔

تاریخ وفات

مختلف شعراء نے ان کی تاریخ وفات نکالی ہیں جن میں سے تین کا ذکر کتابوں میں ملتا ہے،

کاشفِ اسرارِ حق اہل دین

کشتِ تاریخِ وفاتش بالیقین

” ابدی غلامِ بابو “

سلسلہ سجادگی

حضرت سلطان کے وصال کے بعد ان کے صاحب زادے

ادبیئے جہنگ

سلطان ولی محمد صاحب سجادہ نشین ہوئے، ان کی وفات کے بعد ان کے صاحبزادے
 سلطان محمد حسین صاحب کو یہ اعزاز ملا جو ۴۱ سال اس اعزاز پر متمکن رہے، ان
 کی وفات کے بعد حضرت شیخ حافظ سلطان اس مندر پر آئے ۲۲۰ سال
 سجادہ نشین رہے، ان کے بعد شیخ سلطان غلام باہو سجادہ نشین ہوئے
 یہ بھی ۴۱ سال فرائض سجادگی انجام دینے کے بعد ۲۶۳ھ میں وفات پا گئے
 ان کے بعد شیخ سلطان حافظ صالح محمد جانشین مقرر ہوئے، ان کی وفات
 کے بعد سلطان نور محمد چھٹے سجادہ نشین نام زد ہوئے۔ حضرت محمد امیر
 سلطان ان کے بعد ساتویں جانشین بنے اور حضرت حبیب سلطان موجودہ
 سجادہ نشین آٹھویں ہیں۔



ادبیائے جھنگ

پیر باقی شاہ

وفات :- ۱۱۷۸ ہجری
مدفن :- محلہ بھجوانہ، جھنگ صدر

پیر باقی شاہ خانوادہ شاہ جیونہ سے تعلق رکھتے تھے۔ آپ صاحبِ جذبِ بزرگ اور سیلابی فقیر تھے۔ بہت کم گو تھے، ہر وقت عبادت اور ذکرِ الہی میں مصروف رہتے، آپ عموماً رات کو اپنی جھونپڑی سے غائب ہو جاتے، جب لوگ ان سے دعا کے لئے کہتے تو آپ کا طریقہ یہ تھا کہ آسمان کی طرف انگلی اٹھاتے، گویا آپ لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرنے کی تلقین فرماتے :

یہ بھی مشہور ہے کہ رات کو مسجدوں کے چراغ بجھ جاتے تو آپ انہیں جا کر روشن کر دیتے۔ جن مسجدوں میں تخدام نہیں تھے یا عموماً غیر آباد رہتی تھیں ان میں صفائی و پاکیزگی کا خیال رکھتے۔

ان سے بہت کم خوارق و انتعات مشہور ہیں۔

آپ کی وفات ۱۱۷۸ ہجری میں ہوئی، اور آپ کا جسدِ ان کی جھونپڑی میں ہی دفن کیا گیا، جہاں اب مزار موجود ہے۔

اولیائے جھنگ

یہ بھی مشہور ہے کہ جمعرات کو بلاناغہ آپ کے مزار پر شیر حاضری
 دیا کرتا تھا اور جو لوگ ان کے مزار پر نوافل ادا کر کے دعا مانگتے تھے، ان کی دعا
 قبول ہوتی تھی۔



اولیائے جہنگ

حافظ برخوردار

ولادت :- ۱۰۴۱ ہجری

وفات :- ۱۲۲۰ ہجری

مدفن :- موضع برخوردار نزد جھوانہ تحصیل چنیوٹ

حضرت حافظ برخوردار علاقہ چنیوٹ میں صاحب علم و معرفت مولے ہیں، باطنی اور روحانی علوم کے علاوہ شرعی اور فقہی علم سے بھی بہرہ ور تھے اور صاحب عظمت و جلال بزرگ تھے، ان کے جلال کا اب بھی یہ عالم ہے کہ بڑے بڑے چور ڈاکو اور مجرم ان کے مزار کے دروازہ کی کنڈی کو ہاتھ لگانے کی جرأت نہیں کر سکتے۔ تحصیل چنیوٹ کے دیہی علاقہ میں چوری کی واردات ہونے پر مشتبہ آدمی کی پاک دامنی کے فیصلے کا ایک ہی طریقہ رائج ہے کہ وہ شخص حافظ برخوردار کی کنڈی کو ہاتھ لگاوے۔ چور یا ڈاکو ہاتھ نہیں لگاتے کیونکہ اس طرح جھوٹی قسم ہو جاتی ہے اور جھوٹی قسم کھانے والا سخت ذہنی اور جسمانی عذاب میں مبتلا ہو جاتا ہے۔

ابتدائی حالات

ان کے تذکرہ نگاروں نے ان کے ابتدائی حالات کے بارے

ادبیات جھنگ

میں بہت کم شواہد پیش کئے ہیں۔ جہاں تک معلومات حاصل ہوئی ہیں ان کے مطابق ان کے دادا محترم جناب ابدال احمد صاحب علاقہ سدھیر پور انوالہ ضلع گوجرانوالہ کے بااثر زمیندار تھے۔ اور ان کو حکومت وقت کی طرف سے جاگیر ملی ہوئی تھی جس کے باعث وہ دنیاوی اعتبار سے بڑے خوش حال تھے، ان کی جاگیر کے ایک حصہ میں اس وقت کے مشہور بزرگ حضرت شاہ بہلول نے جھونپڑی ڈال رکھی تھی، یہ مجذوب فقیر تھے اور کسی شخص کی آدپر احتراماً کھڑے نہیں ہوتے تھے، بلکہ عموماً دنیا دار لوگوں سے الگ رہتے تھے۔ ان کی اس عادت کا علاقہ بھر میں شہرہ تھا، بعض لوگ اعتراض کرنے کہ اگر ایسے ہی صاحب فقیر میں تو چوہدری ابدال احمد کی آمد کے وقت بھی احتراماً کھڑے نہ ہوں معلوم ہوتا ہے کہ چونکہ چوہدری ابدال احمد کی زمین پر جھونپڑی ڈال کر بیٹھے ہیں اس خوف سے کہ کہیں اسے اٹھانہ دیں، شاہ بہلول ان کا احترام میں جب یہ بات حضرت شاہ بہلول کو معلوم ہوئی تو انھوں نے فرمایا۔ میں ابدال احمد کی دنیاوی شان یا کسی خوف کے باعث اس کا احترام نہیں کرتا، بلکہ اس لئے کرتا ہوں کہ ان کی پشت سے ایک صاحب عورت و حرمت فقیر پیدا ہوگا۔ جو اپنے دور کا ولی کامل ہوگا۔ مجھے اس بزرگ کی عظمت کا احترام مقصود ہے،

ولادت

۱۰۴۱ ہجری ماہ شعبان میں چوہدری خان محمد صاحب کے ہاں

اولیائے جھنگ

پیدا ہوئے، صرف دو سال اپنے والدین کے گھر میں رہے۔ چونکہ ان کے والد کی اور اولاد تری نہ تھی اور وہ چاہتے تھے کہ اپنے بیٹے کی صحیح تربیت کر سکیں اور ملکی حالات سے جو بگڑتے جا رہے تھے بچائے رکھیں۔ چنانچہ انھوں نے حافظ صاحب کو اپنی سالی جو قلعہ کنگراں علاقہ تھا نہ بھوانہ میں مقیم تھی، بھیج دیا، اور بعد میں یہ علم نہ ہو سکا کہ وہ خود کہاں چلے گئے۔ ان کی وفات کہاں اور کن حالات میں ہوئی۔ حافظ صاحب اپنی خالہ محترمہ کے پاس آگئے۔ ان کی خالہ نے ان کی پرورش ماں کی طرح کی۔ اپنے بچوں کی طرح ان کا خیال رکھتیں۔ ان کی عادات دو سکڑ بچوں سے مختلف تھیں، نہ زیادہ کھلتے نہ ضد کرتے، اور نہ ہی گھر میں کسی شے کا نقصان کرتے،

بچپن

حافظ صاحب فطری طور پر بڑے ذہین تھے، جب ان کی عمر چار سال کی ہوئی تو ان کو گاؤں کے ایک مدرسہ میں داخل کر دیا گیا جہاں اس وقت محمد موسیٰ باغ بان بچوں کو پڑھاتے تھے، محمد موسیٰ باغ بان علوم باطنی سے بہرہ ور نہ تھے، صرف ظاہری علم کی چند کتابیں، اور قرآن مجید ناظرہ یا حفظ بچوں کو پڑھاتے، ان کا طریق درس ایسا تھا کہ بچوں کو روز کا کام سپرد کر کے انہیں اپنے گھر کے کام پر لگا دیتے، کوئی بچہ جب تکل میں جا کر ان کے لئے لکڑیاں چنتا، کوئی چارہ لاتا، کوئی گھس نہیں

اور بیٹے جھنگ

کام کرتا، کوئی موسیقی چراتا اور ساتھ ہی ساتھ اپنے سبق بھی یاد کرتے۔
حافظ صاحب نے عمر کے پانچویں سال ہی میں قرآن مجید حفظ کرنا شروع
کر دیا۔ جنگل میں استاد کے موسیقی بھی سہراتے اور اپنا سبق بھی خوش الحانی
سے یاد کرتے۔ ان کی بلند آواز اور قرأت کو سن کر لوگ ان کے قریب
آتے اور قرآن پڑھنے سے اب دلچسپی اور ان کی عمر پر تعجب کرتے۔
چھوٹی عمر میں ہی قرأت اور خوش الحانی کا فیض ملنا ایک کرامت ہی تھی۔

مسجد کی چھت

ایک دفعہ بہت زور کی بارش ہوئی، اور جس مدرسہ میں حافظ صاحب
زیر تعلیم تھے اس مسجد کی چھت بارش سے بیٹھ گئی۔ مولوی محمد مونس کو اس کی
بڑی تشویش ہوئی۔ کہ چھت ڈالنے کے لئے روپیہ درکار ہے، جو ان کے
پاس نہیں تھا، اس لئے انہوں نے اپنے شاگردوں کے ذمہ لگا دیا کہ وہ شہتیر
لکڑیاں اور دروازے سامان مہیا کریں۔ حضرت حافظ صاحب کے ذمہ لکڑی کا
شہتیر لکھایا۔ چنانچہ حافظ صاحب جب اپنے گھر پہنچے تو اپنی خالہ سے ذکر کیا،
خالہ نے ان سے کہا کہ میرے علم میں اس وقت کوئی لکڑی نہیں جو شہتیر
کے کام آسکے۔ اپنے خالو سے کہو وہ کسی جگہ سے درخت کٹوا دیں گے، حافظ
صاحب نے خالو سے ذکر کیا، انہوں نے بھی یہی کہا کہ فوری طور پر بندوبست
نہیں ہو سکتا، حافظ صاحب مایوس ہو گئے اور روتے رہے اور اس قدر روئے

اور لیائے جھنڈ

کہ ساری رات آنکھوں میں کائی، ایک لمحہ کے لئے بھی آرام نہ درنا کے اور

خدا سے التجا کی کہ دستِ غیب سے انتظام فرمائے۔

دوسرے دن جب حافظ صاحب معمول کے مطابق مدرسہ پر آئے

گئے تو ان کا دل ملول تھا، تاہم ڈرتے ڈرتے استاد کی خدمت میں

حاضر ہوئے۔ استاد نے پوچھا کہ خود ارشہتیر لائے ہو؟ تو حافظ صاحب

خاموش رہے۔ انکار کی مجال نہ تھی اور ظاہری سامان میسر نہ تھے، ان

کے ہم سبق اپنا اپنا سامان مسجد کے محن میں لاکر جمع کر رہے تھے۔ اتنے

میں ایک لڑکے نے آکر بتایا کہ ان کے حصہ کا شہتیر تو باہر پڑا ہے جس

پر ان کا نام لکھا ہوا ہے، استاد، شاگرد باہر آئے تو ایک بہت وزنی

شہتیر وہاں پڑا ملا، جس پر آپ کا نام لکھا ہوا تھا۔

مسجد کی تعمیر شروع ہو گئی شہتیر رکھا گیا تو حافظ صاحب کے

اصل حقیقت بیان کی جس پر مشہور ہو گیا کہ یہ شہتیر اللہ تعالیٰ نے بہشت

سے بھیجا ہے۔ اسی دن سے یہ بہشتی شہتیر مشہور ہو گیا۔ آج بھی عقیدت مند

اس شہتیر کے نیچے کھڑا ہونا باعثِ رحمت و سعادت سمجھتے ہیں۔ اور

اس سے مرد اپنی گڑبایاں اور عورتیں دوپٹے باندھتی ہیں۔

حفظِ قرآن کی کرامت

ایک دفعہ حضرت حافظ صاحب استاد کے مولیٰ پر اتنے

اویانے جھنگ

ہوتے ڈور دریا کے کنارے چلے گئے۔ ان کے پاس لکڑی کی تختی تھی جس پر
 اس روز کا سبق تحریر تھا۔ دریا کے کنارے چلتے ہوئے تختی دریا میں گر گئی۔ انہوں
 نے تختی تو اٹھا لی مگر اس پر لکھا ہوا سبق دھل چکا تھا۔ حافظ صاحب بہت
 گھبرائے کہ سبق یاد نہیں ہوگا تو استاد جواب طلبی کریں گے۔ اس خوف کے
 باعث وہ رونے لگے، اچانک ایک بزرگ ان کے سامنے نمودار ہوئے۔
 حافظ صاحب تعظیماً گھڑے ہوئے۔ اور اپنے آنسو پونچھ لئے۔ بزرگ نے
 ان سے دریافت کیا کہ کیوں رو رہے ہیں؟ مگر حافظ صاحب نے ان کے
 سوال کا جواب نہ دیا۔ اس پر بزرگ نے ان سے کہا، آپ اپنا سبق تختی پر
 لکھیں، میں لکھواتا ہوں۔ حافظ صاحب نے لکھنا شروع کیا۔ جب تختی پر
 وہی سبق جو دریا میں گرنے سے دھل گیا تھا، لکھ لیا تو بزرگ نے کہا "بیٹا
 اب تمہیں روز تختیاں لکھنے کی ضرورت نہیں پڑے گی۔ لو قرآن مجید پڑھو"
 حافظ صاحب نے الحمد شریف سے پڑھنا شروع کیا تو والناس تک اپنے
 آپ پڑھتے چلے گئے۔ جب قرآن مجید مکمل پڑھ لیا تو بزرگ نے ان کے سر پر
 دستار فضیلت باندھی اور ایک جبتہ عطا کر کے فرمایا۔ "بیٹا! آج سے تم
 بر خودار نہیں ہو بلکہ حافظ بر خودار ہو۔"

یہ کہہ کر بزرگ آنکھوں سے اوجھل ہو گئے۔ حافظ صاحب نے
 خداوند قدوس کا شکر ادا کیا اور قرآن مجید پڑھتے ہوئے گھر کو واپس
 اولیائے جہنگ

چل دئے۔

چونکہ کافی رات ہو گئی تھی اور خلافت معمول اب تک گھر نہ پہنچے تھے ان کے اُستاد کو تشویش ہوئی چنانچہ وہ ان کی تلاش میں جنگل کی طرف چل پڑے، انہوں نے دُور سے دیکھا کہ ایک بڑا باندھن کا وزن جو بچے کی طاقت سے زیادہ ہے اٹھائے ہوئے مویشی بانگتا رہا ہے۔ تو اس کی طرف آگے بڑھنے لگے۔ اتنے میں حافظ صاحب بھی پہنچ گئے۔ اُستاد نے بڑھ کر ان کو گلے لگالیا اور کہا حافظ برخوردار اس عمر میں علم و عمل کی جو منزل تم نے طے کی ہے یہ خدا کی دین اور نعمت ہے، خدا تمہیں مبارک کرے۔

شادی

حافظ صاحب کی عمر ابھی بارہ ہی برس کی تھی کہ خالہ نے ان کی شادی کر دی۔ اور چند سال بعد ان کو علیحدہ زمین دے دی۔ تاکہ خود محنت کریں اور خاندان کو سنبھالیں، اتفاق کی بات ہے کہ جو کنواں ان کو دیا گیا تھا وہ غیر آباد تھا، لیکن بعد میں انہوں نے آباد کر لیا۔

حضرت شاہ دولہ

حافظ برخوردار اور گجرات کے حضرت شاہ دولہ ہم عصر تھے، اور دونوں میں نوک جھونک رہتی تھی۔ ایک دفعہ حافظ برخوردار سرکنڈا کاٹ رہے تھے، کہ حضرت شاہ دولہ کشریف لائے انہوں نے حافظ صاحب سے کہا۔

اولیائے جہنگ

بہت کجخوس ہو گئے، زمین کی آمدنی کافی نہیں جو سرکنڈا کاٹتے ہو،

حافظ صاحب نے سرکنڈوں کا ایک گٹھا اٹھا کر ان کی طرف پھینکا

جو سونا بن گیا۔ حافظ صاحب نے کہا مجھے دولت دنیا کی کمی نہیں، میں صرف

ہاتھ کی محنت اور حلال کمائی سے پیٹ بھرنا چاہتا ہوں۔

حافظ صاحب بڑے متوکل طبیعت کے مالک تھے، زندگی بھر

حلال روزی کمائی اور کھائی۔ اپنی زمین کی آمدنی غرباء کے لئے وقف کر دی،

احکام شریعہ کے بڑے پابند تھے اور دوسروں کو بھی تلقین فرماتے، اپنے

استاد محمد موسیٰ کی وفات کے بعد ان کے مدرسہ کو خود چلانے رہے۔

روایت مشہور ہے کہ جس مدرسہ میں حافظ صاحب نے تعلیم حاصل

کی، یہاں پر مشہور صوفی شاعر اور اولیاء اللہ حضرت بلھے شاہ نے بھی درس

دیا (ہجری ۱۰۲۶ھ)۔

دیوار بھگالی

ایک دفعہ حافظ صاحب قصبہ راجور میں کھڑے تھے کہ ان کو گھر

جلدی پہنچنے کا غیبی ارشاد ہوا۔ فوراً ایک دیوار پر بیٹھ گئے اور دیوار کو چلنے

کا حکم دیا، یہ دیوار سرپٹ گھوڑے کی طرح بھاگنے لگی۔ اور حافظ صاحب

کے مکان کے پاس آ کر رکی۔ اس دیوار کے نشانات اب بھی موجود

ہیں۔

اویلئے جھنگ

تبلیغ دین

حافظ صاحب نے علاقہ کی بہت سی قوموں کو مشرف بہ اسلام کیا۔ ان میں اقوام رجوکہ، جیبہ، کوکہ، چدھڑ وغیرہ شامل ہیں۔ جو آج بھی ان کی اولاد کا احترام کرتی ہیں۔

اولاد

ان کی اولاد زینہ میں میاں حسام الدین ایک عالم و فاضل بزرگ تھے، ان سے آگے نسل چلی۔ سبھرا قوم انہی کی اولاد ہے۔ اور آج بھی اس قوم کے افراد نبی و دنیاوی علوم رکھتے ہیں۔ حافظ صاحب کا سالانہ عرس محرم کے پہلے عشرہ میں منایا جاتا ہے۔

اولیائے جہنگ

حضرت شاہ برہان بخاری

ولادت :- ۹۸۱ ہجری

وفات :- ۱۰۶۱ ہجری

مدفن :- چنیوٹ شہر

حضرت شاہ برہان سادات بخاری سے تھے اور آپ کے والد جناب محب اللہ بجاوہل پور سے لاہور منتقل ہو گئے تھے۔ اور یہیں آپ کی ولادت ہوئی۔ صحیح تاریخ ولادت کا ذکر کسی مورخ نے نہیں کیا قیاس کے تحت بعض تذکرہ نویسوں نے آپ کا سن ولادت ۹۸۱ ہجری تحریر کیا ہے۔ آپ ابھی سن بلوغ کو بھی نہیں پہنچے تھے کہ علوم عقلیہ و نقلیہ سے بہرہ مند ہو چکے تھے اور آپ کے علم و تقویٰ کی شہرت پھیل چکی۔ بچپن اور عین جوانی کا عالم آپ نے لاہور میں بسر کیا۔ آپ حضرت میاں میر صاحب کے ہم عصر تھے اور ان کی مجالس میں برابر نشست فرماتے تھے۔ آپ کی لاہور میں رہائش گاہ ۱۵ اس جگہ واقع تھی جہاں آج کل کی دروازہ کے قریب میاں عبدالعزیز بار ایٹ لاء کی کوٹھی موجود ہے اور کوٹھی کے ساتھ ہی تنگ گلی میں آپ کا ایک مزار موجود ہے۔ لاہور کارپوریشن

اولیٰ بھنگ

نے اس گلی کا نام ہی شاہ برہان اسٹریٹ رکھا ہوا ہے اور لاہور میں واقع
مزار کی دیکھ بھال امام بخش جراح کا خاندان کرتا ہے۔

دو مزار

مشہور ہے کہ آپ کی وفات لاہور میں ہوئی تھی، اور آپ کا
جسد مبارک موجودہ مزار لاہور میں دفن کیا گیا تھا، لیکن جب وفات کی اطلاع
چنیوٹ میں ان کے مناس عقیدت مندوں کو ملی تو وہ سخت بے قرار و
مضطرب ہوئے، آپ کو باطنی طور پر ان کے اضطراب کا علم ہوا تو قبر
سے باہر نکل آئے اور چنیوٹ میں اپنے عقیدت مندوں کے پاس پہنچے
جہاں دوسری بار آپ کی وفات ہوئی، اور چنیوٹ میں آپ کو اپنے حجرہ میں دفن
کیا گیا۔ جہاں نواب عبداللہ خاں نے نچتہ مزار تعمیر کرایا۔

لاہور سے سفر

حضرت ملا خواجہ بہاری کے ارشاد کے مطابق آپ نے ۲۵
سال کی عمر میں جھنگ کا سفر اختیار کیا اور ساحل چناب کے علاقوں میں جو
آپ کے خاندان کے مریدوں و عقیدت مندوں پر مشتمل تھا، رہائش
اختیار کی۔ خیال اغلب ہے کہ آپ ۱۰۰۲ ہجری کے قریب وارد چنیوٹ
ہوئے۔ فقراء اور درویشوں کا وسیع حلقہ ہمیشہ آپ کے ساتھ رہتا تھا
اور آپ سلسلہ سہروردیہ سے بیعت بھی تھے، جب آپ چنیوٹ شہر تشریف لائے

اولیائے جھنگ

تو آپ کو یہ علاقہ پسند آیا اور مستقل رہائش اختیار کر لی۔

نواب سعد اللہ خاں

اسی دوران شاہ جہانی عہد کے مشہور وزیر اعظم نواب سعد اللہ خاں جو چیونٹ کے غریب گھرانے سے تعلق رکھتے تھے اور قیسی و کس سپرسی کے عالم میں آوارہ پھرتے تھے آپ کے حلقہ میں شامل ہو گئے۔ آپ نے اس بچے کی پیشانی میں علم و حکومت کے آثار دیکھے تو اپنے قریب کر لیا اور ابتدائی تربیت سے فیض یاب کر کے حضرت ملا خواجہ بہاری کے پیرو کر دیا جنہوں نے لاہور میں اس کی تعلیم کا بندوبست کیا۔

کرامات

آپ سے متعدد خوارق و اوقات منسوب ہیں آج بھی آپ کے مزار سے ملحق کنوئیں کے بارے میں کسانوں کا عقیدہ ہے کہ یہ آسمانی ہے اور عرس کے موقع پر جو بیل اس کنوئیں سے پانی نکلنے کے لئے لگائے جاتے ہیں، وہ سال بھر ہر قسم کی بیماری سے محفوظ رہتے ہیں۔ چنانچہ عرس کے موقع پر کسان باری باری اپنے بیل اس خدمت کے لئے پیش کرتے ہیں۔

وفات

آپ کی وفات بھری ۱۰۶۱ھ، ۱۲ رمضان المبارک کو ہوئی اور آپ کے عقیدت مندوں نے موجودہ مزار کی جگہ ہی دفن کیا، جب آپ کی

ادبیائے حسنہ

وفات کی اطلاع نواب سعد اللہ خاں کو ملی تو آپ کو سخت رنج پہنچا،
اور خود چنیوٹ آئے، شاہی مسجد چنیوٹ کے ساتھ شاہ برہان کا مزار
بھی پختہ بنانے کا حکم دیا، مسجد اور مزار شاہ جہاں کی اجازت سے سرکاری
طور پر تعمیر ہوئے۔ جس کی تکمیل ۱۰۶۴ھ میں ہوئی۔

مؤرخین آپ کی اولاد کے بارے میں خاموش ہیں۔
آپ کا عرس ہر سال بارہ رمضان کو منایا جاتا ہے۔



حضرت مخدوم برہان الدین احمد

مدفن :- منگر مخدوم

حضرت مخدوم برہان الدین احمد سلسلہ سہروردیہ کے قابل فخر مبلغ تھے۔ آپ کا روحانی و خاندانی تعلق حضرت بہاؤ الحق زکریا ملتانی سے استوار ہے۔ ایک روایت کے مطابق آپ حضرت غوث صاحب کے حقیقی صاحب زادے تھے اور ملتان سے والد کے حکم پر قصبہ منگر مخدوم تشریف لائے تھے۔

دوسری روایت یہ ہے کہ آپ غوث بہاؤ الحق کی نسل سے تھے لیکن پشت کا تعین مشکل ہے۔

میری معلومات اور قیاس آرائی کے مطابق آپ غوث بہاؤ الحق زکریا کے حقیقی صاحب زادے تھے اور والدہی کے حکم پر قصبہ منگر مخدوم تشریف لائے تھے۔ یہ قصبہ ان کے زمانے میں بے آباد اور جنگل تھا، آپ نے یہاں جھونپڑی ڈال دی۔ اور منگر شروع کیا جس سے آس پاس کے غریب اور راہ چلتے مسافر استفادہ کرتے تھے۔ بعد میں اسی جگہ کا نام منگر مخدوم مشہور ہو گیا۔ جو اب بھی قصبہ کی حیثیت سے قائم ہے

اولیائے جہنگ

آپ کی اولاد میں بھی ولی اللہ ہوئے ہیں، مخدوم محمد طیب،
 مخدوم عبدالکریم اپنے عہد کے عارف باللہ گزرے ہیں۔ اور آپ کے
 خاندان سے ہزاروں قبیلوں اور خاندانوں نے فیض روحانی حاصل
 کیا۔ حضرت سلطان العارنین محمد بابو بھی آپ کے آستانہ عالیہ پر حاضری
 کا شرف حاصل کرتے رہے ہیں۔

سن ولادت و وفات نہیں مل سکا۔ اور نہ ہی اس سلسلہ میں قبایس
 و گمان سے کام لیا جاسکتا ہے۔



ساتھیں بلاق شاہ

وفات :- ۱۱۸۳ ہجری

مدفن :- محلہ بلاق شاہ جھنگ صدر

بلاق شاہ ایک مجذوب فقیر تھے۔ بارہویں صدی میں جھنگ تشریف لائے۔ آپ کے ابتدائی حالات کے بارے میں کوئی معلومات نہیں مل سکیں۔ تاہم جھنگ میں آپ قریباً بیس سال مقیم رہے۔ اور خاصی عمر میں آپ کا انتقال ہوا۔ عام طور پر مشہور ہے کہ ہجری ۱۱۸۳ء میں آپ کی وفات ہوئی۔

آپ کے بارے میں بہت سی روایات مشہور ہیں۔ آپ جذب وستی کے عالم میں جس شخص کے بارے میں جو بات فرماتے وہ حقیقت بن کر سامنے آجاتی۔ لوگ آپ کے عقیدت مند تھے، آپ نے وفات سے قبل ہی اپنے عقیدت مندوں کو آگاہ کر دیا تھا کہ اب وہ اس دنیا سے جا رہے ہیں۔ چنانچہ خود ہی غسل کیا اور کپڑے تبدیل کئے۔ حالانکہ آپ عموماً نیم برہنہ رہتے تھے۔ پھر آپ اپنے حجرے میں تشریف لے گئے اور ذکر الہی میں مشغول ہوئے، اسی عالم میں آپ کی روح پرواز کر گئی۔

ادبیت جھنگ

آپ کو اسی حجرہ میں دفن کیا گیا۔ بعد میں آپ کے نام پر ایک محلہ آباد ہو گیا
جو اب تک قائم ہے۔



ادریئے بھنگ

بیل شاہ قریشی

مدفن :- موضع حسو بیل تحصیل شورکوٹ
 آپ کا اصل نام بلال تھا جو بگڑ کر بعد میں بیل مشہور ہو گیا۔
 آپ کا شجرہ نسب حضرت غوث بہاؤ الحق زکریا ملتانی سے ملتا ہے صحیح سن
 ولادت و وفات معلوم نہیں ہو سکا اور نہ ہی ابتدائی حالاتِ زندگی کے بارے
 میں کوئی تفصیل مل سکی ہے۔ صرف اس قدر معلوم ہوا ہے کہ آپ ملتان
 سے قریب تین سو سال قبل مزار حضرت پیر عبدالرحمن قریشی پر مراقبہ کے لئے
 تشریف لائے تھے۔ مراقبہ سے فارغ ہونے کے بعد آپ کو جھنگ کا علاقہ
 پسند آ گیا۔ اور اس جگہ رہائش پذیر ہوئے۔ جہاں اس وقت تھبہ حسو بیل
 موجود ہے اور باقی زندگی کے ایام یہیں بسر کئے۔ آپ کا ایک مرید خاص
 حسن نامی ترکھان تھا جس پر آپ کی بے پایاں شفقت تھی۔ حسن کو عرف
 عام میں حسو کہا جاتا تھا۔ مرشد و مرید کے درمیان عشق و الامعاملہ تھا۔
 دونوں ایک دوسرے سے جدا ہونے کا تصور تک نہ کر سکتے تھے۔ جیسا کہ
 مادھولال اور شاہ حسین کے درمیان محبت تھی۔ چنانچہ مشہور ہے
 کہ مرشد جس دن اس جہانِ فانی سے عالم بقا کو گئے مرید بھی چند لمحے بعد

اولیائے جھنگ

جاں بحق تسلیم ہوا۔ دونوں کے مزار ساتھ ساتھ موجود ہیں۔ اور اس جگہ کا
نام بھی حسوبیل مشہور ہو گیا۔

آپ کی اولاد میں اس وقت مخدوم علی حسین سجادہ نشین موجود
ہیں اور دنیاوی و سیاسی اثر و رسوخ کے مالک ہیں۔ آپ کے مزار پر ہر سال
۲۷ مارچ کو عرس منایا جاتا ہے۔

اولیائے جہنگ

حضرت شیخ بہلول

(جدِ اعلیٰ سلطان فتح علی ٹیپو)

ولادت :- ۹۲۱ ہج

وفات :- ۱۰۳۹ ہج

مدفن :- جھنگ شاہ بہلول

حضرت شیخ بہلول جن کو مورخین نے شاہ بہلول اور بہلول
دریائی بھی لکھا ہے۔ عہد اکبر، جہاں گیر اور شاہ جہاں کے جدِ عالم سلسلہ
دریہ کے مبلغ اعظم۔ فقہ مضافیہ کے عظیم فقیہ اور مادرزاد ولی اللہ عارف
عالی اور اپنے دور کے قطب تھے، آپ کو روحانی دولت سرکار خاتم النبیین سے
براہِ راست ملی تھی، تاہم بعد میں آپ مختلف بزرگوں کے مزارات پر ریاضت
و عبادت میں مصروف رہے۔ اس عظیم باطنی و روحانی سرمایہ کے علاوہ
دنیاوی اعتبار سے اللہ تعالیٰ نے آپ کو جو مرتبہ بلند عطا کیا وہ تاریخ ہندوستان
کا ایک باب ہے۔ آپ ہی کی اولاد سے سلطان حیدر علی فاتح میسور اور مجاہد
اعظم حضرت سلطان فتح علی ٹیپو ایسی نامور شخصیتیں پیدا ہوئیں۔

ادیائے جھنگ

ابتدائی حالات

آپ کا اصل وطن قصبہ لاییاں کے قریب دیپاے چناب کے کنارے
ایک گاؤں تھا جو اب موضع ”بہلول کے“ کے نام سے مشہور ہے۔ آپ کا
خاندانی نسب راج پوتوں کی ایک شاخ سپرا قبیلہ سے وابستہ ہے بعض
موضوعیں نے جن میں مولوی نور احمد چشتی، مصنف ”تحقیقاتِ چشتی“ بھی شامل ہیں
سپرا قبیلہ کو جاٹ قرار دیا ہے۔ آپ کے والد کا نام تانی یا تینی
مشہور ہے، یہ معلوم نہیں ہو سکا کہ یہ اصل نام تھا یا عرف عام تھا، یا
اصل نام کی بگڑی ہوئی صورت تھی، والد اور خاندان کے دیگر افراد
زراعت و کاشت کاری کرتے تھے، آپ کے والد کے بعض رشتہ دار فرج
میں بھی ملازم تھے۔

ولادت

اکثر مورخین نے آپ کی ولادت، بھری سنہ ۱۹۲۰ء تحریر کی ہے
جو قرآن سے بھی درست ثابت ہوتی ہے۔ بچپن سے ہی آپ سے خوارق
واقعات ظہور میں آنے لگے جس سے آپ کی شہرت ہو گئی۔ جب آپ کی
عمر پانچ سال کی ہوئی تو والدین نے آپ کو ایک قریبی مدرسہ میں حصول
تعلیم کے لئے داخل کیا، لیکن یہاں یہ کیفیت تھی کہ استاد ایک سبق پڑھاتا
تو آپ اس سے اگلا سبق سنا دیتے جب استاد نے یہ صورت دیکھی تو آپ کے

ادیبانے جھنگ

والد کو بلا کر کہا کہ تمہارا بچہ کتابی علم کی منزل سے کہیں آگے چلا گیا ہے اس لئے اسے کسی درویش کی خدمت میں پیش کرو۔ چنانچہ آپ مدرسہ سے فارغ ہو گئے۔ چند سال یونہی پھرتے رہے، جب آپ کی عمر بیس سال کی ہوئی تو آپ نے سیاحت کا ارادہ کیا۔ لیکن والدین کی خواہش تھی کہ آپ کی شادی ہو جائے۔ چنانچہ اپنی مرضی نہ ہونے کے باوجود والدین کی خواہش اور سنت نبویہ کے احترام میں اپنے ہی قبیلہ کی ایک عورت سے نکاح فرمایا، جس سے دو لڑکے محمد علی اور ولی محمد پیدا ہوئے

زیارتِ حرمین

جب آپ کی عمر بیس سال کی ہوئی تو شدید خواہش اور تڑپ کے تحت والدین سے سیاحت اور زیارتِ حرمین شریفین کی اجازت حاصل کی اور پیدل سفر کو چل پڑے۔ سب سے پہلے آپ نجف اشرف میں روضہ اقدس حضرت علی علیہ السلام پر حاضر ہوئے اور تین ماہ آپ نے یہاں عبادت اور ریاضت کی۔ اور مزار کی جا رو بکشی کا اعزاز حاصل کیا۔ نجف اشرف سے۔ بشارت حاصل کر کے آپ کربلائے معلیٰ تشریف لائے۔ اور تین ماہ روضہ اقدس سید الشہداء پر معتکف رہے۔ اس دوران روحانی برکات سے جھولیاں بھریں۔ کربلائے معلیٰ سے آپ حج بیت اللہ کے لئے حرم مقدس میں حاضر ہوئے، زندگی میں ایک بار ہی حج

ادیاٹے جھنگ

کیا، مکہ سے مدینہ طیبہ میں حاضر ہو کر امام الانبیاء حضور خاتم النبیین کے روزہ اقدس پر پندرہ روزہ عمکاف کیا، اور جارب کشتی کی سعادت حاصل کی، قیام مدینہ منورہ کے دوران جنت البقیع میں تشریف لے گئے۔ سیدنا امام حسنؑ، سیدۃ النساء فاطمہ الزہراءؑ۔ سیدنا زین العابدین رضی اللہ عنہما، سیدنا امام باقرؑ و حضرت عثمان غنیؓ کے مزارات کی زیارت کی، اس کے بعد آپ بغداد تشریف لائے اور حضرت غوث الاعظم کے روزہ اقدس پر ایک سال مصروف عبادت رہے۔ حضرت امام اعظم کے مزار کی بھی زیارت کی۔ اور حضرت امام موسیٰ کاظم کے روزہ پر بھی حاضری دی۔ یہاں سے آپ مشہد مقدس تشریف لائے۔ اسی دوران آپ کو خوش خبری ملی کہ اپنے وطن ہمد چلے جاؤ۔ اور کوہستان ہنچ شیر (علاقہ راولپنڈی) میں ایک بزرگ صاحب جلال و جمال آپ کے منتظر

ہیں۔

غار اصحاب کہف

آپ کو یہ بھی بشارت دی گئی کہ کوہستان میں صاحب جلال و جمال بزرگ ایک غار میں موجود ہیں۔ یہ غار اصحاب کہف کی غار کی مانند ہوگی۔ چنانچہ آپ غار میں پہنچے تو اس بزرگ سے ملاقات کی۔ آپ کو دیکھ کر اس بزرگ نے مزایا کہ میں تمہارا منتظر تھا، اس بزرگ نے آپ کو سینہ سے لگایا اور اجازت دی کہ حضرت شاہ ابوالعالی کے صاحب زادے

اولیٰ نے جھنگ

حضرت محمد تقیم کے خلیفہ حضرت شاہ لطیف بری کی خدمت میں حاضری دو۔

حضرت شاہ لطیف سے بیعت

بزرگ سے اجازت لے کر آپ حضرت شاہ لطیف بری کی خدمت میں حاضر ہوئے، اور اجازت سے شریک مجلس ہو گئے۔ کچھ عرصہ قیام کیا تو مرشد نے آپ سے فرمایا کہ حسین نامی لڑکا لاہور میں زیر تعلیم ہے، اس کی دست گیری کرو۔ مرشد نے آپ کو خلافتِ قادریہ عطا فرمائی اور لاہور روانہ کر دیا۔

لاہور میں آمد

آپ ہجری ۹۵۵ھ میں لاہور وارد ہوئے۔ کسالی دروازے کے قریب ایک چھوٹی سی مسجد تھی۔ جس میں حافظ ابو بکر صاحب بچوں کو پڑھا رہے تھے۔ آپ مسجد میں تشریف لائے تو حافظ ابو بکر نے آپ کا استقبال کیا، آپ انھیں کے ساتھ بیٹھ گئے۔ ایک دن سالِ خوب صورت نیچے کی طرف اشارہ کر کے کہا کہ اس کا نام کیا ہے؟ تو جواب ملا کہ حسین اور ساتواں پارہ حفظ کر چکا ہے۔ آٹھواں شروع ہے۔ آپ نے حافظ ابو بکر سے فرمایا کہ حسین سے کہو دریا سے پانی بھر لائے، تاکہ میں وضو کروں، جب حسین پانی بھر کر لائے تو آپ نے وضو کیا اور باقی حسین کو پلا دیا۔ آپ نے نماز پڑھی، نماز کے بعد آپ نے حافظ ابو بکر سے فرمایا

ادیانے جنگ

آج رمضان کا چاند طلوع ہونے والا ہے۔ اس مسجد میں نماز تراویح کون پڑھاتا ہے؟ تو حافظ ابو بکر نے اپنا نام لیا، اس پر آپ نے فرمایا کہ نہیں حسین پڑھائے گا۔

چنانچہ چھٹی شب کو جبکہ حسین حفظ شدہ پہلے سات پارے سنا چکا تو دوسرے دن حافظ ابو بکر نے عرض کیا کہ اب حسین کے بعد کس کے بارے میں آپ کا حکم ہے؟ تو آپ نے حسین کو طلب کیا اور فرمایا بیٹے! اب تک تم نے پڑھا ہوا سبق سنایا ہے، مگر آئندہ... ان پڑھا حصہ سناؤ گے، حسین یہ بات سن کر حیران ہوا، لیکن مشرک کے سامنے بولنے کی مجال نہ تھی، جب نماز تراویح کا آغاز ہوا تو حسین نے آٹھواں پارہ جو حفظ نہیں کیا تھا سنا شروع کیا اور اس طرح تمام قرآن مجید سنایا، آپ سامع ہوتے تھے اور حسین قرآن سناتے تھے۔

شاہ حسین

آپ نے ختم القرآن کے موقع پر خود شاہ حسین کے سر پر دستار باندھی، سلسلہ قادریہ میں بیعت فرمایا اور فرمایا کہ میں اب... وطن جا رہا ہوں۔ میرے بعد حضرت داتا گنج بخش کے ہاں ساضری کو لازمی قرار دینا تاکہ باقی منزلیں طے کر سکو، چنانچہ آپ واپس جھنگ تشریف لائے اور آپ کے فیض سے حسین شاہ حسین ہوئے۔ اور بعد میں ماہی اللہ حسین شاہ بنے، آپ کا

ادبیائے جھنگ

مزار شالا مارباغ لاہور میں موجود ہے جہاں ہر سال مارچ کے مہینے میں مسیّد چراغاں لکھتے ہیں۔ آپ راج پوت تھے، آپ کے جد رائے نکر مسلمان ہوئے تھے۔ اور ان کو شیخ الاسلام کا خطاب ملا تھا، آپ کے والد شیخ عثمان تھے۔ اور غربت کی وجہ سے پانچ بانی کا کام کرتے تھے، مرشد کی نگاہ کرم نے آپ کو عروج و عظمت کی منزلوں سے روشناس کرایا۔

وطن کو واپسی

آپ وارد جھنگ ہوئے تو جذب کا عالم طاری ہو گیا، علاقہ اڈرہ والہ میں پنڈمی بھٹیاں کے قریب قلعہ سگراں میں ایک زمین دار ابدال احمد کی مزدور اراضی پر چھوٹی ڈال لی اور ڈیرہ لگایا، آپ کسی بھی شخص کے آنے پر احتراماً کھڑے نہیں ہوتے تھے، لیکن جب ابدال احمد آتا تو آپ احتراماً کھڑے ہو جاتے، لوگوں میں مشہور ہو گیا کہ آپ عارف باللہ نہیں ہیں کیونکہ آپ ابدال احمد کے آنے پر تعظیماً کھڑے ہوتے ہیں، اس کی وجہ یہ ہے کہ ابدال احمد کی اراضی پر ڈیرہ لگایا ہوا ہے، اگر ابدال احمد کی تعظیم نہ کریں تو وہ ان کو اراضی سے بے دخل کر سکتا ہے۔ یہ بات مشہور ہوئی تو آپ نے فرمایا، میں ابدال احمد کا احترام نہیں کرتا، بلکہ اس کی پشت سے ایک لڑکا ہو گا جو اپنے عہد کا ولی کا بل ہو گا، اس کا نام برخوردار ہو گا۔ اور وہ میرے مہرے والے پوتے برخوردار کا ہم عصر ہو گا، میں اس کے احترام

ادیلے جھنگ

میں تعظیم کرتا ہوں، چنانچہ ابدال احمد کا پوتا حافظ برنخوردار ہوا، جن کا مزار میاں کبجا کے نام سے موضع برنخوردار علاقہ تھانہ بھوانہ میں موجود ہے،

اولاد

آپ کے دو لڑکے ہوئے، بڑے کا نام محمد علی رکھا اور چھوٹے کا ولی محمد، محمد علی کی شادی آپ نے حضرت شیخ محمد حسین گیسو دراز بندہ نواز خلیفہ حضرت نصیر الدین چراغ دہلی (مزار گلبرگہ علاقہ حیدر آباد کن) کے خلیفہ مجاز حضرت حسن بخت کی صاحب زادی زینت بیگم سے کی، جس سے چار لڑکے ہوئے۔ ان میں بڑے لڑکے کا نام فتح محمد اور چھوٹے کا محمد الیاس مورخین نے تحریر کیا ہے۔

جدِ اعلیٰ حضرت سلطان فتح علی علیہ السلام
 حضرت شیخ بہلول قادری جدِ اعلیٰ حضرت سلطان فتح علی علیہ السلام کے
 نئے بڑے لڑکے شیخ محمد علی بن کی شادی حضرت حسن بخت کی صاحب زادی زینت بیگم
 سے ہوئی تھی حضرت شیخ محمد حسین گیسو دراز بندہ نواز کے ہمراہ گلبرگہ تشریف
 لے گئے اور حیدر آباد میں ملازمت اختیار کر لی، شیخ محمد علی کے چار لڑکوں
 میں سے دو فتح محمد اور محمد الیاس حیدر آباد میں پیدا ہوئے اور اپنی والدہ
 کے ہمراہ اراکاٹ چلے گئے۔ فتح محمد نواب اراکاٹ کے ہاں ملازم ہو گئے۔
 اراکاٹ میں قیام کے دوران آپ کو اللہ تعالیٰ نے اولاد زینہ سے سرفراز کیا۔

اربیائے جھنگ

اور دوار کے شہباز خاں اور حیدر علی پیدا ہوئے، شہباز خاں بڑے تھے اور نواب برار کے ہاں ملازم ہو گئے۔ حیدر علی چھوٹے تھے وہ میسور کی فوج میں شامل ہو گئے۔ بعد میں یہی حیدر علی فاتح میسور کے نام سے تاریخ ہندوستان میں متعارف ہوئے۔

سلطان حیدر علی کی پہلی بیوی فلج کی وجہ سے فوت ہو گئی۔ تودیرمی شادی آپ نے نواب سعادت علی خاں والی ارکاٹ کی لڑکی فاطمہ عرفہ نذر النساء سے کی جس سے مجاہد اعظم حضرت سلطان فتح علی پیدا ہوئے۔

یہاں اس امر کی صراحت بھی ضروری ہے کہ نواب سعادت علی خاں حضرت نواب سعادت خاں چیموٹی کی مادینہ اولاد میں ساتویں پشت سے تھے اور اب تک میسور ہزار حیدر آباد پر نواب سعادت خاں کی مادینہ اولاد ہی حکم ران ہے۔ نواب میر عثمان علی خاں کی وفات کے بعد شہزادہ مکرم خاں جانشین ہوئے ہیں۔

حضرت بہلول کی وفات

یہ پہلے ہی بتا چکا ہوں کہ عمر کے آخری دنوں میں آپ پر جذب و مستی کی کیفیت طاری ہو گئی تھی اور اسی عالم میں آپ ہجری ۱۰۳۹ء میں وفات پا گئے۔ آپ کا مزار جھنگ شاہ بہلول میں نزد پندی بھٹیاں موجود ہے۔ جہاں ماہ جون میں بھاری میلہ لگتا ہے، یہ علاقہ پہلے ضلع جھنگ کی حدود میں شامل تھا، اب ضلع گوجرانوالہ میں شامل ہے

اولیائے جھنگ

حضرت سلطان پاکھرا

ولادت :- ۹۵۰ ہجری
 وفات :- ۱۰۲۶ ہجری
 مدفن :- قصبہ سلطان پاکھرا
 تحصیل جھنگ

آپ کا اصل نام سید جہدی جمال الدین تھا، اور عرف عام میں سلطان پاک رامشہور تھے جو بعد میں بگر کر پاکھرا ہو گیا۔ آپ سلسلہ قادریہ کے مبلغ تھے، اور آپ کا شجرہ نسب حضرت شاہ ابوالمعالی سے ملتا ہے، آپ کے والد محترم حضرت میراں لال بہاول شیر قلعہ درجن کا حجرہ شاہ مقیم ضلع ساہیوال میں مزار ہے، کے اٹھارہ فرزند تھے، جو مختلف علاقوں میں سکونت پذیر ہوئے۔ آپ ہجری ۹۶۹ سن میں وارد جھنگ ہوئے موجودہ قصبہ سلطان پاکھرا آپ ہی کی وجہ سے آباد ہوا۔

مقابلہ

جب آپ اس علاقہ میں تشریف لائے تو سید ساون بھاگری نامی ایک بزرگ رہائش پذیر تھے، انھوں نے آپ کو رہائش کے لئے جگہ

ادلیانے جھنگ

دینے سے انکار کر دیا، جس پر آپ نے فرمایا کہ میرے مرشد نے یہی جگہ میرے لئے مقرر کی ہے، چنانچہ دونوں کے درمیان تنازعہ ہوا، اس وقت ماہنامہ سیال اس علاقہ پر حکومت کرتے تھے ان تک بات پہنچی، سیالوں نے فیصلہ کیا کہ جو کنوئیں پر چٹائی ڈال کر نماز پڑھے یہ جگہ اسی کی ہوگی، آپ نے فوراً کنوئیں پر چٹائی ڈال دی اور نماز شروع کر دی، یہ چٹائی ہوا میں معلق رہی، اس اظہارِ کرامت پر سید ساون بھاکری نے اعتراض کیا کہ یہ کرامت نہیں جادوگری ہے۔ لہذا فیصلہ ہوا کہ دونوں بزرگوں کا ایک ایک خلیفہ اس کنوئیں میں داخل ہو کر ونا لا کنوئیں سے نکلے، جو خاصا دور تھا۔ چنانچہ سلطان صاحب کا ایک خلیفہ مرشد کے حکم پر کنوئیں میں کود گیا۔ اور ونا لا کے کنوئیں سے نکلا، مگر ساون بھاکری کا خلیفہ کنوئیں میں ڈوب گیا۔ اس سے یہ تمام علاقہ ماہنامہ سیالوں نے آپ کو تفویض کر دیا۔

آپ کے خلیفہ خاص سید اکرم شاہ جو ربوہ کے رہنے والے تھے جنہوں نے مرشد کے کہنے پر کنوئیں میں چھلانگ لگائی تھی آپ کی زندگی میں میں فوت ہوئے، اور اسی جگہ دفن ہوئے۔ سید ساون بھاکری بھی آپ کے مزار سے تھوڑے فاصلہ پر دفن ہیں۔

حضرت شاہ جیونہ سے ملاقات

آپ کے زمانہ حیات میں حضرت شاہ جیونہ حضرت شیخ علی سینال

اویانہ جھنگ

شیخ کبیر نیکو کارہ شیخ چوہڑ بزرگ موجود تھے۔ اور ان کے درمیان مراسم دوستی موجود تھی۔ جب آپ جھنگ تشریف لائے۔ حضرت شاہ جیونہ کو اطلاع ہوئی تو آپ ان سے ملاقات کرنے کے لئے چلے، راستہ میں کھیوہ کے قریب حضرت شاہ جیونہ نے قیام کیا اور خشک لکڑی کے ٹکڑے ارد گرد زمین میں کھڑے کرادئے۔ جو دو سکر دن درختوں کی مانند ہو گئے۔ اور اس جگہ باغ سا بن گیا۔ یہ علاقہ اب بھی شاہ جیونہ باغ کے نام سے مشہور ہے۔ حضرت شاہ جیونہ دو سکر روز یہاں سے چل کر سلطان صاحب سے ملاقات کرنے ان کے علاقہ میں آئے سلطان صاحب نے ایک میل باہر آکر آپ کا استقبال کیا۔ دونوں بزرگوں کی پہلی ملاقات ہی خوش گوار مراسم کا باعث ہوئی، حضرت شاہ جیونہ نے اپنا ایک صاحب زادو آپ کی خدمت میں پیش کیا۔ جو سلطان صاحب کا خاص اور قابل اعتماد صاحب بنا۔

سلسلہ اروٹ

یہاں کے مختلف سیال خاندان جن میں سپرا، خانوانے، دولتانی، تارڑ وغیرہ شامل ہیں آپ کے مرید ہوئے اور آپ کی شہرت و بزرگی دیر تک پھیل گئی، آپ نے کوئی شادی نہیں کی۔ اور نہ ہی آپ کی اولاد تھی البتہ آپ نے جن خدام کو خلافت عطا کی ان میں میاں خوش حال نامی ایک بزرگ بھی تھے جو آپ کی وفات کے بعد سجادہ نشین ہوئے اور

اولیائے جھنگ

بعد میں میان نوش حال کی اولاد ہی مسندِ تجادگی پر فائز ہوتی رہی ۱۰ اس وقت
میان شیر محمد آپ کے سجادہ نشین ہیں۔

آپ کی وفات ۱۲۶۷ھ میں ہوئی، اس وقت مغل تاج دار
جہاں گیر حکمران تھا۔ آپ اسی جگہ مدفون ہوئے۔ جہاں مزارِ پختہ موجود
ہے۔ آپ کا سالانہ عرس ۲۷ بھادوں کو منایا جاتا ہے ۱۰ اور دو روزہ بیک
کے لوگ شامل ہوتے ہیں۔



اولیائے جہنگ

بابا پھولا

مدن :- قیدی قبرستان جھنگ صدر

بابا پھولا مجذوب و مست فقیر تھے۔ آپ درگاہ عالیہ حضرت
 بوعلی شاہ قلندر کی جا رو ب کشتی کی سعادت رکھتے تھے، اوائل زندگی کے
 قریباً تیس سال اسی درگاہ پر گزارے۔ جذب وستی کے عالم میں آپ عموماً ایسی
 باتیں کرتے جو بعد میں حرف بہ حرف پوری ہوتی تھیں، قیام پاکستان کے بعد
 ایک مہاجر قافلے کے ساتھ جھنگ آئے، اور ۱۹۵۷ء میں یہاں وفات پائی،
 آپ کے بارے میں مشہور تھا کہ اکثر ننگا ہوں سے اوجھل ہو کر ایک شہر سے
 دوسرے شہر چلے جاتے تھے۔ لیکن حقیقتاً آپ اپنے ہی شہر میں ہوتے تھے،
 زندگی کے آخری دنوں میں ہسپتال کے کسی ڈاکٹر نے آپ کا خون نکال لیا
 تھا، جس کے بعد آپ لاغر ہو گئے۔ اور اسی عالم میں وفات پائی۔ آپ
 جسمانی طور پر بہت فریب تھے، اسی لئے پھولا کے نام سے مشہور ہوئے۔



اولیائے جھنگ

سُلطان تاج الدین سُوری

وفات :- ۱۰۰۷ ہجری

مدفن :- بھڑ شہر کوٹ شہر

سلطان تاج الدین سُوری مشہور حکم راں شیر شاہ سُوری کے
 چچا زاد بھائی تھے، اپنے عہد کے مشہور صوفی اور بلند پایہ عالم تھے، تاریخ و سیر
 کی کتب سے ان کے بارے میں مختصر معلومات حاصل ہوئی ہیں۔ شور کوٹ شہر
 کے مشہور تاریخی قلعہ کو جو چند گیت کے عہد میں تعمیر ہوا تھا اور سکندر اعظم
 کے حملہ کے بعد خدائی عذاب کے باعث زلزلہ کا شکار ہو گیا تھا، دوبارہ آباد
 کرنے کی کسی بھی حکم راں کو جرأت نہ ہوئی تھی، جب شیر شاہ سُوری نے
 ہندوستان پر قبضہ کیا تو اُس نے شور کوٹ کے برباد شدہ علاقوں کا بھی جائزہ
 لیا، پہلی بار اس کے عہد میں برباد شدہ شہر و قلعہ کو جسے اب عرف عام میں
 بھڑ کہا جاتا ہے کی کھدائی شروع ہوئی، اور شہر بسانے کی کوشش کی گئی
 لیکن کئی سال کی جدوجہد کے باوجود بھڑ کی کھدائی کا منصوبہ کامیاب نہ ہو سکا
 بالآخر شیر شاہ نے بھڑ کے قریب نچلے حصے میں نئے سرے سے شہر کی بنیاد
 رکھی۔ موجودہ شہر شیر شاہ سُوری کے عہد کا تعمیر شدہ ہے۔ شہر کے تین

ادبیائے بھنگ

اطراف فصیل اور محسبیں تھیں جن میں بعض محرابوں کے نشان منور موجود ہیں
 اس نے شہر کی تعمیر اپنے عم زاد بھائی تاج سُوری کے سپرد کی۔ اور اس علاقے
 کا انھیں حاکم مقرر کر دیا۔ آپ کے بارے میں مشہور ہے کہ وہ بھڑ پکھڑے
 ہو کر اذانیں دیا کرتے تھے۔ اصل میں آپ اہل ہنود اور مشرکوں کو دعوتِ حق
 دیتے، اللہ کے عذاب سے ڈرتے، اور عذاب کے آثار دکھا کر کلمہ توحید
 کی ترغیب دیتے تھے۔

سلطان تاج سُوری سلسلہ سہروردیہ کے درویش تھے، آپ کا
 انتقال ۱۰۰۰ ہجری میں ہوا اور مزار بھڑ کی بندی پر آپ کی وصیت کے مطابق
 تعمیر ہوا۔ یہ بھڑ شورکوٹ شہر میں داخل ہوتے ہی غربی جانب واقع ہے
 اور بندی و پھیلاؤ میں کافی وسیع ہے۔ عام لوگ بھڑ کی چوٹی تک نہیں
 پہنچ سکتے، لیکن مقامی بہ آسانی آتے جاتے ہیں۔ بھڑ پر مکانات بھی موجود
 ہیں، اور یہ بھڑ ضلع جھنگ میں آثارِ قدیمہ کا عجوبہ روزگار حصہ ہے۔



اولیائے جھنگ

مخدوم تاج الدین اٹھارہ ہزاری

ولادت :- ۹۴۵ عیسوی

وفات :- ۱۰۱۰ عیسوی

مدفن :- اٹھارہ ہزاری

حضرت مخدوم تاج الدین المعروف اٹھارہ ہزاری اٹھارہ ہزاری کے علاقہ غزنی کے رہنے والے تھے، آپ اپنے وقت کے زاہد و عابد، متقی صالح اور خدا پرست بزرگ تھے، آپ کے مرشد غزنی کے ہی ایک ولی اللہ تھے، انہی سے فیض حاصل کیا، تذکرہ نگاروں نے مرشد کا نام نہیں لکھا۔ آپ فطری بزرگ تھے، ہمیشہ عبادت و ذکر الہی میں مصروف رہتے۔ جب سلطان محمود غزنوی نے ہندوستان پر حملہ کیا تو آپ اس کی فوج میں اعلیٰ عہدے دار تھے، اور فوج کی کمان کرتے ہوئے صوبہ ملتان تشریف لائے تھے، اس وقت ملتان کا صوبہ سندھ، بھاول پور اور شاہ پور تک وسیع تھا آپ دریائے چناب کے کنارے فوج لے کر ترمیوں کے مقام پر پہنچے، جہاں اس وقت تین دریائے تھے اور یہ جگہ قدرتی مناظر کے لحاظ سے بے حد خوب صورت تھی۔ چنانچہ یہیں دریائے جہلم کے کنارے آپ نے اپنا

ادب لے بھنگ

کیمپ لگایا۔ جب سلطان محمود نے آخری بار بھرپور حملہ کیا تو اس وقت بھی آپ فوج لے کر اسی مقام پر تشریف لائے۔ یہاں مرض الموت نے حملہ کیا، اور آپ کا انتقال ہو گیا۔

وصیت کے مطابق فوج نے آپ کو اسی پر فضا مقام پر دفن کیا اور ساری فوج نماز جنازہ میں شامل ہوئی۔ جب سلطان محمود کو ان کی وفات کی خبر ملی تو اس نے سخت غم و افسوس کا اظہار کیا۔ اور ان کی قبر پر پچھتہ مزار تعمیر کرانے کا حکم دیا۔ بعض روایات کے مطابق سلطان محمود غزنوی کے بیٹے مسعود غزنوی نے ہندوستان میں سب سے پہلے جو عمارت تعمیر کروائی، وہ مخدوم تاج الدین کا مزار تھا، یہ مزار بعد میں شدید سیلابوں کے باعث گر گیا، پھر دریائے رُخ بدلتا شروع کر دیا، پہلے ان کا مزار دریا کے مشرقی کنارے پر تھا، رُخ بدلنے کے بعد مزار مغربی کنارہ پر آ گیا۔ عقیدت مندوں نے دوبارہ تعمیر کیا۔ ان کے بارے میں بے شمار کرامات زباں زونخاس و عام ہیں۔ ان کے دستِ حق پرست پر متعدد وغیر مسلم اقوام مشرف بہ اسلام ہوئیں۔ مشہور ہے کہ آپ کے مزار کے ارد گرد بیس بیس میل تک چوری چکاری کی وارداتیں نہیں ہوتی تھیں۔ چور اس حد میں داخل ہو کر اندھے ہو جاتے تھے، ان کے عقیدت مند سندھ، سرحد اور افغانستان تک پھیلے ہوئے ہیں۔

۱۹۳۶ء میں جب ترمیو ہیڈ ورکس زیر تعمیر تھا آپ کا ایک عقیدت مند

ادبیائے جھنگ

یہاں بلوچ اور ریر تعینات ہوا، یہ شخص گر کر ایسا شدید زخمی ہو گیا کہ ڈاکٹروں نے علاج سے ہاتھ اٹھالیا، اس کے ورثاء نے اسے آپ کے مزار کے احاطہ میں پہنچا دیا، اور خود مسجد میں مصروف دعا ہو گئے۔ کچھ وقت کے بعد یہ زخمی شخص خود اٹھ بیٹھا اور اپنے ورثاء کو مسجد سے بلا لایا کہ اب میں رو بصحت ہوں، یہ واقعہ ہزاروں افراد نے چشم خود دیکھا،

جس زمانہ میں آپ یہاں تشریف لائے اس عہد سے قبل ضلع جھنگ میں حضرت پیر عبد الرحمن مکی قریشی کا مزار موجود تھا، تذکرہ نگاروں نے آپ کے سلسلہ طریقت، خلفاء اور سجادہ نشینوں کا ذکر نہیں کیا۔ تاہم ان کے سجادہ نشین تسلیم ہوتے رہے ہیں۔ اور اس وقت مخدوم ظہور احمد سجادہ نشین ہیں۔ ان کے مزار ہی کی وجہ سے یہاں گاؤں آباد ہو گیا، اور یہ علاقہ ۱۸ ہزاری کے نام سے مشہور ہوا۔ بعض روایات کے مطابق آپ کو ۱۸ ہزاری اس لئے کہا جاتا ہے کہ آپ نے ۱۸ ہزار نفل ایک ٹانگ پر کھڑے ہو کر دریا کے کنارے ادا کئے تھے، ممکن ہے یہ روایت درست ہو، لیکن تاریخی واقعات کے لحاظ سے صحیح روایت ہے کہ سلطان محمود غزنوی نے آپ کو ۱۸ ہزاری کے منصب پر فائز کیا تھا، آپ کا عرس ماہ چیت کے تیسرے جمعہ کو منایا جاتا ہے۔

اویاے جھنگ

مائی ترک صاحبہ

مدفن :- قدیمی قبرستان جھنگ صدر
 حضرت مائی صاحبہ کے حالاتِ زندگی کے بارے میں کوئی مستند
 معلومات دستِ یاب نہیں ہوئیں۔ مختلف کتب، بزرگوں کے شجرہ نسب
 اور زبانی روایات آپ کے معاملہ میں خاموش ہیں۔ صرف اسی قدر معلوم ہو سکا
 ہے کہ آپ ترکی النسل تھیں اور عارف باللہ تھیں، آپ کا اصل نام بھی لوگوں کو
 یاد نہ رہ سکا، اور نہ ہی سرکاری کاغذات میں اصل نام کے بارے میں کوئی
 وضاحت ہے، البتہ آپ کو مائی ترک صاحبہ کہا جاتا تھا، اور اسی نام سے
 اب تک مشہور ہیں۔

آپ کا انتقال اب سے قریباً ڈیڑھ سو سال قبل ہوا، حسنا قوم کے
 افراد آپ کے معتقد تھے اور آپ کی وفات پر اس قوم نے اپنی اراضی میں آپ کو
 دفن کیا، بعد میں آپ کے مزار کے چاروں طرف وسیع قبرستان بن گیا، جو
 جھنگ صدر کا قدیمی قبرستان ہے۔



اولیائے جھنگ

حافظ جمال محمد نقشبندی مجددی

ولادت: ۱۳۲۲ ہجری

وفات: ۱۳۶۴ ہجری

مدفن: جھنگ صدر

حضرت حافظ جمال محمد کا شجرہ نسب حضرت شیر شاہ جلال سرخ

بخاری کے توسط سے حضرت امام علی نقی علیہ السلام سے ملتا ہے اور روحانی

شجرہ ۳۴ واسطوں سے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے منسوب ہو جاتا

ہے۔ آپ کی ولادت ۱۳۲۲ھ مطابق ۱۹۰۳ء میں قصبہ سنبھالکہ تحصیل پانی پت

ضلع کرنال میں ہوئی جہاں آپ کے والد حضرت عبداللہ شاہ بخاری مقیم تھے آپ

کی ولادت سے قبل ایک مجزوب درویش حضرت خیر الدین نے اعلان کیا تھا کہ

آج اس قصبہ میں ایک ولی اللہ کی ولادت ہوگی۔ جو اپنے عہد کا عظیم انسان ہوگا

چنانچہ آپ کی ولادت کے بعد رسم کے مطابق گھر میں شیرینی تقسیم کی گئی۔ جب

آپ کی عمر پانچ سال کی ہوئی تو والد صاحب نے حافظ عبدالکریم صاحب

کے درس میں داخل کر دیا، آپ نے آٹھ سال کی عمر میں قرآن مجید حفظ کر لیا،

اور حدیث کی تعلیم حاصل کی۔

ادیب نے جھنگ

ایک دن آپ اپنے ہم عمر بچوں کے ساتھ کھیل رہے تھے کہ فضا میں
 ہوائی جہاز چلنے کی گونج سنائی دی، بچوں نے آپ سے کہا کہ ہم نے اب تک
 ہوائی جہاز نہیں دیکھا، تمہاری کرامت ہم تب مانیں گے کہ یہی جہاز زمین پر اتر
 آئے، حافظ صاحب نے آسمان کی طرف دیکھا، خدا جانے کیا ہوا کہ وہی
 جہاز اچانک تیزی کے ساتھ نیچی پرواز کرتے ہوئے مسجد کے پیناروں تک
 پہنچ گیا، جہاز کی گرگر گڑا ہٹ سن کر آپ کے والد صاحب باہر آئے تو حافظ
 صاحب سے کہا: "جمال! یہ کمال کا موقع نہیں۔ اللہ کے دوست و دوسروں
 پر اپنا کمال یوں ظاہر نہیں کیا کرتے۔"

چنانچہ آپ کے والد سخت ناراض ہوئے، اور آپ کو کچھ عرصہ
 کے لئے حیدرآباد وکن بھیج دیا، جہاں آپ نے شریعت و طریقت کے باقی مراحل
 طے کئے۔ حیدرآباد، مدراس اور بمبئی کے علاقوں میں آپ کی شہرت و
 عقیدت دور دور تک پھیل گئی، ہزاروں تشنگانِ علم و عرفان کو آپ نے
 فیض یاب کیا،

قریباً بارہ سال کے بعد آپ وطن پٹی تشریف لائے۔ ۱۹۲۰ء
 میں ۶ جمادی الثانی کو آپ کے والد محترم کا انتقال ہوا تو آپ ان کے
 جانشین مقرر ہوئے۔ حضرت حافظ صاحب اردو، فارسی اور عربی
 شاعری کا بھی پاکیزہ ذوق رکھتے تھے۔ عام طور پر قرآن مجید کی آیات
 اولیٰ جھنگ

و اسادیت نبویہ کا نظم میں ترجمہ کرنے، آپ کی علمی مجلس میں راقم الحروف کو بھی تین سال تک بیٹھنے کا موقع ملا۔ آپ حد درجہ حلیم وضع دار، متوسل اور صاحب عجز و انکسار تھے، قیام پاکستان سے پندرہ سال قبل ۱۹۳۳ء میں آپ نے ہندوستان کی تقسیم کا اعلان کر دیا تھا اور پاکستانی علاقوں کی حدود بھی متعین کی تھیں، آپ کے سینکڑوں خوارقِ عادت و واقعات منسوب ہیں۔

قیام پاکستان کے موقع پر مہاجرین کے ایک قافلہ میں آپ بھی شامل تھے۔ قافلہ کے لوگوں نے کہا کہ جتنا سخت طغیانی رہے اسے پار کرنا مشکل ہے۔

آپ نے فرمایا ”سب لوگ پیدل جہا پار کر لیں کسی کی نات سے اوپر پانی نہیں آئے گا“

چنانچہ تمام قافلہ جس میں عورتیں، بچے، بوڑھے سب شامل تھے جہا پار کر گئے۔ آپ قافلہ کے ہمراہ کا ندھلہ کے راستے پاکستان وارد ہوئے پہلے سید و شریف گجرات میں مولانا محمد صدیق کے ہاں قیام فرمایا، پھر ت اور آباد شریف لے گئے، یہاں گلہٹی میں چند ماہ مقیم رہے پھر بعض عقیدت مند گوجراں والہ لے گئے، یہاں سے آپ جہلم چلے گئے اور باغ محمد میں رہائش پذیر ہوئے، یہاں آپ نے سب دریا ایک

اولیٰ جھنگ

عالمی شان مسجد تعمیر کروائی ۱۹۵۲ء میں پانی پت کے مہاجرین جو جھنگ
میں آباد ہو گئے تھے آپ کو جھنگ لے آئے۔ آپ نے جھنگ روڈ پر ایک
مختصر کوٹھی میں سکونت اختیار کی،

آپ کے والد کا عرس ہر سال ۶ جمادی الثانی کو منایا جاتا تھا،
۱۹۵۴ء میں آپ نے عرس کی تاریخ تبدیل کر کے ۱۱ جمادی الثانی مقرر
کر دی، جب عقیدت مندوں نے اس تبدیلی کا سبب پوچھا تو آپ نے
فرمایا کہ "میں پسند نہیں کرتا کہ میرے خاندان سے عقیدت رکھنے والوں
کو سفر کی بار بار رحمت اٹھانی پڑے" اس وقت یہ بات کسی کی سمجھ میں
نہ آئی۔ البتہ جب ۱۱ جمادی الثانی ۱۳۷۳ھ کو آپ نے رخت سفر
باندھا تو عقیدت مند عرس کی تبدیلی کی وجہ جان گئے۔

جس کو ٹھھی میں آپ کا قیام تھا اس کے صحن کو آپ نے مسجد میں
تبدیل کر دیا اور اس سے ملحق چھوٹا سا ٹکڑا اراضی علیحدہ کر دیا تھا لوگوں
نے اس کی وجہ دریافت کی تو آپ نے فرمایا "یہ قبر کے لئے ہے" چنانچہ
آپ اس جگہ دفن ہوئے، اور اب یہاں سختہ کمرہ تعمیر ہے جس کے اندر
آپ کا مزار ہے۔

آپ کی وفات کے بعد آپ کے بیٹے صاحب زادہ محترم الدین
جانشین مقرر ہوئے۔

ادیبانے جھنگ

مخدوم جلیل الدین قریشی

وفات ۱- ۸۹۸ ہجری

دفن ۱- چنیوٹ شہر

مخدوم جلیل الدین قریشی حضرت مخدوم کمال الدین کے سب سے بڑے بھائی تھے، اور عابد، زاہد اور عالم تھے، آپ نے محلہ دھڑکھاناں میں درس و تدریس کا سلسلہ شروع کیا تھا، صاحب کرامت بزرگ تھے، اور اپنے ہم عصر حضرت شاہ اسماعیل بخاری سے خوب نوک جھونک رکھتے تھے۔

آپ کا مزار کارخانہ مولانا بخش مقبول احمد گلوتر کے احاطہ میں واقع ہے۔ چنیوٹ کے قدیمی باشندوں میں ان چاروں بھائیوں کے بارے میں عقیدت و احترام کے جذبات موجزن ہیں۔



اولیائے بھنگ

حضرت حمیل الدین قریشی

وفات ۱- ۱۰۷۱ ہجری

مدفن ۱- چنیوٹ شہر

آپ کا سلسلہ نسب قریش سے وابستہ ہے۔ اور آپ بھی اپنے دونوں بڑے بھائیوں حضرت مخدوم کمال الدین اور سپہ محمد داؤد کی طرح حجاز شاہ مفیم منٹ گمری کے فیض یافتہ تھے۔ آپ اپنے بھائی کے حکم پر تبلیغ کے لئے حویلی بہادر شاہ سے چنیوٹ وارد ہوئے اور محلہ دھر کھانا میں قیام فرمایا۔

آپ نے بھی درس و تدریس کا سلسلہ شروع کیا، اور انے ڈیرہ کے قریب ایک مسجد تعمیر کرائی اور کنواں بنوایا۔ کنواں تو ختم ہو چکا ہے البتہ پرانی مسجد کی جگہ نئی مسجد تعمیر کی جا چکی ہے۔ جسے اب مسجد آزاد کے نام سے معنون کیا جاتا ہے۔ آج کل مولوی طاب غفار صاحب مسجد کے خطیب و متولی ہیں۔



اولیائے جنت

حضرت سید چراغ شاہ

ولادت: ۱۲۸۱ ہجری

وفات: ۱۳۳۶ ہجری

مدفن: قصبہ پیر محل

حضرت سید چراغ علی، سید علی شیر میرک سیال کے فرزند اور سلطان

ہاتھی وان کے پڑپوتے اور سید پیر قطب علی شاہ قطب زماں آستانہ عالیہ سندھ طلیا نوالی،
پیر محل ضلع لائل پور کے مرشد تھے، آپ سادات باہرہ کے چشم و چراغ اور پیدائشی
ولی تھے، علوم باطنی پر دسترس خدا کی طرف سے عطیہ تھا،

شرعی علوم اپنے والد سے حاصل کئے۔ ہمیشہ جذب و مستی میں رہتے۔

نہایت متوکل اور تحمل بزرگ تھے، کبھی کسی کے حق میں بددعا نہ کی، کسی پر خفگی یا

یا ناراضی کا اظہار نہ کیا، عموماً یاد الہی میں مصروف رہتے۔ آپ سے ہزاروں کرامات

ظاہر ہوئیں اور کئی قبیلوں کو حلقہ بگوش اسلام کیا۔

ابتدائی سالوں میں اپنے والد سید علی شیر کے مزار پر فروکش رہے

جب حضرت پیر سید قطب علی شاہ آپ کے مرید ہوئے تو آپ ان کی خواہش

قصبہ پیر محل چلے گئے۔ حضرت سید قطب علی شاہ قطب زماں نے آپ کے

ادبیائے جھنگ

یہاں ایک عظیم الشان محل تعمیر کرایا، پہلے اس علاقے کا نام اروقی تھا، سید چراغ شاہ
 کے قیام کے بعد اسے پیر محسن کا نام ملا۔ ضلع منٹگمری، لائل پور، ملتان اور
 ضلع لاہور کے بہت سے خاندان آپ کے حلقہ ارادت میں شامل ہیں، آپ کا
 انتقال ۱۳۳۶ھ میں ہوا اور آپ کا جسدِ خاکی اسی محل میں دفن کیا گیا۔ یہ محل
 اب ان کے مزار کی وجہ سے مرجعِ خلائق ہے۔ اور یہاں بہت بڑا میدان
 لگتا ہے۔



مائی پھلیا نوالی

ولادت :- ۱۲۹۶ھ

وفات :- ۱۳۷۷ھ

مدفن :- محلہ حسناہ جھنگ صدر

حضرت مائی صاحبہ کے ابتدائی حالات، نام و نسب اور سلسلہ بیعت کے بارے میں معلومات نہیں مل سکیں۔ آپ ۱۹۱۷ء کے لگ بھگ جھنگ میں وارد ہوئیں اور کٹرہ بیروالا میں سکونت اختیار کی، آپ عموماً دونوں ہاتھوں اور پیروں کی انگلیوں میں بوسے یا دیگر دھاتوں کے چھتے پہنے رہتی تھیں، اور حقہ کی بھی شوقین تھیں آپ کا اصل وطن سیال کوٹ تھا۔ جھنگ میں عموماً مختلف مزاروں پر حاضری دیتیں، اور خلوت کو پسند کرتی تھیں، چھوٹے بچوں سے محبت کرتیں، عموماً بچوں کو گود میں لئے رکھتیں، بعض اوقات بچوں کو لے کر شہر سے دور جنگلوں میں مزاروں پر چلی جاتیں، ایک دفعہ ایسا ہوا کہ آپ دو سال کے ایک بچے کو اٹھا کر لے گئیں، اور مغرب تک واپس نہ آئیں۔ اس لڑکے کے باپ کو لوگوں نے شبہ میں ڈال دیا، کہ مائی صاحبہ ولی اللہ نہیں

اولیائے جھنگ

ہیں بلکہ خطرناک عورت معلوم ہوتی ہیں، تم اپنے بچے کو تلاش کرو اور آئندہ
 مائی صاحبہ کو گھر میں نہ آنے دیا کرو، اس لڑکے کا باپ شہر کے ارد گرد مائی صاحبہ
 کی تلاش کرتا رہا، لیکن مایوس ہو کر گھر واپس آ گیا۔ جب گھر پہنچا تو مائی
 صاحبہ گھر واپس آ چکی تھیں۔

آپ نے فرمایا "تم نے میرے بارے میں شبہ کیا، حالانکہ جہاں
 جہاں تم گئے میں تمہیں دیکھتی رہی" مائی صاحبہ نے اس شخص کو من و عن تمام
 واقعات سنائے،

مائی صاحبہ پیر فتح شاہ سے بھی روحانی اُنس رکھتی تھیں۔
 ۱۹۱۸ء میں جب شاہ صاحب نے وفات پائی تو آپ کو دلی رنج ہوا۔
 آپ گمو مان کے مزار پر حاضر ہوتی رہیں۔ مابعد شہر سے سکونت ترک
 کر کے محلہ حنانہ میں اپنے ایک ارادت مند کے ہاں چلی گئیں وہیں
 آپ کا انتقال ہوا۔ اور اسی جگہ آپ کا مزار موجود ہے۔ جہاں ہر سال
 ۱۱ ربیع الثانی کو عرس منایا جاتا ہے۔

ادبیات جھنگ

حضرت میاں چنوں

ولادت :- نامعلوم

وفات :- ۱۲۵۰ ہجری

مدفن :- قصبہ میاں چنوں

خدائے دو الجلال جب کسی کو اپنی نعمتوں سے نوازتا ہے تو ظاہری نیکیوں کی پرسش نہیں ہوتی، ایسے اصحاب بھی خدا کے دامنِ رحمت میں جگہ پاتے ہیں جن کی عمروں کا ایک حصہ گناہوں میں بسر ہوتا ہے۔

ساتویں صدی ہجری کی پہلی چوتھائی میں میاں چنوں جو اس وقت صرف چنوں بلوچ تھے، اپنے ہم عمر دوستوں کے ہمراہ علاقہ بھر میں پھریاں کرتے تھے، وہ جس معاشرے کے فرد تھے اس کا دستور بن چکا تھا کہ جب تک کوئی نوجوان چوری نہ کرتا اس کے سر پر بزرگ بگڑی نہ باندھتے۔ گویا چور کو عزت دار سمجھا جاتا تھا، اور اس معاشرہ میں چور کی قدر و منزلت تھی۔ حضرت میاں چنوں علاقہ بھنگ کے رہنے والے تھے، لیکن اپنے خاندان کے دیگر افراد کے ہمراہ نقل مکانی کر کے ملتان میں جا کر رہائش پذیر ہوئے، جہاں اب قصبہ میاں چنوں آباد ہے، اب سے قریباً آٹھ سو سال قبل غیاث الدین بلبن کے عہد میں یہاں

اولیٰ بھنگ

ایک گاؤں آباد تھا، یہ علاقہ بڑا زرخیز تھا، اور زمین سونا کھلتی تھی، علاقہ کی زرخیزی کے باعث اس وقت کی مشہور قومیں سہود، ہیراج، سینال، پاندہ لکھ، لک، سیال، کھوکر، کھگہ وغیرہ یہاں آباد تھیں، ان کے پاس بے شمار مویشی تھے، چنانچہ ان قوموں کی خوش حالی کا تذکرہ سن کر میاں جنوں اپنے ایک دوست مجید جنجوعہ کے ہمراہ یہاں آکر بس گئے یہ دونوں دوست خوب صورت جوان تھے، اور چوری کے فن میں یکتائے روزگار۔ بعض قبیلے اپنے عناد و انتقام کے لئے ان کی خدمات حاصل کرتے تھے، اور یہ دونوں سارے علاقے پر ایک قسم کی حکومت کرتے تھے۔

ابتدائی حالات

تذکرہ نگاروں نے ان کے ابتدائی حالات کے بارے میں کچھ نہیں لکھا، صرف اتنا معلوم ہے کہ حضرت میاں جنوں اپنے وقت کے جوان ہمت اور بے باک چور تھے اور علاقہ جھنگ سے ملتان گئے تھے، میاں مجید جنجوعہ بھی ان کے گہرے دوست، ہم سفر اور ہم مشرب تھے، دونوں مل کر شکار تلاش کرتے اور شکار مارتے تھے۔ قدرت کی نیرنگی دیکھئے کہ جب ان کو بصیرت نصیب ہوئی تو ان کی کایا پٹ گئی۔ جنوں چور حضرت میاں جنوں بن گئے، اور قیامت تک کے لئے نام ور ہو گئے۔

ادبیائے جھنگ

عشق الہی

ایک دفعہ میاں مجید اور میاں چنوں جنگل سے گزر رہے تھے کہ حضرت شیخ بہاؤ الدین زکریا غوث بہاؤ الحق قریشی متانی اپنے دو بچے ساتھ میاں کے ہمراہ حضرت بابا فرید الدین شکر گنج رح کی خدمت میں حاضری کے بعد اس علاقے میں تشریف لائے، جنگل میں حضرت میاں چنوں اور میاں مجید ان سے ملے، شیخ بہاؤ الدین علیہ الرحمۃ نے ان دونوں سے فرمایا کہ پانی کی ضرورت ہے، چنانچہ انھوں نے مہاں نوازی اور مسافر کی تواضع کے جذبہ کے تحت پانی کی تلاش شروع کر دی۔ دونوں کافی دیر تک گئے، اور پانی کا مشکیزہ لے کر لوٹے، حضرت غوث بہاؤ الحق صاحب جاچکے تھے، ان کو دلی صدمہ پہنچا، چنانچہ دونوں ان کے قدموں کے نشانات پر ان کے تعاقب میں چل پڑے۔ پانچ میل کی مسافت طے کر کے انھوں نے حضرت غوث بہاؤ الحق کو ایک ویران سیل پر بیٹھے دیکھا۔ ان کے قریب پانی کا چشمہ جاری تھا، حضرت غوث بہاؤ الحق نے پیاس کی شدت کے باعث اللہ تعالیٰ سے پانی مانگا، ان کو حکم ملا کہ زمین پر پاؤں مارو۔ انھوں نے زمین پر پاؤں مارا تو چشمہ پھوٹ پڑا۔ اسی دن سے چشمہ جاری ہے۔ اب اس جگہ کنواں بن گیا ہے۔ لیکن علاقہ کی شادابی اس بات کی غماز ہے کہ اسی چشمہ کے باعث ویران علاقہ شاداب ہوا۔

حضرت میاں چنوں اور میاں مجید نے یہ واقعہ دیکھا تو دونوں

اولیائے جہنگ

نے گناہوں سے توبہ کر لی اور حضرت شیخ بہاؤ الحق صاحب کے قدم بوس ہو گئے
حضرت نے دونوں کو اٹھا کر گلے لگالیا، اور خدائے ذوالجلال کی بارگاہ میں
دعا کی کہ یہ دونوں اپنے گناہوں سے تائب ہو گئے، ان کی رہنمائی فرما۔

حضرت غوث بہاؤ الحق نے ہی ان کو میاں چنوں اور میاں مجید
کا نام عطا کیا۔ اور اسلام کی تعلیمات سے آگاہ کر کے تبلیغ دین کا کام
ان کے سپرد کیا۔

حضرت میاں چنوں صاحب نے علاقہ بھری میں علم و عمل کی دولت
بکھیری، چوراہہ معریم ذہنیت کے لوگوں کو نیکی کا راستہ دکھایا، اور خود عشق
الہی میں ایسے محو ہوئے کہ دنیا بھول گئے۔ اور صرف خدا کے ہو کر رہ گئے

وفات

در جوانی توبہ کر دن شیوہ پیغمبریت کے مصداق حضرت
میاں چنوں عین شباب میں گناہوں سے تائب ہوئے، اور پھر باقی تمام
زندگی عشق الہی میں گزار دی، تذکرہ نویسوں نے ان کی شادی اور اولاد
کے بارے میں کوئی تفصیل نہیں دی۔ بعض کتب میں ان کا سال وفات
۱۶۴۵ء تحریر ہے۔ مزار مبارک قصبہ میاں چنوں میں موجود ہے، یہاں
ہر سال ۹، ۱۰، ۱۱ اور ساون کو ان کا عرس منایا جاتا ہے۔ اور بڑا بھاری
میدہ لگتا ہے،

اولیائے جہنگ

شیخ جوہر المعروف شیخ چوہڑ

وفات - ۸۰۴ ہجری

مدفن: قصبہ شیخ چوہڑ تحصیل جھنگ

حضرت شیخ جوہر جوہد میں شیخ چوہڑ کے نام سے مشہور ہوئے

حضرت شاہ جیونہ کے ہم عصر تھے، اور حضرت بہاؤ الحق غوث ملتانی کے

فیض یافتہ تھے، آپ مرشد کے حکم پر جھنگ تشریف لائے، اس وقت

یہ علاقہ بے ہودہ رسومات میں مبتلا تھا، نام نہاد مسلمان قبائل بھی

اسلامی تعلیمات پر کاربند نہ تھے۔ مرشد کے حکم پر آپ نے تبلیغِ حق

کا سلسلہ شروع کیا۔

زمینداروں کی نقل مکانی

قصبہ شیخ چوہڑ کا علاقہ ڈاہ قوم کے زمینداروں کا تھا، وہ

اس وقت خانینوال کے علاقہ میں آباد ہیں۔ ایک دفعہ آپ نے ڈاہ قوم کے

سرکردہ افراد کو بلا کر کہا کہ یہ جگہ خالی کر دیں اور خانینوال کی طرف چلے جائیں ان

لوگوں نے آپ کا حکم ملتے سے انکار کر دیا، آپ نے ایک روتا بھرا اور ٹوٹی کے ذریعہ

بہانا شروع کر دیا، جہاں جہاں پانی بہا، سیلاب آ گیا اور سارا علاقہ دریا بن گیا۔ ڈاہ قوم

ادیا نے جھنگ

سیلاب دیکھ کر خوف زدہ ہو گئی۔ اور آپ کے قدموں میں گر کر معافی مانگی۔ آپ نے نقل مکانی کی شرط پر معاف کر دیا، یہ قوم آپ کی مرید ہو گئی، اور اپنا سامان لے کر ملتان چلی گئی۔ آپ نے اسی قوم کی ایک خاتون سے شادی کی۔ جس سے آپ کی نسل چلی۔

دریا میں راستہ بن گیا

ایک دفعہ آپ چند مریدوں کے ہمراہ راوی پارے سے آرہے تھے۔ راوی میں پانی کا زور تھا، آپ نے ملاحوں سے کہا کہ ہمیں کشتیوں میں دریا پار چھوڑ آئیں۔ ملاحوں نے حکم کی تعمیل نہ کی بلکہ کشتی ڈوبنے کا اندیشہ ظاہر کیا، آپ نے ملاحوں کا جواب سن کر زور کا نعرہ لگایا، اور دریا میں کود گئے۔ مریدوں کو بھی آپ نے پیچھے آنے کا حکم دیا، جو نہی آپ نے دریا میں قدم رکھا پانی دو حصوں میں تقسیم ہو گیا، اور درمیان سے خشکی ابھرائی۔ آپ دریا پار پہنچ گئے ملاحوں نے جب یہ صورت دیکھی تو فوراً پیچھے آئے اور معافی مانگی۔

موشیوں کا گوشت سوکھ گیا

ایک دفعہ حضرت شاہ جیونہ کے عقیدت مند چند موشی اپنے مرشد کی خدمت میں پیش کرنے کے لئے لارہے تھے، کہ راستہ میں شیخ چوہڑ نے ان سے کہا کہ یہ موشی مجھے دے دو۔ انہوں نے جواب دیا کہ یہ شاہ جیونہ کی نذر ہیں۔ تو شیخ چوہڑ نے فرمایا کہ یہ جس کی نذر ہونے سے ہو گئے

اولیائے بھنگ

اب جہاں چاہے لے جاؤ، جب یہ لوگ حضرت شاہ جیونہ کی خدمت میں حاضر ہوئے، اور مویشی پیش کئے تو آپ نے فرمایا "ان میں زندگی ہی نہیں، اصل مال تو کسی نے لے لیا، اور تمہیں علم نہیں ہو سکا، عقیدت مندوں نے حضرت شیخ پوہڑ کا واقعہ سنایا، تو انھوں نے فرمایا کہ یہ ان کا حق ہو گیا، انھیں پیش کرو۔ چنانچہ مویشی ان کی خدمت میں پیش کر دئے گئے۔"

شادی و اولاد

آپ نے پہلا نکاح اپنے قبیلہ کی ایک عورت سے کیا، اس سے معظم نامی لڑکا پیدا ہوا، دوسری شادی ڈاہ قوم کی خاتون سے کی۔ اس کے بطن سے قتال نامی لڑکا پیدا ہوا، معظم اور قتال دونوں صاحب علم تھے، ان سے بھی بہت سے واقعات منسوب ہیں۔ آپ کی وفات قریباً ۸۰۴ء میں ہوئی۔ جد مبارک آپ کی جھونپڑی میں دفن کیا گیا جہاں اب پختہ مزار موجود ہے، اور ہر سال ۱۴؎ بھگان کو عرس منایا جاتا ہے۔



اولیائے جھنگ

شاہ حسین قریشی

ولادت: - ۸۹۰ھ
وفات: - ۹۵۰ھ
مدفن: - تحصیل جھنگ

حضرت شاہ حسین ہاشمی قریشی جن کا مزار جھنگ چنیوٹ روڈ پر
جانب شرق وسیع چٹیل میدان میں (المعروف شاہ حسین کارٹا) موجود ہے،
حضرت شیخ کبیر کی اولاد میں تھے، آپ بھی مادرزاد ولی اللہ اور باکرامت
بزرگ تھے،

شاہ حسین کی زندگی کا بیشتر حصہ سفر و سیاحت میں گزرا، ہندوستان
کے مختلف علاقوں کے بزرگوں اور عارفوں سے براہ راست تعلق رکھتے تھے، زندگی
کے آخری دنوں میں چنیوٹ تشریف لائے، اور یہیں وفات پائی۔ مرنے سے
پہلے آپ نے اپنے مریدوں کو وصیت کی کہ میری میت حضرت شیخ کبیر کے پہلو
میں دفن کی جائے، اور میرا جنازہ چنیوٹ سے لے جاتے ہوئے راستہ میں
ہرگز نہ رکھا جائے۔ اگر کسی جگہ چار پائی رکھی گئی تو پھر نہیں اٹھ سکے گی۔ اور
وہیں میرا مزار بن جائے گا۔ اور یہ جگہ آباد نہیں ہوگی۔ چنانچہ انتقال کے

اولیائے جھنگ

بعد عقیدت مندوں نے آپ کی میت غسل کے بعد چار پائی پر دکھی۔ اور
 اٹھا کر چل پڑے۔ راستہ میں تھکان کی وجہ سے چار پائی کو زمین پر رکھا، پھر
 اٹھانے کی ہزار کوشش کی۔ لیکن چار پائی نہ اٹھی، چنانچہ اسی جگہ آپ کو
 دفن کیا گیا۔

آپ کے فرمان کے مطابق مزار کے آس پاس کا علاقہ زراعت
 کے قابل نہ رہا اور اب تک بنجر ہے۔



اولیائے جہنگ

حضرت شیخ حسین شاہ

ولادت :- ۱۱۲۱ھ

وفات :- ۱۱۹۲ھ

مدفن :- پہاڑی چنیوٹ شہر

حضرت شیخ حسین شاہ قریشی النسل اور حضرت عبداللہ جہانیاں

کی اولاد میں سے تھے، آپ کی ولادت تقریباً ۱۱۲۱ھ میں ہوئی، آپ ماورزا دہلی

تھے، علوم باطنی و رشتہ میں پائے تھے۔ آپ کے والد کا نام آخن شیخ بتایا

جاتا ہے۔

جب آپ سن شعور کو پہنچے تو آپ کو مرشد کی تلاش ہوئی۔ چنانچہ

آپ جہانیاں سے چنیوٹ تشریف لائے، اس وقت چنیوٹ میں سخی عبدالوہاب

کا ٹھہرہ تھا۔ چنانچہ آپ نے سخی عبدالوہاب کے پاس رہائش اختیار کر لی اور

سلوک و معرفت کی منزلیں طے کرنے لگے۔

شیخ عبدالوہاب حضرت میاں عثمان رحمن کامزار جھنگ صدر

میں ہے) کے خلیفہ تھے۔ اور خود میاں عثمان حافظ علی محمد نقشبندی کے

خلیفہ تھے۔ چنانچہ حضرت شیخ حسین اپنے مرشد شیخ عبدالوہاب کے ہمراہ

اولیائے جھنگ

متعدد بار جھنگ تشریف لائے۔

آپ سے بے شمار کرامات ظہور میں آئیں، اور اپنے مرشد کے حکم

پر پہاڑی میں اپنی اقامت رکھی۔ اسی جگہ آپ کا انتقال ہجری ۱۱۹۲
میں ہوا۔ جہاں آپ کا مزار موجود ہے۔ اور عرف عام میں آپ کو ڈوہنگی والا
پیر کہا جاتا ہے۔ ڈوہنگی بلندی کے معنی میں بولا جاتا ہے۔ آپ کے مزار کے
قریب اور بھی کئی قبریں ہیں۔ ایک خوب صورت بارہ دری بھی موجود ہے۔
مزار کا حصہ مناظر کے لحاظ سے بہت خوب صورت ہے۔ آپ کی اولاد
میں نیکو کارہ قوم مشہور ہے۔ نیکو کار اصل میں قریش ہیں۔



اولیائے جھنگ

میاں جماند مہر و مہ

ولادت: ۱۱۱۳ ہجری

وفات: ۱۱۹۸ ہجری

مدفن: چنیوٹ شہر

حضرت میاں جماند صاحب مہر و مہ زیندار قوم کے فرد تھے

اور حضرت حافظ علی محمد صاحب نقشبندی بھنگ صدر کے خلیفہ مجاز تھے
قریباً ۲۵ سال کی عمر میں مرشد کی تلاش شروع کی۔ کھیتی باڑی کرتے تھے
اور اس وقت کی دینی تعلیم سے بھی واقف تھے۔ ایک دفعہ کھیتوں میں کام
کر رہے تھے کہ برادری کے کسی شخص نے ان سے طنزاً کہا کہ بے پیرا اور
بے استاد دنیا میں کامیاب نہیں ہو سکتا، آپ نے اسی وقت کام چھوڑ دیا
اور مرشد کی تلاش میں نکل پڑے۔ منزل سے ناواقف تھے، جب آپ
بھنگ صدر پہنچے تو اتفاق سے آپ حافظ علی محمد کے ہاں ٹھہر گئے۔

حافظ صاحب کے نگرخانے سے پر دہی اور مسافر عموماً کھانا کھاتے تھے۔ رات کو حجب
سجد میں حافظ صاحب کے ہاں مجلس ذکر شروع ہوتی تو آپ بھی اس میں شامل ہو گئے
اور دل کو ایسا ہی سرور و سکون ملا جس کے آپ تلامذہ تھے، چنانچہ چند روز کی صحبت

اولیائے بھنگ

سے ہی آپ کی قلبی کیفیات بدل گئیں، اور آپ نے حافظ صاحب سے بیعت فرمائی
چودہ سال آپ نے حافظ صاحب سے کسب فیض کیا، اور سلسلہ نقشبندیہ سے
مستفید ہوئے، حافظ صاحب نے آپ کو خلافت سے سرفراز کیا، اور اجازت دی کہ
اپنے علاقہ میں جا کر تبلیغ حق فرمائیں۔ چنانچہ ۵۰ سال کی عمر میں آپ مرشد سے
اجازت لے کر چنیوٹ واپس آئے، اس وقت آپ کامل ولی اللہ تھے۔
بعد نظر اٹھاتے تجلیات الہیہ کا ظہور ہوتا، زندگی کے آخری حصہ میں عموماً
جذب و استغراق میں رہتے، اور بعض اوقات نیم برہنگی کی حالت بھی طاری
ہو جاتی تھی، آپ چنیوٹ کے علاقہ میں متعدد خاندانوں کو اسلام سے فیض یاب
کیا، آپ سے بے شمار خوارق العادت واقعات منسوب ہیں، مثلاً آپ ایک
کنوئیں میں داخل ہوتے۔ تو دو چار سیل دور جا کر کسی اور کنوئیں سے باہر نکلے۔
ایک دفعہ مرشد کی زیارت کے لئے علاقہ وچین جانے کا ارادہ کیا۔ چنیوٹ کے
قریب آپ نے دریائے چناب میں ڈوبی رکائی اور وچین میں مرشد کے مزار
کے قریب دریا سے نکلے۔

مشہور ہے کہ چنیوٹ کا ایک تیز زادہ تحصیل دار آپ کی بڑی عزت
کرتا تھا، ایک بار آپ عدالت میں نیم برہنگہ شریف لائے، تحصیل دار کو
آپ کی کیفیت ناگوار گزری۔ کیونکہ اس وقت عدالت میں چند عورتیں بھی
موجود تھیں۔ لیکن تحصیل دار نے پاس ادب ملحوظ رکھتے ہوئے زبان سے

ادبیائے جھنگ

کچھ نہ کہا جب آپ عدالت کے قریب پہنچے تو لوگ دیکھ کر حیران رہ گئے کہ
آپ نے بہت خوب صورت لباس پہنا ہوا تھا، آپ نے تحصیل دار سے فرمایا
کہ تم مجھے تارکِ شریعت سمجھتے ہو؟

تحصیل دار نے معافی مانگی، آپ نے متعدد اصحاب کو خلافت عطا
کی، ان میں میاں دوست محمد نسیم کو کارہ اور سخی عبدالوہاب بھی شامل ہیں، ان
دونوں بزرگوں کے مزارات بھی چنیوٹ میں موجود ہیں۔

آپ کی وفات ۱۹۸۰ء میں ہوئی، اور چنیوٹ میں ہی آپ کو
دفن کیا گیا۔ جہاں ہر سال عرس منایا جاتا ہے۔



اولیائے جہنگ

حضرت شاہ خلیل شیرازی

وفات :- ۸۸۰ ہجری

مدفن :- مڈھورجیانہ تحصیل شورکوٹ

حضرت شاہ خلیل شیرازی سادات شیراز کے چشم و چراغ تھے آپ کے جد اعلیٰ حضرت سید شیر علی سلطان تیمور کا تھا ۸۰۰ھ میں وارد ہندوستان ہوئے اور پھر ہندوستان میں مستقل قیام کیا۔ آپ کا شجرہ نسب تین پشتوں سے سید شیر علی شیرازی سے ملتا ہے شاہ خلیل بن شاہ محمد بن شاہ شمس بن شیر علی جد اعلیٰ، حضرت شاہ خلیل قریباً ۸۶۵ ہجری میں وارد جنگ ہوئے، آپ کا قیام کچھ عرصہ ماہی سلطان میں رہا۔ جہاں آپ کے حقیقی بھتیجے حضرت راجن امام کا مزار موجود ہے۔ بعد میں آپ علاقہ شورکوٹ تشریف لے گئے، اور مڈھورجیانہ قصبہ میں قیام فرمایا، آپ کے سلسلہ فیض سے متعدد قبیلے اور قومیں مستفید ہوئیں، مؤرخین نے تفصیلی حالات درج نہیں کئے، آپ کی وفات ۸۸۰ ہجری میں واقع ہوئی۔ آپ کا مزار اسی قصبہ میں موجود ہے جہاں سال میں دو بار میلہ یا عرس لگتا ہے۔



اویانے جنگ

حضرت مخدوم داؤد احمد

وفات :- ۱۰۶۱ ہجری

مدفن :- چنیوٹ شہر

حضرت مخدوم داؤد احمد صاحب مخدوم کمال الدین کے حقیقی
 چھوٹے بھائی تھے، آپ بھی حجرہ شاہ عقیم سے فیض یافتہ تھے، اور اپنے بھائی
 کے حکم پر چنیوٹ تشریف لائے۔ آپ نے مزار حضرت شاہ بہان کے نزدیک
 اپنی جھونپڑی ڈالی، ساتھ ہی کنواں اور مسجد بھی بنوائی، کنواں اور مسجد تو مرور زمانہ
 کے باعث مسامر ہو چکے ہیں، البتہ مزار اور اس کے ارد گرد کی چار دیواری جو
 ۱۹۵۰ء کے سیلاب کے بعد تعمیر ہوئی تھی موجود ہے۔ آپ کے حالات زندگی
 نہیں مل سکے، صرف اسی قدر معلوم ہو سکا ہے کہ آپ تاجر عالم دین تھے، اور
 سلسلہ نقشبندیہ کے مبلغ تھے، آپ کے ارادت مندوں کا حلقہ وسیع تھا،



اولیائے جہنگ

حضرت شاہ دولت

(ربوعد سیدال کے جدِ اعلیٰ)

ولادت ۱- ۹۳۴ھ

وفات ۱- ۱۰۰۱ھ

مدفن ۱- ربوعد سیدال خبیوٹ

حضرت شاہ دولت اپنے عہد کے کامل و عامل بزرگ تھے، آپ کا روحانی سلسلہ فیض حضرت شاہ جلال بخاری اُچ ریاست بھاؤل پور سے وابستہ ہے۔ آپ تبلیغ اسلام کی غرض سے اپنے مرشد کے حکم پر اس علاقے میں تشریف لائے، اس وقت یہ علاقہ کفرستان شمار ہوتا تھا، آپ نے اس علاقہ میں آتے ہی تبلیغ کا کام شروع کر دیا۔ چونکہ غیر مسلموں کا زور تھا، اور ظاہری تبلیغ سے ان لوگوں کو اسلام کی حقانیت سے روشناس کرنا سخت مشکل تھا۔ اس لئے آپ نے باطنی اور روحانی طریقوں سے تبلیغ شروع کی، اگرچہ آپ کرامات کے اظہار سے گریز فرماتے تھے، لیکن آپ کے سامنے بہت بڑا مقصد تھا، اس لئے آپ نے باطنی علوم کا چشمہ صافی جاری

ادبائے جہنگ

کیا جس کے باعث بے شمار قویں مشرف بہ اسلام ہوئیں۔ ان کی روحانی عظمت و بلندی کی خبر جب مغلیہ تاج دار اکبر کے دربار میں پہنچی تو اکبر ان سے ملاقات کا خواہش مند ہوا۔ چنانچہ اس نے اپنا ایک قابل اعتماد امیر ان کی خدمت میں بھیجا، آپ نے اس سے دربار اکبری میں جانے کا وعدہ فرمایا۔ سواری کا انتظام کیا گیا، اور آپ دربار میں پہنچے۔ اکبر نے آپ کی نمایاں شان استقبال کیا، اور واپسی پر ان کو آس پاس کی وسیع جاگیر عطا کی۔ تاکہ فقرائے ننگر کا توجہ چلتا رہے اور مشرفیاں بھی بطور نذرانہ پیش کیں۔

آپ کی وفات کے بعد شاہی دربار سے عطا کردہ جاگیر کو انتظامی صورت دے دی گئی۔ اور اسے ریاست کا درجہ مل گیا۔ آپ کی اولاد اس ریاست پر ۱۸۱۷ء تک قابض رہی۔

آپ کی اولاد میں سید خیر شاہ - جمال شاہ، شہاب شاہ، عبداللہ شاہ، قابل ذکر ہستیاں گزری ہیں۔ ان تمام کی اولاد اب سادات رجوعہ شمار ہوتی ہے۔ اس وقت بھی میاں غلام محمد شاہ ایم۔ این۔ اے سردار محمد علی شاہ، سید غلام عباس، ظفر عباس، سید احمد خاصے شہرت کے حامل ہیں۔

سکھوں کے حملے سے قبل مشہور سیال علم ران ولی دادخان نے سیال کوٹ سے کمالیہ تک کی تمام چھوٹی بڑی ریاستوں کو زیر کر کے اپنی

اولیائے جھنگ

قلم رو میں شامل کر لیا تھا۔ اس نے ریاست راجویم پر بھی حملہ کیا۔ اور اسے فتح
 کر لیا۔ مگر فتح کے بعد ریاست کا انتظام سادات کے ہی سپرد کر دیا، کیونکہ
 ولی دادخاں سادات بنو ہاشم کا بے حد احترام کرتا تھا۔

سید دولت شاہ کی بہت سی کرامات زبان زورِ خلاق ہیں۔

اولیائے جہنگ

دعوتِ پیر

ولادت :- ۱۱۰۵ ہجری

وفات :- ۱۱۸۰ ہجری

مدفن :- جھنگ صدر

آپ کا اصلی نام نبی اللہ تھا۔ اور سادات بخاری سے وابستہ تھے، روحانی مسک کے لحاظ سے قادری سلسلے سے منسوب تھے، آپ کے والد محترم سید حفظ اللہ، سید خدوم جہانیاں جہاں گشت کے پرنواسے تھے، اور آپ کا خاندان ٹھسکہ میراں ضلع کرنال میں آباد تھا، آپ کی ولادت ۱۱۰۵ ہجری میں ٹھسکہ میراں میں ہوئی۔ ابتدائی تعلیم اپنے والد سے حاصل کی، تبلیغ و سیاحت کے شوق میں ہندوستان کے مختلف علاقوں کا پیدل سفر اختیار کیا۔ کچھ عرصہ پٹیالہ میں مقیم رہے، جہاں

آپ کے کچھ بزرگوں کا محلہ بخاریاں میں قیام تھا، چند سال پٹیالہ میں مقیم رہنے کے بعد ملتان اور اچ (ضلع بھاؤل پور) چلے گئے جہاں سے آپ واپس جھنگ تشریف لائے۔ یہاں آپ کی ملاقات حضرت محمد یوسف شیرازی سے ہوئی اور انہی کی رفاقت کی وجہ سے آپ جھنگ صدر میں مستقل

اولیائے جھنگ

طور پر قیام پذیر ہو گئے۔

آپ کی جھنگ میں آمد قریباً ۶۵ھ ہجری میں ہوئی۔ اس وقت یہاں حضرت مدوکانوال، لڈاماہنی، پیر گوہر شاہ گیلانی کی شہرت عام تھی آپ موجودہ سول ہسپتال سے ملحقہ جنگل میں ڈیرہ لگا کر بیٹھ گئے، آپ کا لباس عموماً پھٹا رہتا تھا، اور آپ جلاہوں کی تانی سے بچی ہوئی دھبیاں اٹھا کر اڑھتے اور بچھاتے تھے، آپ کی جھونپڑی میں دھبوں کا ڈھیر لگا رہتا تھا، اس وجہ سے آپ کو دھبہ پیر کے نام سے پکارا جانے لگا۔ پھر آپ کا نام یا ولادت سے محو ہو کر عرف عام ہی مشہور ہو گیا۔

آپ شرعی احکام کی پابندی کا خاص خیال رکھتے۔ غیر شرعی اصحاب کو اپنی مجلس میں پسند نہ کرتے بلکہ سرزنش فرماتے تھے، آپ جمعرات کے روز ہجری ۸۰ھ میں دارفانی سے سدھار گئے۔

میاں حاجی محمود خوجہ پوری نے آپ کے غسل و فن کا انتظام کیا، اور اپنی ملکیتی اراضی میں جہاں آپ کا ڈیرہ تھا سپرد خاک کیا، اور کچھ رقبہ آپ کے مزار کے لئے وقف کر دیا، بعد میں وقتاً فوقتاً آپ کے مزار کی مرمت ہوتی رہی۔

ایک دفعہ حکیم محمد افضل صاحب ہرل اور چوہدری غلام محمد سندھی انسپکٹر جھنگ میونسپلٹی کے درمیان کسی علمی موضوع پر بحث و مناظرہ ہو گیا۔

اولیائے جھنگ

دونوں نے اپنے دلائل دئے مگر کوئی فیصلہ نہ ہو سکا۔ چوہدری غلام محمد نے تجویز
 پیش کی کہ مزارِ وحی پیر بہرہ حاضر ہو کر ان سے فیصلہ لیا جائے، چوہدری
 صاحب کشفِ قبور کا علم رکھتے تھے۔ چنانچہ دونوں بزرگوں نے کورائیے درمیانی حصہ میں
 مزار پر حاضر ہوئے اور سلسلہ پیش کیا، دونوں بزرگوں کا بیان ہے کہ آپ قبر سے باہر
 تشریف لائے اور ہماری باتیں سنیں اور فرمایا غلام محمد کا موقف درست ہے۔
 چنانچہ اس فیصلے کے بعد بحث ختم ہو گئی، ان دونوں کے درمیان قادیانیت
 زیر بحث تھی۔

آپ کا مزار مرجعِ خلافت ہے اور عقیدت مند فیض حاصل کرتے ہیں۔



ادبیائے بھنگ

حضرت راجن امام شیرازی

ولادت :- ۸۴۶ ھ

وفات :- ۹۳۶ ھ

مدفن :- موضع ماہمی سلطان

حضرت راجن امام شیرازی کا سلسلہ نسب حضرت امام جعفر صادق

علیہ السلام سے ملتا ہے اور ہندوستان میں تعزیرہ داری کی رسم کا احیاء سبکے

پہلے سلطان تیمور کی وساطت سے انہی کے جدِ اعلیٰ حضرت شیر علی نے کیا۔

ابتدائی حالات

واقعہ فاجہ کربلا کے بعد ساوات بنی ہاشم کے اکثر خاندان مدینہ طیبہ

اور دیگر عرب علاقوں سے ہجرت کر کے ایران وغیرہ چلے آئے تھے، انہی میں حضرت

راجن امام کے بزرگ سید حسین بھی شامل تھے، جو اپنے کنبہ کو لے کر شیراز میں آبا و

ہوئے۔ اور شیراز میں ہی شادی کی۔ جس سے آپ کے ایک فرزند ابوطاہر پیدا ہوئے

ابوطاہر سے لے کر حضرت سید بہاؤ الدین تک قریباً بیس پشتیں شیراز میں رہائش

پذیر رہیں۔

سید بہاؤ الدین کا دربار شاہی ایران میں کافی عمل و دخل تھا، شاہ تیمور

اولیائے جہنگ

سے بھی ان کے دوستانہ مراسم تھے، جب تیمور نے ہندوستان پر حملہ کیا، اور دہلی پر قبضہ کر کے زیارات کی خاطر شام و عراق کا عارضی سفر اختیار کیا، اس سلسلے میں وہ کربلا کے محلے میں سید الشہداء حضرت امام حسین کے مزار اقدس پر بھی حاضر ہوا۔ یہاں تیمور کو عینی طور پر روضہ اقدس کا نمونہ تیار کرا کے اپنے ساتھ ہندوستان لے جانے کی اجازت ملی۔ اس روضہ کی شبیہ کی حفاظت کے لئے شاہ تیمور نے سید شیر علی کو جو کہ سید بہا الدین کے فرزند اکبر تھے مقرر کیا، شاہ تیمور نے بحری ۸۰۱ میں دوسری بار دہلی میں قدم رکھا، اور دربار میں روضہ امام حسین کی شبیہ بھی نصب کرائی۔ سید شیر علی دہلی آئے اور اسی جگہ بعداً انتقال کیا۔ ان کا مقبرہ دہلی کے دروازہ ترکمان کے اندر موجود ہے۔

شاہی جاگیر

سلطان تیمور نے سید شیر علی کو شاہی جاگیر سے نوازا، جسے بعد کی مغل حکومتوں نے بھی برقرار رکھا، سید شیر علی کے ایک صاحب زاوے شاہ شمس تھے، جو والد کی وفات کے بعد دل برداشتہ ہو کر پنجاب چلے آئے، اور شاہ پور موجودہ سرگودھا میں قیام فرمایا، والد کو شاہی دربار سے جو جاگیر ملی تھی وہ بھی شاہ پور میں ہی منتقل کرائی۔ جو ایک ریاست میں بدل گئی، آپ نے اپنے نام کے ساتھ نواب کا لقب بھی استعمال کرنا شروع کر دیا، شاہ شمس شیرازی کی وفات پر ان کے پانچ بیٹے وارث مقرر ہوئے

ادبیائے جہنگ

ان میں چار اپنے بڑے بھائی شاہ محمد کے حق میں جاگیر سے دست بردار ہو کر مختلف علاقوں میں چلے گئے۔ شاہ محمد کے دو بیٹے شاہ خلیل اور امیر پیر ہوئے جن کی اولاد اب تک جھنگ اور سرگودھا میں موجود ہے،

سید امیر پیر کو اللہ تعالیٰ نے فرزند عطا کیا، جس کا نام لاڈ پیار کی وجہ سے راجن امام رکھا گیا، آپ کی ولادت ۸۴۶ ہجری میں سلطان بہلول لودھی کے عہد میں ہوئی۔ جب آپ سن بلوغ کو پہنچے تو گردونواح کے علاقوں کی سیاحت کا شوق پیدا ہوا۔ چنانچہ آپ اپنے عقیدت مندوں کے ہمراہ سفر پر روانہ ہوئے۔ آپ کے ہمراہ بہت سا سامان، سینکڑوں اونٹ اور گھوڑے بھی تھے آپ دریا کے کنارے سفر کرتے ہوئے قصبہ اُچ گل امام تشریف لائے، اور چند ماہ قیام کے بعد آپ موضع ماہی سلطان پہنچے، یہ علاقہ غیر آباد تھا، آپ کو پسند آیا، اور آپ نے مستقل قیام کا فیصلہ کر لیا، چنانچہ جس جگہ آپ نے قیام کیا اس کا نام ہی پیر والا مشہور ہو گیا، اور اب تک قصبہ کا یہی نام ہے۔

کرامات

آپ سے متعدد خوارق واقعات منسوب ہیں، ان میں شیشم کے خشک درخت کو سرسبز کر دینا، درختوں اور لانی کو ایک قسم کا خود رو بو دنا جو اونٹوں کی خوراک ہے (اشارہ سے اپنے ساتھ چلا لینا وغیرہ شامل ہیں مشہور ہے کہ آپ نے وہی شیشم جو قصبہ اُچ گل امام میں آپ کی کرامت کے

ادبائے جھنگ

سر سبز ہوا تھا، آپ نے اپنے پاس بلا لیا، اور جب آپ کی وفات ہوئی تو اسی درخت
کو کاٹ کر آپ کے روضہ کی عمارتی ضروریات پوری کی گئیں۔

آپ کی وفات ۹۳۶ ہجری بعہد مغل شہنشاہ ظہیر الدین بابر ہوئی
اور قصبہ پیروالا میں ہی آپ کو سپرد خاک کیا گیا۔



اوپر سے جھنگ

حضرت بی بی راستی ،

وفات ۱۔ ۶۸۰ ہجری

مدفن :- قبرستان بی بیان ملتان

حضرت بی بی راستی سادات بنو ہاشم کی وہ با عظمت خاتون

تھیں جن کے بطن سے حضرت سلطان العارضین محمد باہو حمتہ اللہ علیہ
جیسے مرد کامل اور عارف باللہ نے جنم لیا۔

تذکرہ نویسیوں نے آپ کے سن ولادت اور ابتدائی حالات کا

ذکر نہیں کیا ، حضرت سلطان العارضین نے اپنی مختلف کتابوں میں والدہ ماجدہ
کی روحانی عظمت و بزرگی کے متعدد واقعات لکھے ہیں۔ جن کے مطابق آپ
نہایت درجہ عبادت گزار ، رقیق القلب ، سخی اور خاوند کی بہترین مشیر
تھیں۔

روایت ہے کہ حضرت ابو زید محمد کی وفات کے بعد شور کوٹ کی جاگیر

کا تمام انتظام آپ نے خود سنبھال لیا تھا ، کیونکہ سلطان باہو کو دنیاوی امور
کی طرف فرار غیبت نہ تھی ، بلکہ یہ محض آپ ہی کا اثر تھا کہ سلطان باہو صاحب
نے شادیاں کیں ، ورنہ آپ دنیاوی الجھنوں سے دورہ کو زندگی بسر کرنا چاہتے

ادبیائے جہنگ

تھے، اس پاک خاتون کا انتقال شاہ جہاں کے آخری سال حکومت ۱۰۶۸ھ میں ہوا۔ آپ کا جسدِ قبرستان بی بیایں ملتان میں سپردِ خاک کیا گیا۔
شورکوٹ میں ابو زید محمد کے مرقد کے پہلو میں آپ کا مزار نہیں، بلکہ سلطان باہو صاحبؒ کے ایک خلیفہ اور ابو زید محمد کے ایک خاص عقیدت مند کا مزار ہے، مگر عقیدت مند و حافی اعتبار سے یہیں مدفون سمجھتے ہیں۔

بی بی صاحبہ کے مزار کے بارے میں کتاب مناقبِ سلطانی تصنیف حضرت سلطان حامد بن غلام باہو مطبوعہ ۱۳۲۵ھ ہجری ملک چمن دین تاجر کتب اللہ والے کی قومی دکان کے صفحات ۹-۱۰ ملاحظہ فرمائیے۔

درج ہے کہ آپ کا مزار ملتان میں ہے اور شورکوٹ میں آپ کے شوہر حضرت ابو زید محمد کے مزار کے پہلو میں دوسرا مزار شیخ طلحہ قریشی کا ہے۔



سید زلف علی شاہ

ولادت: ۱۱۳۹ ہجری

وفات: ۱۲۰۹ ہجری

مدفن: اُچ گل امام تحصیل شورکوٹ

آپ کا اصل نام سید زلف علی شاہ ہے، لیکن آپ گل امام کے نام سے مشہور ہوئے۔ آپ کے والد محترم کا نام سید احمد علی شاہ تھا، حضرت عیسیٰ عبد الوہاب بلوٹی کے بارے میں مشہور ہے کہ انہوں نے پیر بابا بنیر سے مقابلہ کیا تھا، دونوں اپنے عہد کے کامل بزرگ تھے، لیکن دونوں میں زبردست اعتقادی اختلاف تھا، پیر بابا جن کا مزار ریاست سوات میں موجود ہے، بابر کے ہمراہ ہندوستان آئے تھے، اور بابر نے اپنی بیٹی ان کے والد کے نکاح میں دی تھی، سید زلف علی شاہ اُچ ضلع بھاؤل پور میں رہائش پذیر تھے کہ مرشد کے حکم پر جھنگ تشریف لائے، اور قحل شورکوٹ میں قیام فرمایا۔ اسی جگہ سے آپ کی شہرت عام ہوئی۔

آپ صاحبِ کرامت بزرگ تھے، شرک اور کفر کے خلاف ہمیشہ جہاد جاری رکھا۔ آپ نے کئی ہندو قبیلوں کو مسلمان کیا، اور متعدد ایسے خاندانوں کو جو

اولیائے جہنم

مسلمان تو تھے، لیکن عقائد کے لحاظ سے غلط راہ پر چل رہے تھے، سیدھی راہ دکھائی
 آپ کی شہرت سن کر اس وقت کے سیال حکمراں عنایت خاں نے بھی آپ کی زیارت
 کی اور پھر ایسا گرویدہ ہوا کہ ہمیشہ آپ کی نظرِ شفقت کا منتظر رہا، آپ کے ہر
 حکم کی تعمیل اپنے لئے باعثِ سعادت سمجھتا، یہی وجہ ہے کہ عنایت خاں نے آپ
 کے لئے قصبہ روڈو سلطان کے قریب ایک بلند ٹیلہ پر قلعہ تعمیر کرایا اور قلعہ کی بالائی
 منزل اتنی خوب صورت تعمیر کرائی کہ اس عہد کی اور کوئی عمارت اتنی خوب صورت
 نہیں تھی۔ قلعہ کی بالائی منزل کو نور محل کا نام دیا،

سید زلف علی شاہ عموماً نور محل کے بلند چوڑے پر فرودکش ہوتے
 عنایت خاں نے اس قلعہ کو مزید خوب صورت بنانے کے لئے دریا چناب سے
 ایک نہر نکالی جو نور محل تک آتی تھی اور قلعہ کا تالاب بھرتی تھی۔
 آپ نے قریباً ستر سال کی عمر میں ہجری ۱۲۰۹ میں رحلت کی، آپ کا
 جسد اس قلعہ کے اندر ہی مدفون ہے۔ افسوس کہ مور زمانہ سے نور محل اور قلعہ
 کی عمارت گر گئی۔ اور نہر بھی بند ہو گئی۔ لیکن اس کے آثار اب بھی موجود ہیں۔
 آپ کی وفات کے بعد آپ کا سلسلہ سجادگی جاری رہا۔ نور سلطان، ناگ
 سلطان۔ نور سلطان۔ گل محمد شاہ بالترتیب سجادہ نشین گزرے۔ آج کل
 سیدار شاہ حسین شاہ سجادہ نشین ہیں۔ آپ کا عرس، سرکامک کو ہر سال منایا جاتا ہے



اولیائے جہنگ

سادھنا جوان

وفات :- ۹۹۹ھ

مدفن :- ہر سہ شیخ چنیوٹ

حضرت سادھنا جوان ہاشمی قریشی خاندان سے تعلق رکھتے تھے، اور حضرت شیخ بکبیر کی اولاد میں تھے، آپ کی ولادت کے بارے میں کوئی سن تعین کرنا مشکل ہے، البتہ آپ کی وفات قریباً ۹۹۹ ہجری میں ہوئی۔ آپ بڑے جفاکش تنومند، اور مجاہدانہ انسان تھے، اسلام کی تبلیغ و اشاعت کے لئے اور مسلمان فوجوں کی فتح و کامرانی کے لئے ہمیشہ پیش پیش رہتے تھے، آپ کے اصل نام کے بارے میں کوئی روایت تحریری یا زبانی نہیں مل سکی۔ سادھنا ان کا عرف عام تھا اور اسی نام سے بعد میں مشہور ہوئے۔

زندگی کا بیشتر حصہ چنیوٹ اور پٹی بھٹیاں کے گرد و نواح میں بسر کیا۔ آخری عمر میں قصبہ ہر شیخ تشریف لائے۔ اور اسی جگہ انتقال فرمایا۔ اور دفن ہوئے۔ مشہور ہے کہ آپ کے مزار پر جو شخص فتح و نصرت کے لئے دعا مانگتا ہے وہ قبول ہوتی ہے، اب بھی آپ کے عقیدت مندی ہم پر جانے سے قبل مزار پر حاضری دیتے اور نصرت کی دعا مانگتے ہیں۔

اولیٰ نے جھنگ

حضرت سعد اللہ نقشبندی

ولادت :- ۱۰۹۹ ہجری

وفات :- ۱۱۷۸ ہجری

مدفن :- قصبہ وچھن بھتل تحصیل جھنگ

حضرت سعد اللہ صاحب سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کے صاحبِ طریقت

بزرگ تھے، یہ علاقہ قندھار کے رہنے والے تھے اور حضرت خواجہ محمد علی صاحب

قندھاری کے خلیفہ تھے، تاریخ و سیرت کی کتب میں ان کا حال حال تذکرہ

ملتا ہے۔ آپ اعوان قبیلہ سے تعلق رکھتے تھے۔

حضرت سعد اللہ صاحب اپنے مرشد خواجہ محمد علی صاحب کے حکم

پر اپنی بیوی سمیت ہندوستان تشریف لائے۔ یہ زمانہ مغلیہ سلطنت کے

زوال کا تھا۔ آپ ہندوستان میں وارد ہوتے ہی لاہور پہنچے اور حضرت شیخ

لاہوری کے ہاں مقیم ہوئے، حضرت شیخ سعدی لاہوری کا اس زمانہ میں شہرہ

عام تھا، ان کے خداموں اور عقیدت مندوں کی وسیع تعداد تھی۔ ان کا لشکر

بھی عام تھا، اور باوجودیکہ ان کے پاس کوئی جاگیر نہ تھی، لشکر عام کے اخراجات

آسانی سے پورے ہوتے تھے۔ حضرت سعد اللہ صاحب نے یہاں رہ کر ریاضت و

اولیائے جنگ

مجاہدہ کیا، ان سے ہندوستان کی مختلف زبانیں سیکھیں، اور وعظ و نصیحت کی نعمت حاصل کی۔ جب شیخ سعدی لاہوری کا انتقال ہوا تو دل برداشتہ ہو کر جھنگ چلے آئے، یہاں شہر کی پہلی جامع مسجد چوڑھی گراں میں جو اس وقت بارونق علاقہ میں واقع تھی، رہائش اختیار کر لی ابے حد متوکل بزرگ تھے۔ کبھی دنیا داری کا خیال تک بھی ذہن میں نہ لاتے تھے۔ ہمیشہ عبادات و ذکرِ الہی میں مشغول رہتے ان کی اولاد نرینہ نہیں تھی۔ قدرت نے ان کے پاس حافظ علی محمد حبیباً بزرگ بھیج دیا، جو ان کا متبنی ہوا اور بعد میں ان کی مندر پر بھی متمکن ہوا۔

حضرت سعد اللہ صاحب نے علاقہ تھل میں تبلیغِ اسلام شروع کی۔ بلوچ اور دیگر اقوام ان کی ایسی گرویدہ ہوئیں کہ ان کی وفات کے بعد ان کا جسدِ خاکی اپنے علاقے چہن میں لے جا کر سپردِ خاک کیا، جہاں ان کا مزار اب تک موجود ہے، اور ہر سال ۲۰ جون کو عرس منایا جاتا ہے۔



دلیائے جھنگ

حضرت شاہ جیونہ کروڑی بخاری نقوی

ولادت :- ۱۸۹۵ ہجری

وفات :- ۱۹۷۱ ہجری

مدفن :- قصبہ شاہ جیونہ تحصیل جھنگ

حضرت شاہ جیونہ رح سادات بخاری کے چشم و چراغ اور صاحبِ عزت و کرامت بزرگ گزرے ہیں۔ آپ کی ساری زندگی تبلیغِ حق، رشد و ہدایت میں بسر ہوئی، آپ کی شخصیت میں بے پناہ کشش تھی، جہاں جہاں بھی تشریف لے گئے، عقیدت و احترام کا ایک وسیع حلقہ پیدا ہوتا چلا گیا۔ آپ کا روحانی فیض اب تک باری ہے۔ لاکھوں تشنگانِ روحانیت استفادہ کر چکے ہیں۔ آپ کی اولاد کو بھی دنیاوی جاہ و جلال نصیب ہوا۔

ابتدائی حالات

آپ کا اصل نام سید محبوب عالم تھا، جو بعد میں لوگوں نے بھلا دیا اور آپ کو عرفِ عام ہی سے پکارا جانے لگا۔ سید محبوب عالم عرف حضرت شاہ جیونہ کا شجرہ طیب ذیل ہے۔

اولیائے جھنگ

شاہ جیونہ بن سید احمد کبیر ثمانی بن مخدوم جہانیاں جہاں گشت بن

سید احمد کبیر اول بن حضرت شیر شاہ جلال سرخ بخاری (بانی سادات بخاری
بن علی بن عنقیر بن محمد بن محمود بن احمد عبد اللہ بن علی اصغر ثمانی۔ بن
عبد اللہ صغیر۔ بن امام علی نقی بن امام علی تقی۔ بن امام موسیٰ رضا۔ بن امام
موسیٰ کاظم بن امام جعفر صادق بن امام محمد باقر بن امام زین العابدین بن
حضرت امام حسین بن مولائے کائنات حضرت علی مرتضیٰ رضوان اللہ علیہم اجمعین
حضرت شاہ جیونہ اپنے والد سید احمد کبیر ثمانی کے تیسرے بیٹے

تھے، آپ کی ولادت علاقہ قنوج میں ہوئی، جہاں آپ کا دیگر خاندان اُچ بھاو پور
سے منتقل ہو کر آباد ہوا تھا۔ مورخین نے آپ کے سن ولادت مختلف بتائے ہیں
تاہم اکثر روایات کے مطابق آپ کی ولادت ۸۹۵ ہجری میں ہوئی جس وقت آپ
اس دنیا میں تشریف لائے، آپ کے والد محترم گھر سے باہر تبلیغ کئے گئے ہوئے
تھے، آپ کے والد کو خواب میں بشارت ملی کہ گھر میں تیسرا چراغ روشن ہو گیا ہے۔ آپ
نے دیکھا کہ تین چراغ جل رہے ہیں، چنانچہ آپ نے فوراً رختِ سفر باندھا اور
قنوج واپس آئے۔ گھر پہنچ کر بیٹے کو اٹھایا، بیٹے کی پیشانی کو بوسہ دیتے
ہوئے فرمایا کہ اس بچے کی پیشانی میں روحانیت جلوہ گر ہے۔ آپ نے بچے کا
نام محبوب عالم تجویز کیا۔ حضرت شاہ جیونہ صاحب قریباً ۲۱ سال تک والدین کے سایہ
شفقت میں رہے، آپ بڑے صابر، متحمل مزاج، بردبار اور تنہائی پسند تھے۔

اولیائے جہنگ

ہمیشہ عبادت و ریاضت میں مصروف رہتے، آپ کے عقیدت مند مسجد کے باہر آپ کی تشریف آوری کے منتظر رہتے۔ آپ کی علمی شہرت دُور دُور تک پھیل گئی تھی اور اس وقت کے بڑے بڑے علماء اور فہماء آپ کی زیارت کے لئے آنے لگے تھے، آپ حضرت نصیر الدین سپراغ دہلی کے مزار اقدس پر ایک دفعہ حاضری دینے تشریف لے گئے، تو آپ کو غیبی طور پر ہدایت ملی کہ مغربی ہندوستان کی سرزمین کا رخ کریں۔ جہاں آپ کی ضرورت ہے۔ چنانچہ آپ نے والد محترم سے اجازت حاصل کی اور تبلیغی مشن پر روانہ ہوئے۔ سب سے پہلے آپ علاقہ ٹھسکہ میراں جی ضلع کرناٹک آئے۔ کچھ عرصہ یہاں قیام کیا، کیونکہ یہ جگہ فقراء اور درویشوں کا مرکز تھی، یہاں سے آپ قصبہ سامانہ ریاست پٹیالہ پہنچے جہاں سادات بخاری کے دیگر گھرانے رہائش پذیر تھے، کچھ عرصہ سامانہ میں قیام فرمایا، اسی دور میں سامانہ میں محسدہ بخاریاں کی بنیاد پڑی۔ جو اب تک قائم ہے سامانہ سے آپ لاہور وارد ہوئے، اور چند سال لاہور میں قیام فرمایا، قیام لاہور کے زمانہ میں ہی آپ کو اپنے جد بزرگوار حضرت شہیر شاہ جلال سرخ بخاری نے خواب میں فرمایا کہ جھنگ جاؤ جہاں تمہارا انتظار ہو رہا ہے، چنانچہ آپ جھنگ تشریف لائے آپ قریباً ہجری ۹۶۱ میں وارد جھنگ ہوئے۔

جھنگ سیالال کی بنیاد

جھنگ نام کا پہلا قصبہ حضرت شہیر شاہ جلال سرخ بخاری نے

ادیکتے جھنگ

ہجری ۶۷۵ سنہ میں آباد کیا تھا، آپ اس وقت سرگودھا کے قبیلہ نون کو
 مشرف بہ اسلام کر کے عموماً اس علاقہ میں قیام فرمایا کرتے تھے، پہلا قصبہ
 جھنگ سیالاں کے نام پر منسوب ہوا۔ لیکن بعد میں یہ قصبہ سیلا کے باعث اجڑ
 گیا تو دوسری بار جلال محمد اکبر بادشاہ ہند کے عہد میں بسایا گیا۔ جو قریباً
 سو سال کے بعد اجڑ گیا۔ اس کے بعد تیسری جگہ شہر بسا۔۔۔ جہاں اب
 جھنگ شہر موجود ہے،

شاہ جیونہ کی وجہ تسمیہ

آپ چونکہ مادر زاد ولی اللہ اور عارفِ کامل تھے، آپ کی
 دعائیں مستجاب بارگاہِ ایزدی تھیں، جس طرف جس ارادہ سے نکلیں اٹھاتے
 ربِّ ذوالجلال آپ کی دعاؤں کو قبول فرماتا، چنانچہ آپ کی شہرت سن کر
 عقیدت مندوں کا وسیع حلقہ آپ کے گرد جمع ہو گیا۔ مریدِ مریضوں کو شفا
 کئے آپ کے پاس لاتے آپ دعا کرتے اللہ تعالیٰ مریضوں کو شفا عطا
 فرماتا، ایسے بے شمار واقعات رونما ہوئے کہ بظاہر مریضوں کے بچنے کی کوئی
 امید نہ ہوتی، لیکن آپ کی دعا سے وہ صحت مند ہو جاتے، اسی وجہ سے
 لوگوں نے آپ کو شاہ جیونہ کے نام سے پکارنا شروع کر دیا، یعنی زندگی
 دینے والا شاہ۔۔۔ جو بعد میں شاہ جیونہ بن گیا۔ اور اسی سے شہرت
 ہوئی۔

اولیائے جھنگ

کرامات سے گریز

لیکن مستجاب الدعوات ہونے کے باوجود آپ ظاہری کرامات کے اظہار سے عموماً گریز فرماتے۔ اور اپنے خاص احباب سے بھی یہی تلقین کرتے، جب کوئی سخت مرحلہ پیش آتا تو خوارقِ نطرت باتوں سے رجوع کرتے۔ آپ کے ہی عہد کے ایک بزرگ شیخ علی جو بعد میں شیخلی کے نام سے مشہور ہوئے کی صاحبِ زاوی کو جو عالمِ جذب میں تھیں اور عموماً وجدانی حالت میں اپنا لباس پھاڑ دیتی تھیں باطنی طاقت سے باپردہ فرمایا۔ اور چڑے کا لباس پہنا کر ہمیشہ کے لئے اس عارفہ کو محفوظ کر دیا۔

اسی طرح آپ کے پوتے لدھن امام کے بارے میں مشہور ہے کہ وہ اپنے ہم عمر بچوں کے ساتھ کھیل میں مصروف تھے کہ ایک دیوار پر سوار ہو گئے اور اسے حکم دیا کہ گھوڑے کی طرح بھاگے، دیوار بھاگنی شروع ہوئی، ان کے ہاتھ میں سانپ تھا، جس سے وہ چابک کا کام لیتے تھے لوگوں نے دیوار بھاگتی دیکھی تو حضرت شاہ جیونپ کے پاس حاضر ہوئے واقعہ عرض کیا، آپ نے دیوار کو روک جانے کا حکم کیا، اور اپنے پوتے سے فرمایا کہ ان لوگوں کے سامنے اپنی قوتِ روحانی کو آزمانا درست نہیں آئندہ کے لئے کرامات کے اظہار سے ان کو روک دیا۔

اولیائے جہنگ

عبارت و ریاضت

مشہور ہے کہ آپ کو عبادت سے ریاضت کی حد تک شغف تھا۔ ساری ساری رات عبادت کرتے رہتے، دریا میں کھڑے ہو کر ایک کروڑ بار قرآن مجید پڑھا جس سے آپ کو کروڑی کا خطاب عطا ہوا۔ آپ چھپ کر عبادت کرنے کو افضل سمجھتے تھے۔ تارک نماز کو اپنے پاس بٹھانا پسند نہ کرتے اور احکام الہی کی پابندی کا خاص رکھتے۔

آپ کا وصال ۶۶ برس کی عمر میں ہجری ۱۱۰ھ میں ہوا، اور آپ کا جد مبارک آپ کے حجرہ کے قریب ہی سپرد خاک کیا گیا، جہاں آپ کا مزار موجود ہے، یہاں ہر سال ماہ بیساکھ میں سات دن تک عرس منایا جاتا ہے، اور میلہ لگتا ہے۔ عقیدت مند دور دور سے آتے اور اپنی منتیں مانتے ہیں۔

اسلام کی تبلیغ

آپ کی توجہ خاص سے یہاں کی بے شمار قومیں جن میں سیال، بھرانے، کھلانے، چچکانے، سپنال، سپرا، بلوچ، چچے، چدھڑ، جوتے وغیرہ شامل ہیں نہ صرف مسلمان ہوئیں بلکہ مستقل مرید بن گئیں۔ آج بھی ان قوموں کے افراد شاہ جیونہ کی اولاد کو مرشد تسلیم کرتے ہیں۔

اولاد

مورخین نے آپ کی ازواج و اولاد کے بارے میں کوئی تفصیل

اولیائے جنت

نہیں دی، تاہم آپ کی اولاد کا سلسلہ اس طرح مذکور ہے کہ شاہ بیونہ۔ حضرت
 سخی حبیب۔ حضرت جلال شاہ اول۔ حضرت عبدالرحمن اول۔ حضرت
 جلال شاہ ثانی۔ حضرت عبدالرحمن ثانی۔ حضرت صالح شاہ اول۔ غوث محمد
 اول۔ مبارک شاہ۔ غوث محمد ثانی۔ صالح شاہ ثانی۔ حضرت حیات شاہ اور
 موجودہ بجاوہ نشین محمد غوث ؒ

میجر مبارک علی اور کرنل سید عابد حسین بھی آپ ہی کی اولاد ہیں۔



اولیائے جہنگ

شیخ علی سپینال

ولادت :- ۹۲۳ ہجری

وفات :- ۱۰۱۹ ہجری

مدفن :- ٹھٹھہ ماہلا تحصیل جھنگ

حضرت شیخ علی سپینال سادات بخاری کے مرید اور حضرت شاہ

جیونہ کے خاص ارادت مند تھے، آپ کی ایک صاحب زادی مجذوبہ و مست

تھی، اور عام طور پر اپنا لباس پھاڑ کر نیم برہنہ رہتی تھی۔ اتفاق سے ایک دن

یہ مجذوبہ گھر سے نکل کر کھیوہ کی طرف چلی گئی۔ جہاں ماہسی سیالوں نے مجذوبہ کی

توبین کی۔ اور اس کا مذاق اڑایا۔

شیخ علی صاحب، صاحب زادی کی تلاش میں کھیوہ پہنچے تو لوگوں

نے آپ کو بتایا کہ اس مجذوبہ سے سیالوں نے ٹھٹھہ محفل کیا ہے، اور وہ

آگے کسی جگہ چلی گئی ہے۔ شیخ علی سپینال نے دکھ بھرے لہجے میں منبرمایا

کہ جن لوگوں نے میری بیٹی کو استہزا کا نشانہ بنایا ہے۔ ان کی بیٹیاں

خود تماشہ بنیں گی۔ چنانچہ مشہور ہے کہ مرزا صاحبان کا واقعہ ماہسی سیالوں

کے لئے ہمیشہ کی بدنامی کا موجب بن گیا۔

اولیائے جھنگ

حضرت شاہ جیونہ کا احترام

شیخ علی سپہسال کی مجذوبہ صاحب زادی پھرتی پھرتی قصیدہ شاہ جیونہ

پہنچی، جہاں حضرت شاہ جیونہ نے مجذوبہ کو اپنے پاس بلایا، چونکہ وہ برسہہ
تھی اس لئے اپنے پاس ٹھہرایا اور چمڑے کا لباس تیار کرا کے پہنایا، تاکہ
پھٹ نہ سکے۔ جب شیخ علی شاہ جیونہ کے پاس پہنچے اور اپنی بیٹی کو باپردہ
دیکھا تو دعاوی اس واقعہ کے بعد شیخ علی اور حضرت شاہ جیونہ کے درمیان
دوستانہ مراسم پیدا ہو گئے جو آخر دم تک قائم رہے۔

شیخ علی سپہسال سلسلہ قادریہ کے مبلغ تھے۔ آپ ۱۰۱۹ھ ہجری

میں فوت ہوئے اور ٹھٹھہ ماہلا کے قریب آپ کا مزار موجود ہے، جہاں ہر
سال ۱۵ ہاڑھ کو میلہ منایا جاتا ہے،۔

بابا شیخ لاہوری

ولادت :- ۱۰۴۴ ہجری

وفات :- ۱۱۸۵ ہجری

مدفن :- محلہ شیخ لاہوری جھنگ راجستھان

خدا پرست لوگ ہی شہرت عام و بقائے دوام کے دربار میں آندورفت رہتے ہیں

کیونکہ میرے بعد بھی وہ اور ان کے کارنامے زندہ رہتے ہیں۔ حضرت بابا شیخ لاہوری بھی

انہی زندہ جاوید لوگوں میں شامل ہیں۔ ان کی روحانی عظمت اور علمی شخصیت ہمہ پہلو

شہرت رکھتی ہے۔ آپ حضرت قطب الدین مودود چشتی بن خواجہ ابویوسف

چشتی کے خاندان سے تعلق رکھتے تھے، آپ کے والد حضرت نصر محمد

لاہور میں قیام فرماتے، اور حضرت میاں میر صاحب کے خدام

میں شامل تھے،

ولادت

مشہور ہے کہ حضرت نصر محمد اولاد زنیہ سے محروم تھے

اور بڑھاپے کی عمر میں آپ اولاد کی خواہش و حسرت کی تکمیل نہ

ہونے کے باعث مابوسی میں مبتلا تھے، ایک روز آپ پریشان خاطر

اولیائے جھنگ

حضرت میاں میر صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے، مرشد نے چہرہ دیکھتے ہی فرمایا: "نصر محمد! اللہ کی رحمت سے بایکوس ہو گئے ہو، فقراء کے لئے بایوسی زیب نہیں دیتی: اللہ تعالیٰ کی رحمت جو شس میں آگئی ہے۔" یہ فرما کر آپ مجلس سے اٹھ کر خلوت میں تشریف لے گئے۔ اس واقعہ کے ڈیڑھ سال بعد حضرت بابا شیخ لاہوری کی ولادت ہوئی۔ اور حضرت نصر محمد کو اولاد کی نعمت عطا ہوئی۔

حضرت نصر محمد نے اپنے بچے کو میاں میر صاحب کی خدمت میں پیش کیا اور میاں صاحب نے ہی ان کا نام شیخ احمد رکھا جو بعد میں بابا شیخ لاہوری کے نام سے مشہور ہوئے۔

پہلا سفر

پانچ سال کی عمر میں آپ نے قرآن مجید پڑھا۔ اور گیارہ سال کی عمر حفظ کر لیا، آپ سن بلوغ کو ابھی نہیں پہنچے تھے، کہ فقراء کی مجالس میں باقاعدہ شامل ہونے لگے۔ اور ان مجالس سے آپ کو عظیم روحانی دولت نصیب ہوئی آپ اتباع شریعت کا تو اہتمام خاص رکھتے ہی تھے مگر روحانی تسکین کے لئے آپ کو مرشد کی تلاش ہوئی۔ چنانچہ آپ نے سندھ کا سفر اختیار کیا۔ اور حضرت پیر مہر محمد بقا، صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ حضرت مہر محمد بقا صاحب قبیلہ پکاڑو کے مرشد تھے، اور ان کا حلقہ آراوت بڑا وسیع تھا، چنانچہ بابا صاحب

اولیائے جہنگ

ان کے ہاں مستقل طور پر رہائش پذیر ہو گئے۔ مرشد کی نظر شفقت سے سلوک و
 و عرفان کی منزلیں طے کرنے لگے۔ مرشد نے آپ کو خلافت کا عظیم اعزاز عطا
 کیا۔

جھنگ میں آمد

حضرت بابا صاحب ابھی سندھ میں مقیم تھے کہ مہر محمد بقا صاحب
 کے مرشد سید عبدالفتاویٰ جیلانیؒ جو پیر کوٹ سدھانہ تحصیل جھنگ میں رہائش
 پذیر تھے سندھ تشریف لے گئے۔ ایک ہفتہ قیام کے بعد جب واپس آنے
 لگے تو مہر محمد بقا صاحب نے حضرت بابا صاحب اور سید مبارک شاہ صاحب
 کو بطور خادم خاص اپنے مرشد صاحب کے ساتھ بھیج دیا، اس طرح بابا صاحب
 جھنگ تشریف لائے، کچھ عرصہ آپ پیر کوٹ سدھانہ میں رہے، بعد
 میں مرشد سے اجازت لے کر جھنگ صدر میں وارد ہوئے۔ اور اپنا ڈیرہ
 ہندوؤں کے محلہ میں ایک وسیع میدان میں لگایا۔ اور جھونپڑی
 ڈال لی۔

جس زمین پر آپ نے ڈیرہ لگایا وہ ہندوؤں کی ملکیت تھی۔
 انھوں نے بابا صاحب کو تنگ کرنا شروع کیا، مختلف حیلوں بہانوں
 سے آپ پر پابندیاں لگانے کی فکر میں غلطیاں رہے، مگر آپ ہمیشہ ہنس کر
 ٹال دیتے۔

اولیائے جھنگ

جھونپڑی کو آگ

ایک دفعہ بابا صاحب جھونپڑی میں نہیں تھے، ہندوؤں نے جھونپڑی کو آگ لگا دی، اور مطمئن ہو کر گھروں کو چلے گئے کہ اب وہ یہاں ٹھہریں گے لیکن جب بابا صاحب آئے تو جھونپڑی بدستور موجود تھی، دوسرے دن جب ہندوؤں نے دیکھا تو وہ بہت گھبرائے اور خوف زدہ ہو گئے۔ بعض بڑی عمر کے ہندوؤں نے کہا کہ بابا صاحب کو نہ ستایا جائے۔ یہ بڑے بزرگ معلوم ہوتے ہیں، لیکن چند سر پھڑے ہندو ان کی موجودگی کو دین و مذہب کے لئے مستقل نقصان سمجھنے لگے۔ اور ان کے درپے آزار ہو گئے۔

ایک واقعہ

ان کی جھونپڑی کے سامنے ایک گلی تھی جہاں عورتیں چرخہ کاتتی تھیں ان میں ایک رام پیاری عورت کا سوت گم ہو گیا۔ دوسری عورتوں نے اسے کہا کہ بابا شیخ لاہوری ہی چرالے گیا ہو گا، اب وہ گلی میں آئے تو اسے سختی سے منع کر دینا۔ چنانچہ بابا صاحب حسب معمول اس گلی میں آئے، رام پیاری نے انہیں سخت وسست کہا اور گلی میں آنے سے منع کر دیا، بابا صاحب ہنس پٹے لیکن رام پیاری مشتعل ہو کر بابا صاحب سے زبان درازی کرنے لگی، اچانک بابا صاحب نے اس پر جلالی انگلی ڈالی اور رام پیاری کے کپڑوں میں آگ لگ گئی۔ جس سے محلہ میں کہرام مچ گیا، ہندوؤں نے شور مچایا کہ بابا صاحب

ادبیائے جھنگ

نے رام پیاری پر جا دو کر دیا ہے۔ بابا صاحب اپنے ڈیرہ پر واپس آگئے۔
ہندوؤں نے رام پیاری کو آگ سے بچانے کے لئے بہت سے جتن کئے، لیکن
آگ نہ بجھ سکی، اس کا چہرہ جھلس گیا، اور جسم پر داغ پڑ گئے۔ اس کے باوجود
اس کے کپڑوں سے دھواں اٹھتا رہا۔ چند بڑی عمر کے ہندوؤں نے بابا صاحب کے
یہاں پہنچ کر معافی مانگی۔ اور ان سے کہا کہ دعا کریں، اس عورت کا عذاب ٹل
جائے۔ بابا صاحب نے ان سے کہا کہ رام پیاری کا صوت اس کی نندنے
چوری کیا ہے۔ جو اس سے رنج رکھتی ہے۔ مگر اس نے اسی کے کہنے پر مجھے
ملامت کی۔ جب رام پیاری کی نندنے بابا صاحب کی بات سنی تو وہ دھڑام
سے زمین پر گر گئی۔ اور اس کا چھ ماہ کا حمل بھی ساقط ہو گیا۔ اس کے
گھر کی تلاشی لی گئی تو رام پیاری کا صوت بھی مل گیا۔ اس واقعہ سے ہندوؤں
میں بابا صاحب کی عزت بھی بڑھ گئی۔ اور وہ بابا صاحب کو خود اپنے
گھروں میں لے جانے لگے۔

لڑکے کی بشارت

رام پیاری اور اس کی نندنے بابا صاحب سے گڑ گڑا کر معافی
مانگی، بابا صاحب نے معاف کر دیا، اور رام پیاری کی نند کو جس کا پہلا حمل
ساقط ہو گیا تھا لڑکے کی بشارت دی، چنانچہ اگلے سال اس کے لڑکا پیدا
ہوا، جسے وہ بابا صاحب کے پاس لے آئی۔ انھوں نے فرمایا اسے اسلام
اولیائے جہنگ

کے سپرد کر دو، چنانچہ یہ خاندان مسلمان ہو گیا، لیکن ہندو محلہ میں منہا ان کے لئے مشکل تھا، بابا صاحب ان کو ساتھ لے کر اپنے مرشد کے پاس پیرکوٹ ^{سارہ} چلے گئے۔ یہ خاندان بعد میں حضرت شیخ عبدالقادر حیدرانی ثانی کا خدمت گار ہوا۔

بابا صاحب کی غیر حاضری

بابا صاحب مرشد کے پاس تھے کہ ان کی غیر موجودگی میں ایک ساوہو یہاں آیا اور اس نے بابا صاحب کی سخت مخالفت کی، اور ہندوؤں کو اکسایا کہ اب اگر بابا صاحب آئیں تو ان کو قتل کر دینا، ورنہ وہ ہندوؤں کو مسلمان کر کے تمہارے مذہب کو مٹا دیں گے، چنانچہ بابا صاحب کو بھی اس کو خبر مل گئی۔ وہ واپس اپنی جھونپڑی میں آگئے۔ شرارتی ہندوؤں نے اس موقع کو غنیمت جانا۔

بابا صاحب کا قتل

ایک دفعہ چند شرارتی ہندوؤں نے بابا صاحب پر حملہ کر دیا، اور قتل کر کے ان کی نعش کے ٹکڑے بوری میں بند کر دیئے۔ اور یہ بوری دریا چناب میں جا کر پھینک دی۔ ہندو اپنی طرف سے خوش اور مطمئن گھروں کو لوٹ آئے۔ لیکن بابا صاحب ان کی گلی میں زندہ موجود تھے، بابا صاحب نے ان کی طرف دیکھا اور فرمایا۔ تم لاکھ دفعہ قتل کرو، جب تک میرا خدا

اولیائے جہنگ

مجھے نہ مارے میں نہیں مر سکتا۔

سیلاب کو روک دیا

ایک دفعہ جہلم و چناب میں زبردست سیلاب آیا، لوگ خوف زدہ ہو کر نقل مکانی کرنے لگے، کچھ لوگ بابا صاحب کے پاس آئے کہ سیلاب کے عذاب سے نجات ملے۔ بابا صاحب اٹھے اور گھڑے بھنی پر جہاں پہلا حفاظتی بند دارا شکوہ کا تعمیر کردہ تھا، کھڑے ہو کر دعا مانگی، ابھی ہاتھ بھی نہیں چھوڑے تھے کہ پانی اترنے کی آواز آئی اور سیلاب اترنا شروع ہو گیا۔

وفات

بابا صاحب نے کوئی شادی نہ کی، تمام عمر یونہی گزار دی، ان کی وفات پیر کے روز، ۷ ربیعہ بعد نماز عشاء، بھری ۱۱۸۵ میں ہوئی۔ وفات سے قبل آپ اپنی جھونپڑی میں تنہا تھے، اور ذکر الہی کی آواز بلند ہوتی رہی۔ جب آواز رگ گئی تو ایک بزرگ حضرت پیر مبارک شاہ سندھی تشریف لائے۔ انھوں نے دروازہ کھولا اندر گئے تو بابا صاحب چت لیٹے ہوئے تھے، اور روح پر واز کر چکی تھی۔ چنانچہ مبارک شاہ سندھی نے ان کو غسل دیا مسلمانوں نے ان کا جسد مبارک عام قبرستان میں دفن کرنے کے لئے لے جانے کی کوشش کی۔ مگر ہندوؤں نے ان کو روک دیا اور اپنی نگرانی میں ان کو انہی کی جھونپڑی میں سپرد خاک کیا۔ اور خود ان کا پختہ مزار بنوایا۔

اولیائے جہنگ

ہندو ہی ان کا ہر سال ۷ سربساکھ کو میلہ مناتے، اور خجرات بانٹتے تھے، قیام
پاکستان کے بعد ہندو چیلے گئے تو یہ جگہ پانی پت کے مشہور عالم مفتی عبدالرحیم
صاحب نے حاصل کر لی۔ یہاں ایک پختہ مسجد تعمیر کرائی اور بابا صاحب کا مزار
مسجد کے صحن میں شامل کیا،

جب مفتی عبدالرحیم صاحب وفات پا گئے تو ان کو بھی بابا صاحب
کے پہلو میں دفن کیا گیا۔ اس جگہ اب جامعہ رحیمیہ قائم ہے۔

شیر فتح اللہ بابا

مدفن جویلی بکاسٹیاں تحصیل چنیوٹ

حضرت شیر فتح اللہ عرف باٹا سادات گیلانی سے تعلق رکھتے تھے اور گیارھویں صدی
میں اپنے بھائی شیر جمال کے ہمراہ جھنگ تشریف لائے اس وقت حافظ بنخودار اور میا
محمدی کا شہرہ تھا۔ آپ نے ان ہم عصر بزرگوں سے مراسم استوار کئے صاحب کرامت
بزرگ تھے ہمیشہ جناب وستی میں رہتے اور ارادت مندوں کو باریاب فرماتے۔ ایک
دفعہ کسی نے آپ کی فات کے بارے میں سوال کیا تو آپ نے کریم کے کچے پھلوں جسے جھنگ
کی زبان میں باٹا کہا جاتا ہے توڑ کر کہا یہ میری ذات ہے اس دن سے آپ باٹا مشہور ہوئے
اصل نام شیخ اللہ تھا اور شیر انکے تابع تھا۔ اس وجہ سے شیر فتح اللہ بابا مشہور ہوئے ہر سال ۱۱
ساون کو تین دن ان کے مزار پر میلہ دھوم سے منایا جاتا ہے۔

اولیائے جھنگ

شہیدانِ چشت

مدفن :- بازار لوہاراں جھنگ صدر

بازار لوہاراں جہاں سے شروع ہوتا ہے، اس کے شمال میں ایک

چھوٹی سی گلی ہے، اس کے اندر جا کر پانچ شہیدوں کی قبریں موجود ہیں۔

پہلے ان کے گرد ایک چھوٹا سا احاطہ قائم تھا، یہ علاقہ سب ہندوؤں کا تھا اور

اور شروع میں ہندوؤں کی بے حرمتی کرتے تھے لیکن ان کے جلال نے

ایک دفعہ ہندوؤں کو سخت ذمہ نقصان پہنچایا، بے حرمتی کرنے والوں کے

جسموں کو آگ لگ جاتی اور جب تک وہ تائب ہو کر معافی نہ مانگتے، عذاب سے

نجات نہ ملتی، ایسے دو چار واقعات رونما ہونے کے بعد ہندوؤں نے قبروں کو باقاعدہ

صاف رکھنے اور چسپاں جلائے کا سلسلہ شروع کیا، اس کے بعد اس قسم کا کوئی

واقعہ نہیں ہوا، یہ پانچوں بزرگ سلسلہ چشتیہ سے تعلق رکھتے ہیں۔ ان کے بارے

میں بھی مشہور ہے کہ دھڑ کے بغیر ان کے پانچ سر یہاں آئے تھے، یہ معلوم نہیں ہو سکا کہ

کس عہد کے ہیں اور ان کے نام کیا ہیں، ان کی قبروں کے نشان موجود ہیں۔ جھنگ کے

قدیمی باشندے محرم کی دسویں تاریخ کو ہر سال ان کی قبروں پر پانی اور کھجور کے پتے

ڈالتے ہیں۔

ادریانے جھنگ

حضرت شاہ صادق نہنگ

ولادت: نامعلوم

وفات: ۱۱۸۱ ہجری

مدفن: قصبہ شاہ صادق نہنگ

حضرت محمد شاہ "عرف شاہ صادق نہنگ ایک سیلانوی فقیر تھے۔

جو علاقہ سندھ سے اپنے مرشد کے حکم پر علاقہ ملتان اور جھنگ تشریف لائے۔

ان کے حالات زندگی تاریخ کے دھندلکوں میں گم ہیں۔ تلاشِ بسیار کے باوجود

تاریخ و سیرت کی کتب سے ان کے ابتدائی حالات کے بارے میں کوئی معلومات

میسر نہیں آسکیں۔ تاہم جس قدر ان کے حالات زندگی مصدقہ ذرائع سے

ملے ہیں ان کے مطابق حضرت محمد شاہ صاحب عرف صادق نہنگ مشہور

مغل تاج دار اورنگ زیب عالم گیر کے عہد حکومت میں سندھ سے جھنگ

تشریف لائے۔

آپ کا روحانی سلسلہ بزرگانِ قلندریمہ سے نسبت رکھتا ہے اور

اسی طریقِ فیض کو آپ نے بھی جاری رکھا۔ آپ اپنے وقت کے باکمال ساکب

اور صاحبِ طریقت بزرگ تھے۔ آپ سندھ سے جھنگ آکر موجودہ قصبہ

ادیانے جھنگ

شاہ صادق جنگ میں جو اس وقت جنگل تھا، ایک جھونپڑی ڈال کر مقیم ہو گئے جنگل سے گزرنے والے مسافر عموماً پانی پینے یا آرام کرنے کی خاطر ان کی جھونپڑی میں آتے۔ آپ مسافروں کو اسلام کی حقانیت سے آگاہ کرتے اور اسلام کی تعلیم و تبلیغ فرماتے۔ آپ کی زبان میں بے پناہ اثر تھا جو شخص بھی ایک دفعہ ان کی جھونپڑی میں آتا وہ ہمیشہ کے لئے ان کا عقیدت مند ہو جاتا، اور ان کے فرمودات پر عمل کرنے کو اولیت دیتا۔ اس طرح ان کی شہرت دور دراز تک پھیل گئی۔ اس وقت کی مشہور قوموں سیال، کاٹھیا، جونا، کلاسن، چھوٹڑ، بھروانوں نے ان سے فیض حاصل کیا، اور ان کی خدمت میں جاگیریں بطور نذرانہ پیش کیں۔

چونکہ آپ کو دنیاوی دولت و عزت سے نفرت تھی، اس لئے آپ ان جاگیروں کو فتراء میں تقسیم کر دیتے۔ تاہم ان کے عہد میں ملنے والی بعض جاگیریں جو سو مربع اراضی پر مشتمل تھیں، ان کے ورثاء اور جانشینوں کے قبضہ میں نسلاً منتقل ہوتی رہیں۔ آپ کا وصال ۸۱۰ھ ہجری میں ہوا اور ان کی وصیت کے مطابق جھونپڑی میں ہی ان کا جسد سپرد خاک کیا گیا۔ جہاں بعد میں ۱۳۱۳ھ سے ۱۳۱۷ھ کے درمیان عرصہ میں فقیر نصرت علی کے عہد سجادگی میں ان کا پختہ مزار تعمیر ہوا، اور ساتھ ہی مسجد بھی تعمیر ہوئی۔

ادیانے جنگ

سجادہ نشین

حضرت شاہ صادق نہنگ کی وفات کے بعد علی الترتیب حضرت
 قطب شاہ - فقیر محمد رشید - فقیر ڈوگر بلنگ - حضرت میاں راجھا -
 حضرت میاں نصرت شاہ - فقیر میاں کوچک - فقیر حیدر شاہ -
 فقیر میاں محمد علی - حضرت میاں محمد پناہ - فقیر نصرت علی -
 فقیر میاں محمد رشید - اور موجودہ سجادہ نشین فقیر محمد خورشید بی، اے
 مسند سجادگی پر متمکن ہوئے۔

فقیر محمد رشید گیا رہویں سجادہ نشین بڑے علم دوست، غریب
 پرور اور حسن اخلاق کے مالک تھے۔ جن کا عوام اور حکام دونوں میں احترام
 تھا۔ اور انھوں نے فقیر محمد خورشید کو اپنی زندگی میں مسند سجادگی پر فائز
 کیا تھا۔

حضرت شاہ صادق نہنگ جو سکھوں کے نہنگ گروہ کے بھی
 مرشد تھے کا عرس ماہ مگھ میں بڑی دھوم دھام سے منایا جاتا ہے۔
 اب محکمہ اوقاف کا اس پر قبضہ ہے۔

اولیائے جھنگ

حضرت پیر عبدالرحمن قریشی

مدفن - موضع پیر عبدالرحمن

تحصیل شورکوٹ

حضرت پیر عبدالرحمن صاحب قریشی کا مزار مبارک گڑھ مہاراجہ کے قریب آپ کے نام پر آباد شدہ قصبہ میں مزج خلائق ہے۔ اور آپ کے عقیدت مندوں کا وسیع تر حلقہ سابق صوبہ سندھ و سرحد تک پھیلا ہوا ہے، آپ کی کرامات کا شہرہ دور دور تک ہے۔

آپ کے حالات زندگی کے بارے میں آپ کے سجادگان و اولاد نے جو کوائف مرتب کر کے کتابی صورت میں شائع کئے ہیں، ان کے مطابق — آپ حضرت عبدالرحمن بن عوف ہیں جو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی اور عشرہ مبشرہ میں شامل ہیں۔ اور اسلام کے ابتدائی شہداء میں ہیں۔ آپ حضرت عثمان کے عہدِ خلافت میں براستہ سندھ وارد جھنگ ہوئے۔ جہاں آپ کا وصال ہوا اور موجودہ مزار میں ہی دفن ہوئے۔

مندرجہ بالا واقعات جو کتابی اور مطبوعہ صورت میں موجود ہیں

تحقیقی لحاظ سے قابل یقین نہیں ہیں۔ کیونکہ حضرت عبدالرحمن بن عوف

ادریائے جھنگ

کا وصال مدینہ طیبہ میں ہوا۔ اور آپ جنت البقیع میں مدفون ہوئے جس پر
تمام مؤرخین کا اجتماع و اتفاق ہے۔ اور جو لوگ مدینہ طیبہ کی زیارت
سے مشرف ہوئے ہیں وہ حضرت عبد الرحمن بن عوف کے مرتد پر
حاضری دے آئے ہیں۔ کوئی دلیل اور کوئی قیاس اور کوئی قیافہ ان
کو الٹ کو صحیح تسلیم کرنے کے لئے آمادہ نہیں ہے۔

آپ کے بارے میں میری تحقیق کسی نتیجہ پر نہ پہنچ سکی۔ پہلی روایت
جس کا دستور بالا میں ذکر ہے ایک کتاب سے ماخوذ ہے جو آپ کی اولاد میں
سے ایک صاحب نے شائع کرائی ہے۔

ایک روایت یہ بھی دستیاب ہوئی ہے کہ حضرت پیر عبد الرحمن
صاحب در اہل حضرت غوث بہار الحق زکریا ملتانی کی اولاد میں سے ہیں۔
موجودہ نظام درگاہ سے قبل حضرت غوث بہار الحق کے سجادگان کا آپ
کے مزار پر عمل دخل اور تصرف تھا۔ چنانچہ نواب مظفر خاں سردار حاکم
ملتان کے پاس درگاہ کی تولیت کا تنازعہ گیا۔ اس مقدمہ میں نواب
مظفر خاں نے موجودہ سجادگان کا حق ثابت کیا۔ اور ان کا قبضہ
بیچ سلیم کیا جس کے بعد موجودہ سجادگان کے بزرگ مزار کی تولیت
پر فائز ہوئے۔

تیسری روایت یہ بھی مشہور ہے کہ آپ قریشی النسل تھے اور

اولیائے جہنم

تباہین رسول اللہ ﷺ میں شامل تھے۔ آپ مشہور اموی خلیفہ معاویہ بن زید کے عہد حکومت میں براستہ سندھ ملتان تشریف لائے۔ اس وقت جھنگ کا علاقہ صوبہ ملتان کا حصہ تھا۔ ملتان سے وارد جھنگ ہوئے۔ آپ تجارتی قافلے کے ساتھ آئے تھے۔ مگر مستقل طور پر اسی جگہ سکونت پذیر ہوئے۔ عربوں کے جس قافلے پر کراچی کے راجہ داہرنے حملہ کیا تھا، اس قافلہ میں آپ کی نواسی بھی شامل تھی۔ اور آپ ہی نے حجاج بن یوسف کے پاس راجہ کے خلاف شکایت بھیجی جس پر حجاج بن یوسف نے خلیفہ عبد الملک کے عہد میں نوجوان سالار محمد بن قاسم بن عبد الرحمن بن حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ خلیفۃ البرسر کی قیادت میں فوج بھیجی اور سندھ کے راجہ کو شکست دے کر ملتان تک کا علاقہ مسلمانوں نے فتح کر لیا، آپ محمد بن قاسم کے حملہ کے دوران ہی واصل حقی ہوئے اور آپ کو مجاہدین اسلام نے اسی جگہ دفن کیا۔ جہاں آپ کا مزار موجود ہے۔

کتابی یا زبانی یہی تین روایتیں مجھ تک پہنچی ہیں۔ اور تینوں میں نے درج کر دی ہیں بحقیقت اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے، حضرت پیر عبد الرحمن صاحب کانفیض عام جاری ہے، اور آج بھی مزار پر حاضری دینے والا مرادیں پاتا ہے۔ آپ کا عرس ہر سال ماد چیت کی قبیری جمہرات کو منایا جاتا ہے۔

اولیائے جھنگ

پیر عبد الغفور

ولادت :- ۱۲۴۲ھ

وفات :- ۱۳۲۸ھ

مدفن :- مڈر جیانہ تحصیل شہور کوٹ

حضرت پیر عبد الغفور شاہ ۷ تیرھویں صدی کے باعمل صاحب

کرامت ، علوم شرعیہ و باطنیہ کے کامل بزرگ گزرے ہیں۔ آپ کا اصل

وطن قصبہ چوٹی ضلع ڈیرہ غازی خان تھا۔ آپ کا شجرہ نسب ۲۶ واسطوں

سے حضرت امیر حمزہ رضی اللہ عنہ سے ملتا ہے، آپ قریشی تھے، اور نبوہاشم

کی اولاد تھے، آپ کے والد فضل شاہ حضرت خواجہ محمد سلیمان صاحب تونسوی

کے مرید تھے پیر عبد العتفور صاحب ہجری ۱۲۴۲ھ میں پیدا ہوئے، اور

بچپن میں ہی آپ حضرت خواجہ سلیمان تونسوی کی زبردست میں حاضر

ہو گئے۔

آپ کے سوانح حیات صاحب زادہ محمد یوسف نے مرتب

کئے ہیں ان کے مطابق — فضل شاہ جب اپنے مرشد کے حضور میں

تھے تو خواجہ صاحب نے ان سے دریافت کیا کہ فضل شاہ آپ کے گھر

اولیائے جہنگ

مسل ہو ابے یا نہیں؟ تو انھوں نے جواب دیا کہ حضرت ہے، تو خواجہ صاحب نے فرمایا کہ تمہیں مبارک ہو۔ اللہ تعالیٰ تمہیں دولت و سرزندگی سے نوازے گا۔ اور یہ لڑکا اپنے وقت کا ولی اللہ ہوگا۔ چنانچہ جب آپ کی ولادت ہوئی تو سپردن بعد آپ کو حضرت خواجہ صاحب کی خدمت میں پیش کیا۔ خواجہ صاحب نے آپ کو گودی میں لے کر پیار کیا اور دعا فرمائی چنانچہ بچپن میں آپ اپنے والد محترم کے ساتھ خواجہ صاحب کی خدمت میں عموماً حاضر رہتے۔ جب خود چلنے پھرنے کے قابل ہوئے تو از خود مرشد کی خدمت میں آنے لگے۔ عموماً آپ خواجہ صاحب کے ہاں ہی رہتے۔ آپ ہی سے علوم شرعیہ حاصل کئے اور خواجہ صاحب نے ہی آپ کو خلافت روحانی عطا کی۔ ابھی آپ کی عمر ۲۵ سال کی تھی کہ خواجہ صاحب کا وصال ہو گیا۔ اس وقت آپ ڈیرہ غازی خان میں تھے کہ خواجہ صاحب کے وصال کی اطلاع ملی تو بے قرار ہو گئے اور روتے رہے۔ رات کو جب روتے روتے سو گئے تو حضرت خواجہ صاحب کا دیدار ہوا آپ نے فرمایا عبد الغفور رنج نہ کرو، میں زندہ ہوں، صرف دنیا سے اوجھل ہوا ہوں، تم جنوب کی طرف جاؤ اور سلسلہ قادریہ کا فیض حاصل کرو چنانچہ آپ خواب سے بیدار ہوئے اور رات سفر باندھ لیا، آپ احمد پور شہر قیہ پہنچے، اس وقت حضرت عبد اللہ شاہ کی شہرت تھی۔ آپ ان سے بیعت ہوئے اور کانی اولیائے جہنگ

عرصہ ان کی خدمت میں رہے، ایک دفعہ آپ مزار اقدس سلطان العارفتین سلطان باہو پور حاضری دینے کے لئے تشریف لے گئے، ابھی مزار کے اندر پہنچے ہی تھے کہ کسی شخص نے آپ کو التسلام علیکم کہا آپ نے سلام کا جواب دیتے ہوئے مڑ کر دیکھا تو وہ حضرت عبداللہ شاہ تھے۔ آپ ان کے سینے سے لگ گئے، لیکن حیران تھے کہ مرشد یہاں کس طرح آئے۔ چنانچہ عبداللہ شاہ آپ سے مل کر باہر چلے گئے، تو آپ بھی باہر آ گئے اور سجادہ نشین سے پوچھا کہ کوئی اور شخص بھی مزار مبارک کے اندر گیا تھا تو سجادہ نشین نے نفی میں جواب دیا جس سے آپ متفکر ہو گئے اور اپنے مرشد کے پاس احمد پور شریف پہنچے، چھ دن کے بعد جب آپ وہاں گئے تو معلوم ہوا کہ سید عبداللہ شاہ چھ روز قبل ٹھیک اسی وقت جب مزار حضرت سلطان باہو پور کے اندر ملاقات ہوئی تھی، وصال پا چکے تھے، آپ بخیدہ خاطر جنگل کی طرف چلے گئے، کئی دن جنگل میں گزارنے کے بعد آپ شورکوٹ شہر پہنچے جہاں آپ کی شہرت پہلے ہی ہو چکی تھی، بہت سے زمیندار آپ کے بیعت ہوئے، ان میں مڈجیانہ کا مراد سیال بھی تھا۔

چند ماہ شورکوٹ رہنے کے بعد آپ مراد سیال کی فرمائش پر ایک رات کے لئے مڈتشریف لائے، جب نماز عشاء کے بعد آپ کوزہ لے کر ایک جگہ سے گزرے تو آواز آئی۔ تمہارا مدفن یہی ہو گا۔ یہ سن کر آپ نے

اولیائے جہنگ

سفر کا ارادہ ترک کر دیا، اور مدینہ ہی رہائش اختیار کر لی۔ اور قمریہ ۵۰ سال تک اپنے ارادت مندوں کو فیض یاب کیا۔ آپ سے بے شمار خوارق الفطرت واقعات اور کرامات ظہور پذیر ہوئیں، علمی تذکرے اور مباحثے بھی علماء سے اکثر ہوتے رہتے۔ جہاں آپ نے حجرہ بنوایا تھا اس کے جنوبی کونے میں آپ کسی شخص کو بیٹھنے نہیں دیتے تھے، کیونکہ آپ فرماتے تھے۔

”میں حضرت غوث الثقلین پر محبوب سبحانی۔ حضرت خواجہ محمد سلیمان تونسوی اور پیر عبد اللہ شاہ کو اس کونے میں عموماً دیکھتا ہوں۔“

جب آپ کا وصال ہوا تو وصیت کے مطابق آپ کو حجرہ کے اسی جنوبی کونے میں دفن کیا گیا۔ آپ کا وصال ۱۰ صفر ۱۳۲۸ ہجری کو بروز پیر ہوا۔ آپ کا سن وصال اس مصرعہ سے بھی نکلتا ہے۔

۴۰ سال ہجری گشت غرق وحید

آپ کا مزار قصبہ مدیجہ میں مرجع خلافت ہے اور ہر سال بھاری عرس منایا جاتا ہے۔ آپ کے پہلے سجادہ نشین حضرت عبدالرزاق شاہ تھے، جو وفات پا چکے ہیں۔ ان کا مزار بھی اسی جگہ واقع ہے۔



اولیائے جفنگ

سید عبدالقادر جیلانی

ولادت: ۱۱۱۰ھ

وفات: ۱۱۹۰ھ

مدفن: ۱۔ پیرکوٹ سرہانہ تحصیل جھنگ

حضرت سید عبدالقادر جیلانی سلسلہ قادریہ کے مشہور مبلغ اور خانوادہ سیدالامام حضرت علی مرتضیٰ کے صاحبِ طریقت بزرگ تھے آپ کا نسبی شجرہ ۲۶ واسطوں سے حضرت علی رضی اور سولہ واسطوں سے سیدنا حضرت عبدالقادر جیلانی رضی سے ملتا ہے۔ آپ خانوادہ غوث الاعظم کے عظیم و کامل ولی تھے۔

ولادت

آپ کے والد محترم سید محمد ابراہیم بارگاہِ غوثیہ کے سجادہ نشین سید محمد حسین کے خدام میں شامل تھے، عمر ساٹھ سال کی چوپکی تھی لیکن اولاد زینہ سے محروم تھے، عمر کے آخری حصے میں آپ کی ولادت ہوئی۔ تو یہ گھرانہ بھی دنیاوی مسرتوں سے ہم کنار ہوا۔ آپ ۱۱۱۰ھ ہجری بروز جمعہ بعد از طلوع آفتاب اس دنیا میں تشریف لائے۔

اولیائے جھنگ

بچپن

ابھی آپ کی عمر تین سال کی ہی تھی کہ والد نے آپ کو بغداد کے ایک مدرسے میں داخل کر دیا، سات سال کی عمر میں ناظرہ قرآن ختم کیا، اور دس سال کی عمر میں حفظ کر لیا۔ ابتدائی شرعی علوم سے آپ بارہ سال کی عمر میں فارغ ہو گئے۔ اور روحانی تشنگی بچانے کے لئے آپ بارگاہِ غوثیہ میں حاضری دینے لگے۔ جہاں آپ کو علم و عرفان کی نعمت عطا ہوئی، اور شریعت و طریقت کے ماہِ کامل بنے۔

بادشاہ ہند کی دعوت

محمد شاہ غازی تاج دار دہلی نے بارگاہِ غوثیہ کے سجادہ نشین سید محمد یسین سے درخواست کی کہ وہ ایک تبلیغی وفد ہندوستان روانہ کریں اور خود بھی تشریف لائیں، چنانچہ اس درخواست پر دس بزرگوں پر مشتمل ایک وفد ہندوستان وارو ہوا۔ اس وفد میں آپ اور آپ کے والد بھی شامل تھے، وہلی میں مشائخ و صوفیاء نے وفد کا استقبال کیا۔ چنانچہ آپ نے بھی ہندوستان کے مختلف بزرگوں کے مزارات کی زیارت کی، اور اس عہد کے جید علماء و مشائخ سے ملاقات فرمائی۔ جب وفد چھ ماہ بعد واپس بغداد پہنچا تو آپ کو ہندوستان بڑا پسند آیا، اور آپ نے ایک سال بعد قریباً ۳۰ سال کی عمر میں پھر ہندوستان جانے کے لئے والد محترم سے

ادبیائے جھنگ

اجازت حاصل کی اور ہندوستان تشریف لائے۔

سندھ میں ورود

آپ قریباً ۱۱۴۱ ہجری میں سندھ کے راستے وارد ہند ہوئے
 آپ کا جہاں قیام ہوتا عقیدت مندرگروہ و گرگروہ جمع ہو جاتے۔ آپ تبلیغ
 فرماتے اور پھر اگلے پڑاؤ کو چل پڑتے، جہاں جہاں آپ نے قیام کیا یا
 گزرے فیض روحانی کی نعمت عطا فرماتے رہے، پندرہ سندھ کا پہلا
 شہر ہے جہاں آپ نے قیام فرمایا۔ پھر نصیر آباد، لکی سیداں، لعل
 شہباز قلندر، نوشہرہ، روہڑی، سانگھڑ، شکارپور وغیرہ میں بھی کچھ
 عرصہ مقیم رہے۔ حضرت لعل شاہ قلندر (سن وفات ۶۲۲ ہجری)
 کے مزار پر بھی مراقبہ فرمایا۔

مہر محمد بقا سے ملاقات

آپ نوشہرہ میں تھے کہ قبیلہ بگاہو کے مرشد حضرت مہر محمد بقا
 صاحب کو آپ کی آمد کی اطلاع ہوئی، مہر صاحب خود چل کر آپ کی مجلس
 میں گئے، دونوں نے ایک دوسرے کو دیکھتے ہی بیک آواز کہا۔ ہم نے
 پہچان لیا، اس کی وجہ یہ تھی کہ بارگاہِ غوثیہ سے آپ کو ہدایت ملی تھی، کہ
 مہر محمد بقا کو بیعت فرمائیں، اور مہر صاحب کو بشارت ملی تھی کہ مرشد
 ان کے گھر چل کر آئے گا۔ چنانچہ آپ نے مہر محمد بقا صاحب کو بیعت فرمایا

اولیائے جہنگ

اور چند روز قیام کے بعد سفر پیدل پڑے۔

صوبہ سندھ میں تشریف آوری

سندھ سے آپ صوبہ سرحد تشریف لے گئے۔ جہاں آپ کو چلتے
کا حکم ملا۔ آپ نے اپنے خادم سے کہا کہ میں پہاڑ کی غار میں چلتے کروں
گا، جس روز میرا چلہ ختم ہو تم ۴۱ دانہ جوڑ اور پانی کا لٹا لٹا کر آنا، تاکہ افطاری
کر سکوں، چنانچہ یہ ہدایت دے کر آپ غار میں چلے گئے، جب چالیس دن
پورے ہوئے تو آپ غار سے باہر نکلے، مگر اتفاق سے خادم جو اور پانی لانا
بھول گیا، آپ نے انتظار کیا، جب رات ڈھل گئی تو روزہ افطار کئے بغیر
آپ نے دوسرا چلہ شروع کر لیا۔ اس کے اختتام پر پھر خادم حاضر نہ ہو سکا
تو آپ نے تیسرا چلہ شروع کر دیا، جب یہ ختم ہوا تو مسلسل ریاضت
و عبادت کے باعث آپ کا جسم لاغر ہو چکا تھا، آپ غار سے باہر نکلے تو خادم
پھر غائب تھا، آپ کو تعجب ہوا، اس دوران چند مسافر ادھر سے گزرے
آپ نے پانی ان سے طلب کیا، اس پانی سے آپ نے روزہ افطار فرمایا۔

احمد شاہ درانی

ان مسافروں میں سے جس نے آپ کی خدمت میں پانی پیش
کیا تھا اس سے آپ نے نام دریافت کیا، اس شخص نے اپنا نام احمد خاں
درانی بتایا، آپ نے مسکرا کر فرمایا — ” احمد خاں، تم نے میری پیاس

ادلیانے بھنگ

بجھائی، اللہ تعالیٰ تمہاری پیاس کا سامان فراہم کرے گا۔“ احمد خاں نے عرض کیا۔ ”حضرت! میری پیاس کیلئے؟“

آپ نے فرمایا۔ ”حکومت! جاؤ آج سے تم احمد خاں نہیں بلکہ احمد شاہ ابدانی ہو، اور کابل کی حکومت خدائے تمہیں عطا کرے گا۔ لیکن اس سے قبل کہ تم کابل کی حکومت سنبھالو اپنے وطن مولودستان جاؤ وہاں ایک مجذوب بزرگ رہتے ہیں۔ ان کی وفات ہونے والی ہے بزرگ کو کفن دفن کرنے کے بعد اپنی مہم پر جانا، آپ نے اپنا گرتہ اُتار کر دیا اور ایک ٹھیکری پر کابل کی حکومت کا پروانہ لکھا۔

بغداد کو واپسی

آپ ابھی صوبہ خراسان میں ہی مقیم تھے کہ روحانی طور پر آپ کو معلوم ہوا کہ آپ کے والد جو ضعیف ہو چکے ہیں آپ کے لئے اُداس ہیں چنانچہ آپ افغانستان کے راستے سے عراق گئے، کربلائے معلیٰ، نجف اشرف کی زیارت سے مشرف ہو کر حجاز پہنچے، حج بیت اللہ کرنے کے بعد آپ پھر بغداد تشریف لائے،

آپ کی آمد کی روحانی طور پر اطلاع پا کر آپ کے والد راستے میں آکر ایک درخت کے نیچے بیٹھ گئے، آپ بھی اسی درخت کے پاس پہنچے اور پھر باپ بیٹا دونوں بغداد میں داخل ہوئے۔

اولیائے جہنگ

تیسری بار ہند میں آمد

آپ کو بغداد میں ہی اطلاع مل گئی تھی کہ نادر شاہ والی کابل قتل ہو گیا ہے، اور اُس کی جگہ اُمرائے دہلی نے احمد شاہ ابدالی کو اپنا امیر چُن لیا ہے۔ چنانچہ چھ ماہ بغداد کے دوران قیام آپ کے والد محترم وفات پا گئے۔ والدہ پہلے ہی جہان نانی سے عالم بقا کو چلی گئی تھیں، آپ کا دل ہندوستان کے لئے اُداس و بے قرار تھا۔ آپ نے بارگاہِ غوثیہ سے اجازت حاصل کی۔ اور پھر ہندوستان کے لئے سفر اختیار کیا۔ جب آپ کابل پہنچے تو احمد شاہ نے آپ کا استقبال کیا اور شاہی مہمان خانہ میں رکھا۔ یہاں سے پھر آپ پنجاب تشریف لائے۔

پیرکوٹ

پیرکوٹ مدھانہ نام کا قصبہ آپ ہی نے آباد کیا، آپ نے جھنگ تشریف لاکر دریا کے کنارے ڈیرہ ڈال دیا، اور پھر یہی جگہ آپ کا مدفن بنی۔ اور مرجعِ خلائق ہوئی، اسی جگہ قبیلہ گیارو کے مرشد محمد بقا نے آپ کی خدمت میں حضرت بابا شیخ لاہوری اور پیر مبارک شاہ مندھی بطورِ خادم پیش کئے۔ یہ دونوں بزرگ جھنگ صدر میں مدفون ہیں اور اپنے عہد کے کامل ولی اللہ ہوئے ہیں۔

اولیائے جھنگ

ازواج و اولاد

آپ نے پہلا نکاح گجراں والہ کے مغل گھرانے کی ایک خاتون سے کیا، اس خاتون کے بطن سے سید شاہ اور مرزا پیر فرزند پیدا ہوئے۔ دوسری شادی سادات بنو ہاشم کی ایک خاتون سے کی، اس کے بطن سے حامد شاہ اور غلام مصطفیٰ شاہ دو بیٹے ہوئے، ان کی اولاد گجراں والہ میں ہے۔ تیسری شادی آپ نے سید حسن شاہ گیلانی کی دختر سے کی، اس خاتون کے بطن سے دو فرزند ہوئے، بڑا لڑکا سید گیلانی آپ کی وفات کے بعد آپ کا جانشین مقرر ہوا۔ اور پھر اس وقت تک سجادگان کا سلسلہ مندرجہ جاری ہے، اس وقت سید آفتاب احمد شاہ گیلانی آپ کے سجادہ نشین ہیں۔ گومزراہ اور اس سے ملحقہ جاگیر اب محکمہ اوقاف کے قبضہ میں ہے، تاہم آپ کی اولاد کا دینی اور دنیاوی اثر و رسوخ اب تک مستم ہے، اور آپ کی اولاد میں بڑے عالم فاضل لوگ گزرے ہیں۔ مشہور ماہر تپ دق ڈاکٹر ریاض علی مرحوم، سید منیث الدین، سید نغیث الدین حضرت پیر محمد افضل شاہ آپ ہی کی اولاد ہیں

خلفاء

آپ کے خلفاء کی تعداد یوں تو بہت زیادہ ہے، لیکن مشہور نام

اولیائے جہنگ

یہ ہیں — پیر سید محمد بقاء - سید صالح محمد شاہ - میاں محمد اسماعیل -
 میاں محمد صالح - سید مبارک شاہ سندھی - بابا شیخ لاہوری - حاجی عبدالقادر
 میاں عنسلام مصطفیٰ - میاں محمد بوٹا ، حافظ رحمت علی - میاں نور محمد نکیانہ
 میاں محمد عثمان ٹونہ - فقیر محمد - صدیق لالی وغیر ہم

کرامات

آپ کے حالات زندگی پر مشتمل مطبوعہ کتاب 'گلزارِ قادری' میں آپ سے منسوب سینکڑوں کرامات درج ہیں، جن کی تفصیل دینا مشکل ہے، آپ کا فیض باطنی اب تک جاری ہے۔ سندھ، سرحد، پنجاب کے لاکھوں عقیدت مند ابھی ذریعہ مبارک کی حاضری کو سعادت سمجھتے ہیں۔ کرامات کے سلسلہ میں صرف ایک واقعہ درج کرتا ہوں۔

جب احمد شاہ ابدالی لاہور میں لوٹ مار کر کے واپس جا رہا تھا تو آپ اس وقت پہنچ گئے، احمد شاہ نے قافلہ روک لیا اور آپ کو یہاں ٹھہرایا۔ آپ نے احمد شاہ سے کہا کہ جس قدر قیدی تمہارے پاس ہیں سب رہا کر دو۔ چنانچہ احمد شاہ نے حکم کی تعمیل کی۔ تمام قیدی رہا ہو گئے، احمد شاہ نے آپ کو اطلاع دی۔ مگر آپ نے فرمایا کہ فلاں مقام پر ایک سپاہی نے صندوقوں میں عورتیں بند کر رکھی ہیں۔ وہ چھوڑو، چنانچہ احمد شاہ نے خود جا کر صندوق کھلوائے تو ان میں سے عورتیں ملیں، احمد شاہ

ادبیائے جھنگ

نے اس سپاہی کو حکم عدولی کی بناء پر قتل کر دیا۔ ان رہا شدہ قیدیوں میں چھ عورتیں ایسی تھیں جن کا کوئی وارث نہ تھا، چنانچہ وہ آپ نے اپنے دستے لے لیں۔ اور ان کو وفات تک اپنے پاس رکھا۔

وفات

آپ کی وفات ۹ سالہ کو بعد نماز عشاء ہوئی، اور آپ اپنے حجر میں ہی دفن ہوئے، آپ کی تاریخ وفات:-
 ”خاتم الاولیاء“

۱۱۹۰

سے بھی نکلتی ہے۔ آپ کے مزار پر حکیم منسی کو عرس منایا جاتا ہے۔



حافظ عبدالکریم نقشبندی

وفات :- ۱۱۷۵ھ

مدفن :- قبرستان جلیانہ جھنگ صدر

حافظ عبدالکریم صاحب جن کا مزار تھانہ صدر جھنگ سے ملحقہ قبرستان

جلیانہ قدیم میں موجود ہے، گیارہویں صدی ہجری کے صاحب جلال بزرگ ہوئے

ہیں۔ آپ شریعت کے عالم اور سلسلہ قادریہ کے مبلغ تھے۔ غیر شرعی لوگوں

سے عموماً دور رہتے، بڑے جلالی تھے، اور خلافت شرعی باتوں پر سخت خفگی

کا اظہار فرماتے تھے، ان کے حالات زندگی نہیں مل سکے، البتہ 'المنبر' اخبار

کے پرانے فائل سے ان کا سرسری تعارف نظر سے گزرا ہے جس کے مطابق آپ

ملتان سے جھنگ آئے تھے۔ اور حافظ مولانا عبید اللہ صاحب کے ہم عصر

تھے (مولانا عبید اللہ صاحب کے نام سے محلہ باغ والا جھنگ صدر میں تین

گنبد والی مسجد اب بھی موجود ہے) مولانا عبید اللہ صاحب کا مزار ملتان میں اور

ان کا نسبی سلسلہ جھنگ کے ایک خاندان سے بھی وابستہ ہے، حافظ

عبدالکریم صاحب کے بارے میں مشہور ہے کہ ان کے مزار پر ناپاک

شخص حاضر نہیں دے سکتا، کیونکہ اسے خوف محسوس ہوتا ہے، مشہور ہے

اولیائے جھنگ

کہ آپ جب مسجد میں درس قرآن مجید دیتے، اُس میں جن کثیر تعداد میں شامل ہوتے
 آپ کی متعدد تصانیف فارسی اور پنجابی میں ہیں۔ لیکن اس وقت ناپید ہیں البتہ
 ایک مختصر رسالہ ”نجات المؤمنین“ جو آسان پنجابی زبان میں آپ نے لکھا
 تھا، بعض گھرانوں میں موجود ہے۔ اس رسالہ میں حافظ صاحب کے احکام
 شریعت اور حشر و نشر کے بارے میں اصلاحی اشعار موجود ہیں جو خواتین
 مخصوص لے میں پڑھتی ہیں۔

مشہور ہے کہ جب آپ شدتِ مرض کے باعث قریب المرگ تھے اور
 آپ کے اکثر تلامذہ بے قرار و مضطرب تھے تو ایک نوجوان طالب علم نے
 رو رو کر برا حال کر لیا۔ حافظ صاحب نے اس لڑکے کو طلب کیا اور کہا کہ روو
 نہ، میں مرنے کے بعد بھی تمہیں پڑھاؤں گا، چنانچہ وفات کے بعد یہ نوجوان
 ان کے مزار پر جاتا اور آپ اُسے سبق پڑھاتے، اُردو کے مشہور شاعر حضرت
 مجید امجد کے خاندان کو حافظ صاحب سے ہی علم کی دولت نصیب ہوئی۔

اولیائے بھنگ

حضرت میاں عثمان

- ولادت :- ۱۱۲۷ ہجری
 وفات :- ۱۱۹۹ ہجری
 مدفن :- ریل بازار جھنگ صدر
 مسجد میاں عثمان

حضرت میاں عثمان سلسلہ نقشبندیہ کے درویش اور عالی مقام بزرگ ہوئے ہیں، آپ چھوٹے قوم سے تعلق رکھتے تھے، جھنگ صدر کے رہنے والے تھے، ابتدائی تعلیم اپنے والد بزرگوار سے حاصل کی جب جوانی کی منزل میں پہنچے تو والد نے ان کو حضرت حافظ علی محمد صاحب نقشبندی کے سپرد کر دیا، زبان میں بڑی مٹھاس تھی، جب وعظ فرماتے تو لوگ بے حد متاثر ہوتے، حافظ علی محمد صاحب سے روحانی اکتسابِ علم کیا، ان سے ہی بیعت کی اور ان سے ہی خلافت حاصل کی۔ اور مرشد کے حکم پر ہی اپنی جھونپڑی کے پاس مسجد بنوائی۔ ان کے حالات زندگی میسر نہیں آسکے صرف اس قدر معلوم ہو سکا ہے کہ یہ بڑے بلند مقام کے مالک تھے، ان کے خلفاء میں سخی سلطان چنیوٹ، سخی عبدالوہاب چنیوٹ اور میاں حمد ماٹھسروم

اولیائے جھنگ

جیسے درویش اور ولی اللہ ہوئے ہیں۔

ان کی وفات حافظ علی محمد صاحب کی وفات سے قریباً ۱۹ سال بعد ہوئی۔ میاں محمد ماہترومہ نے ان کو غسل دیا، اور مسجد کے پاس ہی ان کا جسد سپردِ خاک کیا۔ جہاں بڑا خوب صورت مزار تھا۔ لیکن ۱۹۴۸ء کے سیلاب کے باعث مسجد اور مزار شہید ہو گئے۔ اب یہاں دوبارہ مسجد تعمیر ہوئی ہے، لیکن ان کا مزار تعمیر نہیں ہو سکا۔ البتہ قبر مبارک مسجد کے صحن سے ملحق موجود ہے، اور چند اور بھی قبریں ہیں۔ جو شاید ان کے دیگر خلفاء یا اہل کنبہ کی ہیں، ان کی اولاد میں بھی عالم باعمل ہوتے ہیں۔

اولیائے جہنگ

سید علی شیر

ولادت :- ۱۲۱۷ھ

وفات :- ۱۳۲۶ھ

مدفن :- قصبہ میرک سیال

حضرت سید علی شیر صاحب سلطان ہاتھی وان کے پوتے اور پیدائشی ولی اور صاحب کرامت بزرگ تھے، آپ کی ابتدائی تربیت حضرت سلطان صاحب ہی نے کی تھی۔ چونکہ آپ کے والد محترم سید فتح علی شاہ، عالم جوانی میں وفات پا گئے تھے، لہذا آپ کی پرورش دادا سلطان نے کی۔ بچپن سے ہی آپ علم و معرفت سے آگاہ ہو گئے تھے، آپ قرآن کے حافظ و عالم اور مسائل شرعیہ کے شارح تھے، سلطان ہاتھی وان عموماً شرعی مسائل کے لئے ان سے رجوع کرتے، تاکہ ان کی قابلیت و علمیت میں مزید اضافہ ہو سکے۔ چنانچہ آپ اپنے دادا حضرت سلطان ہاتھی وان کے صحیح روحانی جانشین ہوئے۔ دادا کی وفات کے بعد کچھ عرصہ جھنگ میں مقیم رہے اور پھر مریدوں کی درخواست پر قصبہ میرک سیال جو شورکوٹ کے قریب ہے چلے گئے اور وہیں وفات بھی پائی۔

ادبیائے جھنگ

آپ کے بارے میں متعدد خوارق واقعات مشہور ہیں۔ عموماً ذکرِ الہی میں مستغرق رہتے، دنیا داری کی الجھنوں سے پاک و صاف تھے، تنہائی پسند تھے، قرآن مجید کی تلاوت باواز بلند کرتے۔ اور خوش الحان بھی تھے، لوگ ان کی خدمت میں دعا کے لئے آتے اور مرادوں سے جھولیاں بھر لے جاتے۔

اولاد

آپ کو اللہ تعالیٰ نے دو فرزند عطا کئے، دونوں عارف باللہ اور صاحبِ کمال بزرگ تھے۔ ایک کا نام چراغ شاہ اور دوسرے کا حسین شاہ تھا۔ حسین شاہ پنجابی اور فارسی کے بہت بڑے شاعر تھے، ان کا نعتیہ کلام بہت بلند اور پنجابی دوہے بھی سوز و گداز سے بھرپور ہیں۔ افسوس کہ ان کا کلام اب نایاب ہے، ان کی وفات ۱۳۲۶ ہجری میں ہوئی۔ اور ان کا مزار والد کے پہلو میں واقع ہے۔

حضرت سید علی شہر صاحب ایک سو سال کی عمر پا کر فوت ہوئے آپ کا جسدِ قصبہ میرک سیال میں دفن کیا گیا۔ جہاں ہر سال بھاری میلہ لگتا ہے اور تندر و نیاز کا سلسلہ ہوتا ہے۔ آپ کے سجادہ نشینوں میں سید امیر علی شاہ سید نور سلطان اور اب سید امیر سلطان موجود ہیں۔

اولیائے جہنگ

حافظ علی محمد نقشبندی

ولادت :- ۱۱۰۷ ہجری

وفات :- ۱۱۸۰ ہجری

مدفن :- پتوگ بازار جھنگ صدر

حضرت حافظ علی محمد صاحب سلسلہ نقشبندیہ کے مشہور بزرگ ہوئے

ہیں۔ ان کا خاندان تجارت پیشہ تھا، اور افغانستان کے علاقہ ہرات کے

رہنے والے تھے، اپنے والد سے ہی ابتدائی علوم حاصل کئے۔ جب جوان ہوئے

تو کپڑے کی تجارت شروع کر دی۔ قافلوں کی صورت میں وہ ہر سال ہندوستان

آتے، اور مختلف شہروں سے کپڑا خرید کر واپس جاتے، مسلسل دس بارہ سال

وہ ہندوستان آتے رہے۔ ملتان، لاہور اور جھنگ میں ان کے کاروباری

مراجم تھے۔

جھنگ میں آمد

قریباً ۴۰ سال کی عمر تھی جب وہ جھنگ تیسری بار تشریف لائے

اس وقت جھنگ صدر شہر کی آبادی محسبہ پنڈی تک محدود تھی۔ اور بازار لوہاراں

میں جامع مسجد چوڑی گراں کے آس پاس کپڑے کی مشہور منڈی تھی۔

ادبیائے جھنگ

حافظ صاحب بھی اسی منڈی سے کپڑا خریدتے تھے، جب وہ تیسری مرتبہ یہاں آئے اور مسجد میں نماز ادا کرنے کے لئے گئے تو مسجد کے اندرونی حصہ میں ذکر الہی کی وجد آفریں آواز سنائی دی۔ آپ نے یہ آواز سنی تو دم بخود ہو گئے، فوراً وضو کر کے مسجد کے اندر تشریف لے گئے۔ جہاں حضرت محمد سعد اللہ صاحب ذکر الہی میں مصروف تھے، حضرت سعد اللہ صاحب نے ایک نگاہِ جلالی اُن کی طرف اٹھائی تو تڑپ گئے، اور جذبِ مستی کے عالم میں دنیا سے ایسے بے خبر ہوئے کہ دھڑام سے صحنِ مسجد میں گر پڑے۔ جسم ٹھنڈا لیکن دل گرم ہو گیا۔ حضرت سعد اللہ صاحب نے اُن کو اٹھایا، چہرے پر اپنا ہاتھ پھیرا تو ان کو ہوش آیا۔

خدا کی سوداگری

جب ہوش میں آئے تو حضرت سعد اللہ سے عرض کیا کہ — ”مرد! مجھے اپنے چہتر فیض سے کسب حاصل کرنے کی اجازت دیں، اور تجارت کے لئے جو اشرفیاں لائے تھے ان کے قدموں میں ڈال دیں۔ کہ ان کو غرباء میں تقسیم کر دیں، مجھے اس تجارت میں ایسا نفع ہوا ہے کہ بہت کم لوگوں کو نصیب ہوتا ہے، اب میں خدا کا سوداگر ہوں اور اسی کی سوداگری کروں گا۔“

چنانچہ حضرت سعد اللہ صاحب نے حافظ علی محمد صاحب کو اپنے حلقہٴ کمند میں شامل کر لیا۔ اور اس طرح حافظ صاحب نے شرعی اور باطنی علوم

اولیائے جہنگ

ان سے حاصل کئے۔

شادی و اولاد

حونکہ حضرت سعد اللہ اولادِ نزیہ سے محروم تھے۔ اس لئے حافظ علی محمد صاحب کو اپنا بیٹا بنالیا۔ اور روحانی مسند کے لئے اپنا جانشین نامزد کر دیا، حافظ علی محمد صاحب کا نکاح مقبیدہ نون کی ایک پاک طینت عورت سے ہوا جس کے لطن سے دورٹ کے حافظ جمال اللہ و حافظ غلام محمد ہوئے، حافظ جمال اللہ مجذوب و مست فقیر تھے۔ اور حافظ غلام محمد صاحب علومِ شرعیہ کے بہت بڑے عالم ہوئے، اور حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کے تشریحی عقیدت مندوں میں شامل تھے۔ یہی وجہ ہے کہ حافظ جمال اللہ کے صاحب زادے حافظ غلام حسن صاحب حضرت شاہ عبدالعزیز کے نام و تلامذہ میں شمار ہوتے ہیں۔ اور حضرت شاہ عبدالعزیز ان سے اکثر اوقات فتوے اور مسائل تحریر کرایا کرتے تھے۔ ان میں سے بعض مسودات قلمی اب تک ان کے خاندان میں موجود ہیں۔

حافظ غلام حسن کا شہرہ

حافظ غلام حسن جیسا کہ پہلے عرض کیا جا چکا ہے، شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی کے خاص تلامذہ میں سے تھے ان کے علم و فضل کا شہرہ سارے پنجاب میں تھا، جب مغلیہ سلطنت پر زوال آیا، اور انگریزوں نے ہندوستان

ادریاتے جھنگ

میں پاؤں پھیلا کر شروع کئے تو انگریز حکم رانوں نے حافظ صاحب کو اپنے سیاسی مقاصد کے لئے استعمال کرنے کی کوشش کی، لیکن حافظ صاحب نے سختی سے انکار کر دیا اور گوشہ نشین ہو گئے۔

وفات

حافظ علی محمد صاحب اپنے مرشد کی وفات کے بعد ان کی مسند پر متمکن ہوئے، مگر مرشد کی جدائی برعادت نہ کر سکے، اور صرف دو سال کے بعد ہی وفات پا گئے۔ ان کا بعد خاکی چوک بازار کے اندر چھوٹی سی گلی میں سپرد خاک کیا گیا۔ جہاں ان کا مزار موجود ہے۔ ہر سال ۲۱ جون کو ان کا عرس منایا جاتا ہے۔ اور ان کے مزار کے پاس ہی ان کے دیگر فرزند ابراہیل خاندان مدفون ہیں۔

حافظ صاحب سے متعدد ذخائر قیام و عادات و واقعات منسوب ہیں۔ اور ان کے دستِ حق پرست سے بہت سے غیر مسلم علاقہ بگوشِ اسلام ہوئے، ان کی وفات اندازاً ۱۸۰۱ء میں ہوئی۔

خلفاء

حافظ صاحب کے خلفاء میں حضرت میاں محمد عثمان صاحب طریقت بزرگ ہوتے ہیں جن سے اس علاقہ کے بہت سے نیک دل لوگوں نے کسب فیض کیا۔ اور اپنی زندگی کو روحانیت سے سنہارا۔

ادیلئے جھنگ

حضرت عنایت شاہ

مدفن :- موضع باغ تحصیل جھنگ

حضرت عنایت شاہ نیکو کارہ، جن کا مزار حضرت شیخ کبیر نیکو کارہ کے مقبرہ میں موجود ہے، ہاشمی، قریشی اور حضرت شیخ کبیر کی نسل سے تھے اپنے عہد کے عارف کامل اور ولی اللہ تھے، آپ سے متعدد و خوارقِ عادت واقعات اور کرامات منسوب ہیں، آپ کے بارے میں مشہور ہے کہ ایک دفعہ آپ کا ایک عقیدت مند دریا سے پانی لینے گیا، اتفاق سے وہ دریا میں بہہ گیا، جب آپ کو معلوم ہوا تو سخت غصہ آیا، دریا کو حکم دیا کہ وہ اس علاقے سے چلا جائے، چنانچہ دریا نے رخ بدل لیا، پہلے دریا چناب کی گزرگاہ موضع باغ کی سمت تھی، اس کے بعد دریا دس بارہ میل مغرب کا طرف ہو کر بہنے لگا۔

آپ کا انتقال قریباً ۷۰ سال کی عمر میں ہوا۔ اور اپنے جد کے پہلو میں دفن ہوئے۔ آپ کی ولادت اور وفات کی صحیح تاریخوں کا علم نہیں ہو سکا۔



ادبیائے جھنگ

حضرت غازی پیر

وفات ۱- ۱۳۲ ہجری
مدفن ۱- شورکوٹ شہر

حضرت جلال الدین محمد عرف غازی پیر جن کا مزار شورکوٹ کی طرف جاتے ہوئے دور ہی سے نظر آتا ہے، محمد بن قاسم کی فوج کے ساتھ شوکوٹ آئے تھے، آپ کے ہم عصر اور بھائی بزرگ آپ کے ہمراہ تھے۔ ان میں سے بعض جنگ کے دوران شہید ہوئے، غازی محمد بن قاسم کے کثیر لشکریوں کی قبریں شورکوٹ کے آس پاس بھڑکے اوپر اور بھڑکے عقبی حصہ میں ساحل چناب کی طرف موجود ہیں۔

حضرت غازی پیر بڑے جنگجو اور بہادر تھے۔ اور ساتھ ہی صاحب جلال بزرگ تھے، جب محمد بن قاسم کی فوج نے ملتان فتح کیا، تو سلطنت کے انتظامات کے لئے انھوں نے مختلف علاقوں میں حاکم مقرر کئے۔ غازی پیر شورکوٹ کے حاکم تھے، مشہور ہے کہ آپ کا دھڑ سیالکوٹ میں دفن ہے اور سر شورکوٹ کے موجودہ مزار میں ہے۔ لیکن اس روایت کی اصلیت کچھ اور ہے، شورکوٹ سے سیالکوٹ تک کا علاقہ آپ کی قلمرو میں ہونے کے

اولیائے جہنگ

باعث آپ مختلف علاقوں کا دورہ فرماتے تھے۔ انتظامی امور کے علاوہ آپ صاحبِ ولایت بھی تھے، اس لئے آپ سے عموماً خوارق الفطرت واقعات سرزد ہوتے تھے، اس وجہ سے یہ روایت مشہور ہو گئی، آپ کا انتقال ہجری ۱۳۲ میں ہوا اور آپ کو موجودہ مقام پسرپور دہاک کیا گیا، یہاں ایک پختہ مزار اور مسجد بھی موجود ہے۔ آپ کے عقیدت مندوں کا خیال ہے کہ ہر جمعرات کو آپ کے مزار پر جنگل کے خونخوار جانور سلامی دینے آتے ہیں۔ ممکن ہے کسی زمانے میں ایسا ہوتا ہو، لیکن اب نہیں ہے۔ لوگ آپ کے مزار پر منتیں لانتے ہیں اور مرادیں حاصل کرتے ہیں۔

آپ جلالی بزرگ تھے اور غیر شرعی باتوں سے سخت نفرت کرتے تھے۔ حکومت نے مزار اور اس سے ملحقہ جائیداد کو وقف قرار دے دیا ہے۔

ہر سال چیت کے تیسرے جمعہ کو آپ کا عرس منایا جاتا ہے جس میں ہزار ہا عقیدت مند شامل ہوتے ہیں۔



ادبیائے جھنگ

غریب شاہ قریشی

مدفن: موضع باغ تحصیل جھنگ

حضرت غریب شاہ ہاشمی قریشی جناب حضرت شیخ کبیرؒ کا رہنے والی
اولاد میں صاحب علم بزرگ ہوئے ہیں، آپ کے حالات زندگی

ساری سچ کے دھند لکوں میں گم ہیں۔ نہ ہی ولادت اور وفات کا صحیح زمانہ
متعین ہو سکا ہے۔ اندازہ ہے کہ دسویں صدی ہجری ان کا دور ہے۔
آپ صاحب جلال بزرگ تھے، تمام عمر پردہ میں رہے۔ اپنی آنکھوں کو
دنیا دی آلودگیوں سے پاک رکھا، اور اپنے کانوں کو بری باتوں کے سننے
سے محفوظ رکھا۔ ہمیشہ اپنے جد امجد شیخ کبیر کے مزار پر رہتے تھے۔ اور ہوش
سنبھالنے سے آخری سانس تک کسی بھی عورت کو نہ دیکھا، ان میں آپ
کی والدہ اور ہمیشہ سیرگان بھی شامل تھیں۔

شادی کے لئے خاندان کے بزرگوں نے مجبور کیا تو ہمیشہ انکار کرتے
رہے اور مجرد ہی انتقال فرما گئے۔ آپ نے وصیت کی کہ میرے مزار پر
کوئی عورت نہ آئے، ورنہ وہ نقصان اٹھائے گی۔ چنانچہ آپ کی وصیت کے
مطابق کسی عورت کو جرأت نہ ہوئی کہ وہ مزار پر حاضر ہوئے، مشہور ہے

اویانے جھنگ

کہ ایک ہندو عورت آپ کی وصیت کی پرواہ نہ کرتے ہوئے ایک دفعہ مزار
 میں داخل ہوئی تو اس کی بینائی ضائع ہو گئی۔ اور مزار سے باہر نکلتا مشکل
 ہو گیا دوسرے لوگوں نے اسے باہر نکالا۔ یہ عورت اس واقعہ کے بعد
 نابینا ہی رہی۔ اس کی اولاد اندھی کی اولاد مشہور تھی۔



اولیائے جہنگ

حضرت فتح اللہ سہروردی

وفات :- ۱۰۲۵ ہجری

مدفن :- منگر مخدوم چنیوٹ

حضرت مخدوم فتح اللہ صاحب والد حضرت میان محمد اسمعیل عون میاں

وڈا علاقہ پوٹھوہار کے کھوکھر خاندان سے تھے اور اپنے عہد کے عالم دین اور حدیث

وفقہ کے ماہر تسلیم کئے جاتے تھے۔ باطنی طور پر سلسلہ سہروردیہ سے بیعت

تھے، آپ کا روحانی نسب نامہ اس طرح مرقوم ہے فتح اللہ کے مرشد مخدوم

محمد طیب منگر مخدوم۔ ان کے مخدوم برہان الدین منگر مخدوم۔ ان کے مخدوم

حسام الدین منقی۔ ان کے مخدوم بہا مالدین زکریا ملتانی۔ ان کے شیخ شہاب الدین

عمر سہروردی، ان کے حضرت ضیاء الدین ابوالخیر۔ ان کے شیخ حمید الدین

ان کے شیخ محمد، ان کے شیخ احمد، ان کے شیخ مشاد علی دینوری۔ ان کے

ابوالقاسم بنید بغدادی، ان کے حضرت مسقطی۔ ان کے حضرت معروف کرخی۔

ان کے داؤد طائی۔ ان کے حضرت حبیب عجمی، ان کے حضرت امام حسن

اور ان کے مرشد حضرت امام الاولیاء سیدنا علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ۔

اور خاندانی نسب نامہ آپ کا فتح اللہ بن عبد اللہ بن

اولیائے جہنگ

سرفراز خاں رئیس و حکم راں علاقہ پوٹھوہار بتایا جاتا ہے۔

علاقہ پوٹھوہار سے اپنے مرشد حضرت مخدوم طیب صاحب کی
کشش و زیارت کے لئے نقل مکانی کر کے تحصیل چنیوٹ میں آباد ہو گئے۔ اور پھر
ہمیشہ کے لئے اسی علاقہ کے ہو گئے۔ آپ کو اپنے مرشد سے بے پناہ محبت تھی۔ یہی باری
کے کام سے جب بھی فرصت ملتی، مرشد کی خدمت میں حاضر ہو جاتے۔

آپ کی وفات ۱۰۳۵ ہجری کے قریب ہوئی، اس وقت حضرت
مخدوم عبدالکریم صاحب لشکر مخدوم میں فیض روضائیت تقسیم فرما رہے تھے۔



اولیائے جنگ

پیر فتح شاہ

وفات :- ۱۳۳۶ھ

مدفن :- حنازہ قبرستان جھنگ صدر

آپ مجذوب و مست سیلانی فقیر تھے مگر مقبول بارگاہ ایزدی تھے۔

آپ کے ابتدائی حالات کا علم نہ ہو سکا صرف اس قدر معلوم ہوا ہے کہ شمال کی طرف سے کسی علاقے سے یہاں آئے تھے، آپ کی آمد ۱۳۰۰ھ ہجری کے قریب ہوئی آپ عام طور پر کتے ساتھ رکھتے تھے اور اکثر غیر مہذب گفتگو کرتے، لیکن علماء کا بڑا احترام کرتے، راقم الحروف کے دادا بزرگوار حافظ حاجی غلام محمد اعوان سے انسیت تھی، اور عموماً انہی کے پاس آتے اور مسائل شرعی پر گفتگو کرتے۔

مشہور ہے کہ آپ پوشیدہ طور پر اپنے گھر سے غائب ہو جاتے، اکثر لوگ آپ کو جس وقت دیہات میں دیکھتے، اسی وقت آپ شہر میں بھی موجود ہوتے تھے،

جب یہاں طاعون کی وبا پھیلی تو آپ نے لوگوں کو باخبر کر دیا اور توجہ، تاب ہونے کی تلقین کی۔ آپ بیماری کے دوران ہر وقت انانہیں دینے میں مصروف رہتے۔ ایک دفعہ آپ نے ایک عالم سے دریافت کیا کہ چلتا پانی پاک ہے

ادیلنے جھنگ

یا پلید؟ عالم نے جواب دیا 'پاک'۔ آپ نے پیشاب کیا اور کہا پانی چل رہا ہے
اسے کیوں پلید سمجھتے ہو، پھر فرمایا۔ شریعت کے بعد اصل میں منزل شروع
ہوتی ہے، جسے عالم نہیں سمجھتے، لیکن فقراء واقف ہوتے ہیں۔

آپ سے متعدد خوارق واقعات مشہور و منسوب ہیں جن کے بعض
یعنی شاہد بھی اب تک موجود ہیں، آپ کی وفات ۱۳۳۶ ہجری میں ہوئی، اور
قبرستان حسنا میں دفن ہوئے جہاں آپ کا پختہ مزار مرجع خلافت ہے۔



ادبیائے جھنگ

سلطان فتح محمد

ولادت :- ۹۸۸ھ

وفات :- ۱۰۵۰ھ

مدفن :- قصبہ واصو

آپ حضرت واصل حق کی اولاد سے ہیں۔ اور خاندان چیلہ سیال سے وابستہ ہیں، جب آپ سن بلوغ کو پہنچے تو مرشد کی جستجو ہوئی۔ آپ کا خاندان شاہ جلال الدین قریشی ملتان سے بیعت تھا۔ آپ نے ارادہ کیا کہ اپنے خاندانی مرشد کے علاوہ کسی اور سے بیعت کی جائے، چنانچہ آپ نے اس ارادہ کے تحت سفر اختیار کیا اور لاہور گئے، وہاں پہنچ کر آپ نے حضرت ماحولال حسین شاہ کی شہرت سنی، آپ ان کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ (۱۰۰۵ ہجری) اور قدم بوس ہو کر عرض مدعا کیا۔

حضرت ماحولال حسین نے ان کا مدعا سن کر فرمایا کہ آپ اپنے خاندانی مرشد کے ہاں ہی تشریف لے جائیں، نعت ساء خیانت نہیں کرتے۔ آپ چونکہ حضرت شاہ جلال الدین سے پہلے بیعت ہیں اس لئے انہی سے فیض حاصل کریں۔ چنانچہ سلطان فتح محمد لاہور سے ملتان پہنچے۔ اور اپنے مرشد کی

ادلیائے جنگ

خدمت میں حاضر ہو کر معافی مانگی، مرشد نے معافی دی اور دوبارہ بیعت کیا،
 آپ واپس قصبہ واصو تشریف لے آئے، اور باقی زندگی کے دن یہیں گزارے
 آپ کی وفات قریباً ۱۰۵۰ ہجری میں واقع ہوئی۔ آپ اولاد سے محروم ہے
 آپ کا مزار حضرت واسلِ حق کے پہلو میں ہے۔



اولیائے جہنگ

پیر کالیہ

مدفن :- لکی نوح تحصیل شورکوٹ

حضرت پیر کالیہ سلسلہ چشتیہ کے مشہور مبلغ ہوتے ہیں آپ کا خاندانی شجرہ نسب حضرت برہان الدین ولی آف نگر مخدوم سے ملتا ہے آپ کے والد حضرت شیخ سعد اللہ صاحب سلسلہ سہروردیہ سے وابستہ تھے۔ بعد میں سلسلہ چشتیہ کے ایک بزرگ سے بیعت کی جس پر سہروردی چشتی کہلاتے۔

حضرت پیر کالیہ کا اصل نام محی الدین تھا، آپ کی ولادت قریباً ۸۸۰ ہجری میں علاقہ کماپہ میں ہوئی۔ خاندانی اعتبار سے آپ کو ولایت و طریقت و رتہ میں ملی تھی۔ بیس سال کی عمر میں آپ سیاحت کے لئے ہندوستان کے مختلف حصوں میں گھومتے رہے، قیام لاہور کے دوران آپ کو علاقہ لکی نوح میں رہائش اختیار کرنے کی بشارت ملی۔ چنانچہ آپ لاہور سے اجمیر گئے، اور خواجہ غریب نواز سے اجازت حاصل کی۔ دسویں صدی کے نصف میں آپ لکی قصبہ میں وارد ہوئے۔ اور باقی زندگی یہیں بسر کی۔

اولیائے جہنگ

آپ سے بے شمار کرامتیں منسوب ہیں۔ آپ کے مزار سے
اب بھی عقیدت مند فیض حاصل کرتے ہیں۔ قریباً بھری ۹۶۲ میں آپ
کی وفات ہوئی، اور آپ کا جسد آپ کے والد شیخ سعد اللہ صاحب
کے پہلو میں دفن کیا گیا۔ جہاں آپ کا پختہ مزار موجود ہے، اور ہر سال
بھاری میلہ لگتا ہے۔
آپ کا مزار شوزکوٹ سے ڈب کلاں جانے والی سڑک پر قصبہ
لگی کے سامنے موجود ہے۔



ادبیائے جھنگ

حضرت شیخ کبیر نیکوکار

ولادت: ۸۳۲ھ

وفات: ۹۲۶ھ

مدفن: - - - - -
قصبہ بلخ تحصیل جھنگ

حضرت شیخ کبیر صحیح النسل ہاشمی قریشی تھے، آپ کا شجرہ نسب حضرت امیر مسلم رضا بن عقیل بن ابوطالب سے ملتا ہے۔ آپ کے ایک بزرگ حضرت عبداللہ جہانیاں حضرت شیر شاہ جلال سرخ بخاری کے ہمراہ ہندوستان آئے تھے۔ اور انہی کی معیت میں اچ میں قیام کیا، بعد میں اپنے مرشد کے حکم پر حضرت شیخ دائن کی خدمت میں حاضر ہوئے، جو اس وقت کے ایک متوکل بزرگ تھے۔ حضرت شیخ دائن کا مزار بھاول پور میں موجود ہے۔

حضرت عبداللہ جہانیاں کا وصال قریباً ۶۹۰ ہجری میں ہوا۔ ان کا مزار اچ بھاول پور میں ہے۔ حضرت شیر شاہ جلال سرخ بخاری نے ان کو حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی دستار مقدس اور عصائے مبارک بھی عطا کیا تھا۔ جو اب تک ان کی اولاد کے پاس موجود ہے۔

اولیائے جھنگ

اور عقیدت مند ان کی زیارت کرتے ہیں۔

شادی کی روایت

مشہور ہے کہ عبد اللہ جہانیاں نہایت متقی اور پرہیزگار تھے۔ اور اس خیال سے شادی کی خواہش نہ کرتے کہ مبادا میری اولاد میں کوئی بُرا شخص پیدا ہو جائے، جس سے پورے خاندان کی بزرگی اور عظمت متاثر ہو، جب یہ بات اُن کے مرشد حضرت شاہ جلال بخاری کے علم میں آئی تو انہوں نے فرمایا کہ خدا کی رحمت سے مایوس ہونا بزرگوں کا شیوہ نہیں۔ اور رسول اللہ کی سنت کا ترک کرنا گناہ میں داخل ہے، آپ شادی کریں انشاء اللہ آپ کی اولاد نیک ہوگی۔ چنانچہ آپ نے مرشد کے فرمان پر ساٹھ سال کی عمر میں شادی کی۔ اور ان سے اولاد ہوئی جو ہندوستان کے مختلف علاقوں میں پھیلی، اور دینِ حق کی تبلیغ کی۔ مرشد ہی کے فرمان پر ان کی اولاد کو نیکو کارہ کہا جانے لگا۔ بعد میں لفظ نیکو کارہ خاندان کی شناخت کا باعث بنا۔ سرکاری کاغذات میں بھی نیکو کارہ کو ہاشمی قریشی لکھا جاتا ہے

حضرت شیخ کبیر

حضرت شیخ کبیر حضرت عبد اللہ جہانیاں کے پوتے تھے، آپ کی ولادت ۸۵۲ ہجری کے قریب ہوئی۔ چونکہ آپ ماہِ زاد ولی تھے، چھین میں

ادبیائے جھنگ

ہی آپ سے خوارق عادت واقعات اور باتیں ظہور میں آنے لگیں، خاندانی علم و عمل کا بھی اثر تھا اس لئے عقیدت مند گروہ درگروہ آپ کی خدمت میں حاضر رہتے اور آپ کے ارشادات سے فیض روحانی حاصل کرتے، ابھی آپ کی عمر اٹھارہ سال ہی کی تھی کہ والدہ محترمہ اس جہان فانی سے عالم بقا کو سدھار گئیں۔ چونکہ آپ والدہ سے بے پناہ الفت و محبت رکھتے تھے گھر میں رہتے ہوئے والدہ کی جدائی کا صدمہ برداشت نہ کر سکے۔ جب بھی گھر میں داخل ہوتے والدہ کو نہ پا کر سلول ہو جاتے۔ اور دل میں اضطراب طاری ہو جاتا، چنانچہ آپ کا دل گھر سے اُلاس ہو گیا اور والد محترم سے اجازت لے کر سیاحت کی خاطر گھر سے نکل پڑے۔ مختلف علاقوں کا سفر کرتے ہوئے آپ قریباً ۸۷ ص میں جھنگ تشریف لائے۔

ہم عصر بزرگوں کی صحبت

جھنگ میں آپ کی تشریف آوری بڑی بڑی سعادت کا سبب ہوئی۔ اس زمانے میں حضرت محبوب عالم عرف شاہ جیونہ بخاری، حضرت شیخ جوہر المعروف شیخ چوہڑ، حضرت شیخ علی المعروف شیخلی۔ حضرت سلطان پاک رائے المعروف سلطان پاکھرا وغیرہ یہاں موجود تھے اور ان ہم عصر بزرگوں کی مجلس میں شیخ کبیر صاحب کا اضافہ ہوا۔ اور انہی بزرگوں کی مجلس نے آپ کو جھنگ میں رہائش رکھنے پر آمادہ کیا۔ چنانچہ آپ نے

اولیائے جھنگ

موضع باغ کے قریب جنگل میں جھونپڑی ڈال لی اور رشد و ہدایت کا سلسلہ شروع کیا۔

حلقہ ارادت

آپ کی بزرگی و عظمت روحانی نے غیر مسلم اقوام اور قبیلوں کو آپ کا گرویدہ بنا دیا۔ اور بہت سی مسلم اقوام بھی آپ کے حلقہ ارادت میں شامل ہوئیں۔ ان میں مرالی، بھوتہ، لک، روہی، بیل، ولیر، گوانس، کھنڈر، پندو، تھوری، چدھڑ اور میو وغیرہ شامل ہیں۔ اور ان اقوام کے بیشتر افراد آپ کے مصاحب ہوئے۔ اور آپ نے متعدد افراد کو خلافت کا اعزاز عطا کیا۔

شادی اور اولاد

آپ نے ایک ہی شادی کی جس سے چار فرزند متولد ہوئے پھاروں اپنے وقت کے بزرگ اور ولی اللہ تھے۔

وصال

بعض روایات کے مطابق آپ کا وصال پچانوے سال کی عمر میں ہجری ۹۲۷ میں ہوا۔ اور آپ کا بعد مبارک موضع باغ میں آپ کی رہائش گاہ میں سپرد خاک کیا گیا۔ جہاں بعد میں مزار تعمیر ہوا۔ آپ کا مزار مرجع خلائق ہے اور ہر سال عرس اور میلہ لگتا ہے۔

اولیائے جھنگ

اولاد

آپ کی اولاد نے بڑی ترقی کی۔ دنیاوی اعتبار سے بھی آپ کی اولاد کو نجات نصیب ہوا۔ اس وقت آپ کی اولاد میں سے عمر حیات شاہ جو آپ کے سجادہ نشین بھی ہیں بااثر شخصیت کے حامل ہیں۔

علمی عظمت

آپ کو علوم ظاہری و باطنی پر دسترس حاصل تھی۔ اور عربی شاعری کا بھی صاف ستھرا ذوق رکھتے تھے۔ چنانچہ آپ کی متعدد تصانیف ایک زمانہ تک موجود رہیں۔ آج یہ کتابیں نہیں ملتیں۔ البتہ ایک قلمی نسخہ یہاں لگا گیا ہے۔ ایک زمیںدار خاتون کے پاس موجود ہے، جس سے آپ کی علمی عظمت و بزرگی کا اندازہ کیا جاسکتا ہے۔



اولیائے جہنگ

حضرت مخدوم کمال الدین

وفات ۱۰۵۶ ہجری

مدفن چنیوٹ شہر

حضرت مخدوم کمال الدین تشریف چار بھائی تھے، اور چاروں عالم باعمل اور صاحب کرامت تھے، آپ کا سلسلہ نسب قریش سے وابستہ ہے اور آپ کو روحانی فیض حضرت شاہ متیم خانوادہ شاہ ابوالعالی سے ملا۔ چاروں بھائی حویلی بہادر شاہ قصبہ میں رہائش پذیر تھے۔ مرشد کے حکم پر حضرت مخدوم کمال الدین تبلیغ دین کے لئے چنیوٹ تشریف لائے اور موجودہ مسجد کریانوالی کے قریب آپ نے ڈیرہ لگا کر درس و تدریس کا سلسلہ شروع کیا۔ ساتھ ہی ایک مسجد تعمیر کی جو اب تک مسجد کریانوالی کے نام سے مشہور ہے۔

آپ نے تبلیغ کے لئے اپنے تینوں بھائیوں کو بھی چنیوٹ بلا لیا، اور اس طرح خاندان کے یہ چاروں بزرگ چنیوٹ کے بانیوں کی علمی و روحانی تشنگی بھلنے رہے۔

حضرت مخدوم کمال الدین سے بہت سی کرامات منسوب ہیں۔ آپ عابد و زاہد تھے اور شرعی امور کی پابندی کا خاص حکم دیتے تھے۔ آپ کا سن

ادلیانے جھنگ

ولادت معلوم نہیں ہو سکا۔ وفات کے بعد آپ کے جسدِ خاکی کو مسجد کے قریب
 ہی دفن کیا گیا۔ جہاں آپ کے عقیدت مندوں نے آپ کا مزار تعمیر کرایا۔
 یہ مزار حشرہ حالت میں اب بھی موجود ہے۔



اولیائے بھنگ

پیر گامے شاہ

ولادت :- ۱۲۳۵ ہجری
وفات :- ۱۳۱۹ ہجری
مدفن :- اصحاب تحصیل جھنگ

پیر گامے شاہ حضرت شاہ جیونہ کی اولاد میں صاحب کرامت بزرگ گزرے ہیں، ان کے والد پیر احمد شاہ اپنے عہد کی برگزیدہ شخصیت تھے، جب پیر گامے شاہ جوان ہوئے تو ان سے خوارقِ عادت باتیں ظاہر ہونے لگیں۔ ضرورت مند اپنی مرادوں کے لئے حاضر ہوتے اور مرادیں پاتے، آپ عموماً نیک دعائیں فرماتے۔ اور جب کبھی غصب ناک حالت میں ہوتے تو جس شخص کو غلط سمجھتے اس کے حق میں بددعا کرتے، ان کی دُعا اور بددعا دونوں قبول ہوتیں، اکثر عالم جذب میں رہتے، ان کے عقیدت مند لائل پور اور منٹگمری کے اضلاع میں زیادہ موجود ہیں۔ آپ اکثر ان علاقوں میں دریائے راوی کے کنارے قیام فرمایا کرتے۔ اور لوگوں کو حق کی تلقین کرتے آپ نے سفر کے دوران جن درختوں کے نیچے آرام فرمایا وہ اب بھی موجود ہیں، حالانکہ وہ علاقے جو جنگل تھے، اب آباد ہو چکے ہیں۔ عقیدت مند ان

اولیائے جھنگ

دختوں کا کاٹنا گناہ سمجھتے ہیں۔ آپ ہر سال اپنے جد بزرگوار حضرت شاہ جیونہ کے عرس پر مع اہل و عیال جاتے تھے۔

ایک بار ایسا ہوا کہ ان کا اکلوتا بیٹا کرم شاہ جس کی عمر اٹھارہ سال تھی، اپنے دو دوستوں کے ہمراہ دریا پر نہانے کے لئے جانے لگا۔ جب آپ کو علم ہوا تو آپ نے روکا۔ اور کہا کہ دریا پر نہ جانا، ڈوب جاؤ گے۔ مگر لڑکے نے ضد کی، تو آپ نے پھر کہا کہ ڈوب جاؤ گے اور تمہاری لاش بھی نہیں ملے گی، مگر وہ نہ مانا، چنانچہ تینوں لڑکے دریا کی طرف چلے گئے اور نہاتے ہوئے ڈوب گئے۔ جب آپ کو اطلاع پہنچی تو آپ نے کہا میں نے تو اسی لئے روکا تھا مگر وہ باز نہ آیا، ملاحوں نے نعشوں کی تلاش کی، دوسرے دو لڑکوں کی نعشیں مل گئیں لیکن کرم شاہ کی نعش نہ ملی، حالانکہ تین دن تک تلاش ہوتی رہی۔ آخر کار مریدوں اور عقیدت مندوں نے آپ پر زور دیا تو آپ نے دعا مانگی، پھر ملاحوں نے جستجو کی تو جہاں وہ مسلسل تلاش کرتے رہے تھے وہیں سے نعش ملی۔ ان کی وفات سے چند روز قبل علاقہ کی دوزمیںندار پارٹیوں میں ایک کنوئیں پھجکڑا ہو گیا، آپ تنازعہ ختم کرانے کے لئے ان کے پاس گئے تو فریقین نے آپ کی بات نہ مانی۔ آپ نے بددعا کی کہ یہ کنواں کبھی نہ چل سکے گا۔ چنانچہ وہ کنواں اوپر سے بند ہو گیا اور اُس جگہ گیا۔ زمینداروں نے ہزار کوشش کی، لیکن وہ کنواں آباد نہ ہو سکا، وہ آج بھی اصحابہ سے نصف میل پر موجود ہے

اولیائے جھنگ

زینداروں نے دوسری جگہ نیا کنواں بنا کر آباد کیا۔

آپ نے زندگی میں تین شادیاں کیں، ایک سے ایک لڑکا کریم شاہ
 ہوا جس کا ذکر آچکا ہے۔ آپ نے سید اللہ یار شاہ کو جو ان کے رفیق سفر ہے
 تھے، اپنا متبنی بنایا، اور بعد وفات اللہ یار شاہ ہی ان کے سجادہ نشین مقرر ہوئے
 ان کی وفات پر سید گل محمد شاہ ان کے بیٹے جانشین ہوئے، اور ان کی وفات پر
 ان کے بیٹے سید زوار حسین شاہ اس مندر پر متمکن ہوئے۔

ان کے مزار پر ہر سال میلہ لگتا ہے، میلہ کی تاریخیں مختلف ہیں پہلے
 یکم ساون کو لگتا تھا۔ پھر حکم بھادوں کو ہونے لگا۔ اور آج کل شاید اچیت کو
 ہوتا ہے۔



اولیائے جہنگ

حضرت مخدوم گل شیر

مدفن ٹھٹھی شاہ شکور۔ جھنگ۔

حضرت مخدوم گل شیر شاہ قصبہ اُچ بھاول پور سے مرشد کے حکم پر
تلوارہ کھوکھراں علاقہ دہن تحصیل جھنگ تشریف لائے۔ اور رشتہ ہدایت کا
سلسلہ جاری فرمایا۔ آپ حضرت بہاء الحق والدین زکریا ملتانی کی اولاد ہیں۔ اور
اسی بارگاہ سے خلافت بھی عطا ہوئی۔ آپ کی جھنگ میں آمد ہجری ۱۰۶۰ء کے
قریب بتائی جاتی ہے۔ لیکن اس کی تصدیق نہیں ہو سکی۔ آپ نے اپنی شادی
تلوارہ کھوکھراں کے ملک شہلی بن بشارت کی دختر شریف خاتون سے فرمائی جس
سے اللہ تعالیٰ نے آپ کو اولاد زنیہ سے فرما دیا۔ آپ نے بچے کا نام عبد شکور
رکھا۔ جو بعد میں شاہ شکور کے نام سے مشہور ہوا۔ آپ کی قیام گاہ ٹھٹھی شاہ شکور
معروف ہوئی۔ حضرت شاہ شکور بھی اپنے والد محترم کی طرح صاحب کرامت
تھے۔ اور آپ کے مریدین کا حلقہ وسیع تر تھا۔

آپ کی اولاد میں سے حضرت مخدوم شاہ جمال اور بابا غلام علی بھی
صاحب کرامت بزرگ ہیں۔

حضرت گل شیر کا مزار ٹھٹھی شاہ شکور میں مرجع خلافت ہے۔

اولیائے جھنگ

پیر گوہر شاہ گیلانی

ولادت: ۱۱۰۲ ۶

وفات: ۱۱۶۶ ۵

مدفن: محلہ گوہر شاہ جنگ سرد

پیر گوہر شاہ گیلانی، سادات گیلانی کے چشم و چراغ اور سلسلہ قادریہ کے مبلغ تھے۔ حضرت سید عبد القادر جیلانی پیر کوٹ سدھانہ سے بیعت تھے۔ آپ کا اصل وطن قصبہ چوٹی ضلع ڈیرہ غازی خان تھا۔ مرشد کے حکم پر آپ جنگ تشریف لائے، اور ایک جنگل میں ڈیرہ لگایا۔ آپ صاحب کرامت بزرگ تھے۔ اور شرعی امور پر بھی عبور رکھتے تھے، عبادات ظاہری پر عمل کرنے میں بڑی احتیاط کرتے۔ اور اپنے عقیدت مندوں کو بھی عبادات کی ترغیب دیتے۔ آپ کے بارے میں مشہور ہے کہ پیر و جی شاہ کے ہم عصر تھے۔ اور ان سے عموماً لوگ جھونک رکھتے۔ آپ نے ۴۴ سال کی عمر میں وفات پائی۔ آپ کا جد مبارک آپ ہی کے حجرہ میں دفن کیا گیا۔ جہاں ہر سال میلہ لگتا تھا۔ آج کل شاید اس لئے نہیں لگتا کہ آبادی ہو گئی ہے۔ آپ کے زمانہ میں یہ تمام علاقہ جنگل تھا، اور لوگ ادھر سے گزرتے ہوئے بھی ڈرتے تھے۔ مشہور ہے کہ اگر کوئی ادیانے جنگ

جانور آپ کے جنگل کے کسی درخت کے پتے کھاتا تو فوراً مر جاتا تھا، جب لائل پور روڈ تعمیر ہو رہی تھی، شاید یہ ۱۹۲۵ء کی بات ہے۔ تو افسروں نے سڑک کو بیدھا کرنے کے لئے جو نقشہ بنایا تھا اس کے مطابق ان کا مزار راہ میں آتا تھا چنانچہ مستری اور مزدور جب بھی یہاں تک پہنچتے تو حواس کھو بیٹھتے تھے، چنانچہ سڑک کا نقشہ بدل دیا گیا، اور موجودہ لائل پور روڈ آپ کے مزار سے بیس گز دور بنانی گئی۔ آپ کے مزار کے ارد گرد وسیع قبرستان تھا، لیکن رفتہ رفتہ یہ قبرستان مسمار ہوتا گیا، خصوصاً قیام پاکستان کے بعد یہاں آبادی ہوتی چلی گئی۔ اب یہ علاقہ گنجان اور بارونق بن چکا ہے۔ آپ کے زمانے کا کتواں جس کے غیر آباد رہنے کے بارے میں دہلی شاہ صاحب نے فرمایا تھا، ابھی تک غیر آباد موجود ہے، ان کے بارے میں زیادہ تفصیل معلوم نہیں ہو سکی۔



اولیائے جھنگ

لالہ پیر

وفات :- ۱۰۳۰ ہجری

مدفن :- نیا شہر، شورکوٹ

آپ کا اصل نام اللہ بخش تھا۔ آپ بخاری پندر تھے، لالہ پیر لقب کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ جو شخص بھی ان سے جس غرض کی خاطر دعا کرتا وہ مقبول بارگاہ ہوتی خواہ وہ غرض لعل و جوابہر کے حصول کی ہی کیوں نہ ہو، اس وجہ سے آپ کا نام لالہ پیر مشہور ہو گیا۔ آپ سے بہت سی کرامات اور خوارق الفطرت واقعات منسوب ہیں۔ آپ کا انتقال مجری ۱۰۳۰ میں ہوا۔ آپ کے ابتدائی حالات نہیں مل سکے۔

آپ کا فیض اب بھی جاری ہے، لوگوں کا عقیدہ ہے کہ جو مویشی بیمار ہو جائیں، ان کو مزار کے احاطہ میں چھوڑ دیا جائے، وہ دو سکر دن صحت یاب ہو جاتے ہیں۔ چنانچہ آپ کے مزار کے احاطہ میں سینکڑوں مویشی اب بھی نظر آتے ہیں۔



اولیائے جہنگ

حضرت لدھن امام بخاری

مدینہ۔ شاہ جیونہ، تحصیل جھنگ

حضرت لدھن امام بخاری جناب شاہ جیونہ کے حقیقی پوتے اور پیر نخی حبیب کے بڑے صاحب زادے تھے، حضرت لدھن امام کے بارے میں کوئی دستاویزی ثبوت میسر نہیں آسکا۔ زبانی روایات جو کہ متواتر ہیں، نا کافی ہیں، ان سے آپ کی ولادت اور وفات کا سن متعین کرنا بھی مشکل ہے۔ تاہم اس قدر واضح ہے کہ آپ حضرت شاہ جیونہ کی زندگی میں ہی پیدا ہوئے، اور دس بارہ سال کی عمر میں دنیا سے غائب ہو گئے۔ آپ کے غائب ہونے یا دوسرے معنوں میں دنیا سے اٹھ جانے کا واقعہ بڑا دل چسپ اور حیران کن ہے، روایت کے مطابق آپ اپنے ہم عمر بچوں کے ہمراہ موجودہ شاہ جیونہ قصبہ سے باہر کھیل رہے تھے کہ ایک کچی اینٹوں کی دیوار چڑھ گئے۔ کسی بچے نے کہا کہ اگر دادا کی طرح آپ میں بھی روحانی طاقت ہے تو دیوار کو حکم دیں کہ وہ چل پڑے، چنانچہ اپنے ہم جولی کی بات سن کر آپ نے دیوار کو حکم دیا تو وہ گھوڑے کی طرح بھاگ کھڑی ہوئی، آپ کے ہاتھ میں سانپ تھا جسے بطور چابک استعمال کرتے رہے۔ جب دیوار بھاگی تو آپ کے ہم عمر بچے خوف زدہ ہو کر گھر کی طرف بھاگے،

اولیائے جھنگ

دیوار نے قصبہ کے گرد چکر لگانا شروع کیا، جب اس واقعہ کی اطلاع حضرت شاہ
 جیونہ کو پہنچی تو آپ نے ناراضگی کا اظہار فرمایا۔ اور بارگاہِ خدا میں دعا مانگی کہ
 اس بچے کو دنیا سے اٹھالیا جائے۔ کیونکہ اظہارِ کرامت کا یہ طریقہ بزرگوں کی نظر
 میں پسندیدہ نہیں ہے، چنانچہ حضرت امام اس دنیا سے اٹھلے گئے۔

بعض لوگوں کا خیال ہے کہ امام صاحب کی وفات ہوئی اور آپ کا مزار
 اپنے دادا کے پہلو میں موجود ہے، اور بعض کو گمان ہے کہ وہ نظروں سے اوجھل ہوتے
 کہ پھر آپ کا علم ہی نہ ہو سکا، بہر حال اس بارے میں کوئی قسلی بخش رائے قائم نہیں
 کی جاسکتی۔



اولیائے جہنگ

حضرت شاہ زیندہ بخاری

اس نام کے بزرگ کا مزار ضلع کے مختلف علاقوں میں موجود ہے جنہیں
 بھنگ میں تین مزار اسی نام سے منسوب ہیں۔ اسی طرح پنجاب، خیبر پختونخوا اور
 میں بھی شاہ زیندہ کے مزارات ہیں۔ ان کے بارے میں تحریری ثبوت اور روایات
 میسر نہیں آسکتے۔ بعض کا خیال ہے کہ حضرت امیر مومنین ابو طالب ہونے کے بعد جہاں
 جہاں مقیم ہوئے اور وہیں آپ کے نام سے مزار منسوب ہو گیا۔
 بعض کا گمان ہے کہ شاہ زیندہ نام کے کوئی اور بزرگ شاہ جہوز
 کی اولاد تھے۔ ان کے عقیدت مندوں نے ان کی وفات پر کسی ایک جگہ ان کو
 دفن کیا تو دوسرے مریدوں نے بھی اپنے ہاں روحانی تسکین کے لئے ان کے نام
 سے مزارات قائم کئے۔ بہر حال اس پہلو پر کوئی کتاب ایسی نظر سے نہیں گزری
 جس سے واقعات کی تصدیق ہو سکے۔



اولیائے بھنگ

لڈامانی

ولادت :- ۱۱۰۷ھ

وفات :- ۱۱۹۹ھ

مدفن :- قصبہ لڈامانی تحصیل شورکوٹ

آپ کا اصل نام 'لڈا' تھا اور قوم کے ماہی سیال تھے۔ خاندانی سلسلہ بیعت جانشینان حضرت بابا گنج شکر سے وابستہ تھا۔ لیکن آپ کی ابتدائی زندگی علم و عمل سے دور تھی، چالیس سال کی عمر تک آپ اونٹ چراتے رہے، ایک روز جنگل میں اونٹ چرا رہے تھے کہ حضرت محمد یوسف صاحب جن کا مزار شاہ پور سرگودھا میں موجود ہے ادھر سے گزرے۔ حضرت محمد یوسف نے آپ کو بلایا اور کہا کہ پانی کی مشک لا دو۔

آپ نے کہا کہ "پانی تو یہاں سے کئی میل دور ہے۔ میرے آنے تک سورج ڈوب جائے گا، اور پھر میں نے اونٹ بھی اپنے گھر سے جانے ہیں۔"

حضرت صاحب نے فرمایا کہ آنکھیں بند کر، آپ نے آنکھیں بند کیں تو خود کو دریا کے کنارے کھڑے پایا، فوراً ہی مشک پانی سے

ادبیائے جہنگ

بھری۔ جب آنکھیں کھولیں تو مشک پانی سے بھری ہوئی تھی، اور حضرت صاحب کے پاس تھے۔ آپ کے جسم پر لڑھ طاری ہو گیا۔ اور کانپنے لگے۔ حضرت محمد یوسف نے آپ کو سینے سے لگا لیا۔ اور فرمایا: "قیامت تک تمہارا نام زندہ رہے گا۔ چنانچہ آپ بیعت ہوئے اور باقی زندگی شریعت کے تابع بسر کی۔

آپ کی وفات ۱۱۹۴ھ میں ہوئی۔ آپ کے نام سے پورا گاؤں منسوب ہے۔ اسی گاؤں میں آپ کا مزار ہے، جہاں بھاری میلہ منایا جاتا ہے۔



اولیائے جہنگ

حضرت ماجھی سلطان

ولادت :- ۵۳، ھجری

وفات :- ۸۳۲، ھجری

مدفن :- قصبہ ماجھی سلطان

حضرت ماجھی سلطان سرگودھا کے مشہور جنجوعہ خاندان کے چشم و چراغ تھے آپ کا خاندان شاہ اسمعیل بخاری (چنیوٹ) کا مرید تھا، ماجھی سلطان کے والدین اولاد زینہ سے محروم تھے، سلطان صاحب کی والدہ اپنے مرشد کے پاس دعا کے لئے حاضر ہوئی اور مایوس ہو کر واپس جا رہی تھی کہ راستہ میں حضرت شاہ محمد شیرازی کے ڈیرہ پر پہنچی، حضرت شاہ محمد نے عورت کی قلبی کیفیت کا احساس کرتے ہوئے اس سے کہا کہ مایوس کیوں ہو؟ اس نے اپنی داستان سنائی تو آپ نے فرمایا کہ۔ ”جاؤ اللہ تعالیٰ تمہیں سات بیٹے عطا کرے گا۔ اور آخری بیٹے کا نام ماجھی سلطان رکھنا، اور اسے فتناء کے حوالے کر دینا، چنانچہ وہ امیدوں اور آسوں کو لئے رخصت ہوئی۔“

اللہ تعالیٰ نے حضرت شاہ محمد کی دعا قبول فرمائی اور اس عورت کو

اولاد زینہ سے نسیب فرمایا۔

اولیائے جہنگ

ولادت

حسب ارشاد جب ساتواں بیٹا پیدا ہوا تو اس کا نام ماجھی سلطان رکھا، یہ بڑا خوب صورت اور پیارا بچہ تھا، اور والدین کو اس سے دوسروں کی نسبت زیادہ محبت تھی۔ آپ کی والدہ کے دل میں خیال آیا کہ اگر اس بچے کو حضرت شاہ محمد کے سپرد کیا گیا تو وہ عمر بھر کیلئے بچے کو ترس جائیگی یہ خیال آتے ہی اس نے اپنے لڑکے کی بجائے اپنے پڑوسی سناروں کا لڑکا گود لے لیا اور حضرت شاہ محمد کی خدمت میں پیش کر دیا آپ لڑکے کو دیکھتے ہی جمال میں آگئے۔ اور عورت سے کہا کہ تم اللہ کے فیروں کو دھوکا دینا چاہتی ہو جاو اس لڑکے کو اس کے والدین کے سپرد کر دو میرا ماجھی سلطان از خود میرے پاس آ رہا ہے۔ چنانچہ آپ نے مریدوں کو حکم دیا کہ دریائے جہلم میں سیلاب آگیا ہے اور ماجھی سلطان سیلاب میں بہتا جا رہا ہے۔ اسے پکڑ لو۔ چنانچہ مرید دریا کے کنارے گئے تو معصوم بچہ لہروں پر بہتا ہوا آ رہا تھا اسے گود میں لے لیا اور حضرت شاہ محمد نے اس کی پرورش شروع کی۔

ماجھی سلطان کی آبادی

جب آپ جوان ہوئے تو مرشد نے حکم دیا کہ منڈل بار کی طرف جاؤ اور اس علاقہ میں جا کر تبلیغ کرو۔ لوگ تمہارا انتظار کر رہے ہیں چنانچہ جب آپ مرشد کے حکم کے مطابق روانہ ہونے والے تھے تو آپ نے ٹھنڈی آہ بھری حضرت نے پوچھا ماجھی آہ کیوں بھری تو آپ نے فرمایا حضور میرے اولاد نہیں ہوگی اور میرا نام لیرا بھی کوئی نہ

اولیائے جہنگ

رہے گا۔ تو حضرت نے کہا اولاد میری ہوگی اور شہرت تمہاری ہوگی چنانچہ آپ ساندل بار تشریف لے گئے اور موجودہ قصبہ ماجھی سلطان میں جو اس وقت جنگل تھا ڈیرہ نکالیا آپ کی آمد کی اطلاع سن کر اس پاس کے دیہاتوں کے لوگ آنے لگے اور آپ کے ارشاد آسنے کے بعد آپ کے حلقہ ارادت میں شامل ہوتے چلے گئے اس طرح آپ نے ساندل بار کی تکرری کو اسلام کی حقانیت سے روشناس کرایا۔

کرامات

یوں تو آپ سے بے شمار کرامات منسوب ہیں لیکن مختصراً تین واقعات کا ذکر کیا جاتا ہے۔ ایک دفعہ آپ کے خاندان کے مرشد حضرت شاہ اسمعیل بخاری ادھر سے گذرے اور ساندل بار میں رات قیام کیا ان کے مرید شام کے وقت لکڑیاں اکٹھی کرتے ہوئے آپ کی جھونپڑی تک آئے اور آپ کو دیکھ کر بڑے متاثر ہوئے مریدوں نے آپ کا حال جا کر حضرت شاہ اسمعیل بخاری کو بتایا تو اپنے مریدوں سے کہا کہ اسے بلا لاؤ آپ کو جب پیغام ملا تو ملاقات کے لئے جانے سے انکار کر دیا۔ جس پر شاہ اسمعیل نے اپنی چادر بھینچی کہ اب وہ آجائیں گے مگر یہ چادر آپ نے لے کر آگ میں ڈال دی مریدوں نے جا کر کہا کہ ماجھی سلطان نے آگ میں ڈال کر جلا دی ہے تو آپ نے مریدوں کو پھر بھیجا کہ جا کر بہاری چادر واپس کر دو چنانچہ آپ نے یہ پیغام سنا تھا تو آگ کے الاؤ میں سے ہاتھ ڈال کر چادر نکال لی۔ وہ صحیح سالم تھی واپس بھجوا دی ایک روایت یہ بھی ہے کہ شاہ اسمعیل بخاری خود چادر لینے آئے تھے اور واقعہ دیکھ کر فرمایا کوئی جادوگر

اولیائے جہنگ

ہے۔ تو انہوں نے خونخوار کنگر و قسم کے جانور بھیجے تاکہ وہ ان کو مار دیں لیکن ما جھی سلطان صاحب نے ان کا مقابلہ کیا مقابلہ کے وقت تیز آندھی آئی اور اس میں ان کے مرشد شاہ محمد صاحب بھی تشریف لائے اور جانوروں کو ہلاک کر دیا۔ روایت ہے کہ دونوں جانوروں کی قبریں آپ کے مزار کے قریب موجود ہیں۔

وفات

آپ کی وفات قریباً ۸۳۲ ہجری میں ہوئی آپ کالج مبارک آپ کی جھونپڑی میں دفن کیا گیا۔ جہاں اب مزار موجود ہے اور تمام علاقے آپ کے نام سے مشہور ہیں آپ کی وفات کے بعد حضرت شاہ محمد کے پوتے حضرت راجن امام اسی علاقے میں تشریف لائے۔ اور اس طرح شیرازی سادات یہاں پھیلی۔



اولیائے جہنگ

مبارک شاہ ندھی

ولادت :- ۱۱۰۶ ہجری

وفات :- ۱۱۸۶ ہجری

مدفن :- محلہ پنڈی جھنگ صدر

حضرت پیر مبارک شاہ ندھی، جن کا مزار پنڈی جھنگ صدر میں

واقع ہے۔ حضرت عبدالقادر حیلانی ثانی۔ مہر محمد بقاء سندھ، بابا شیخ

لاہوری کے ہم عصر تھے۔ ان کی ابتدائی زندگی کے حالات کے بارے میں

تذکرہ نویس خاموش ہیں، یہ کون تھے؟ کہاں سے آئے اور کہاں سے

اکتسابِ علم کیا؟ ان کی صحیح تاریخ ولادت کا بھی علم نہیں ہو سکا۔ صرف

اس قدر تفصیل ملی ہے کہ ۸۱ سال کی عمر میں ہجری ۱۱۸۶ میں وفات پائی۔ اس

سے سن ولادت اخذ کیا گیا ہے۔

ان کے بارے میں مشہور ہے کہ غیر شرعی افعال کو پسند نہیں

کرتے تھے۔ خود باشرع تھے، اور روحانی علوم و سلوک کی معرفت سے

فیض یاب تھے، اب بھی ان کا مزار مرجع خلافت ہے، اور عقیدت مند یہاں

سے مرادیں حاصل کرتے ہیں۔

اولیائے جھنگ

پیر مبارک شاہ سندھی حضرت ہر محمد بقال کے مریدان خاص میں شامل تھے۔ جب ہر محمد بقال صاحب نے حضرت سید عبدالقادر جیلانی ثانی ساکن پیرکوٹ سدھانہ سے بیعت کی تو تحفہ کے طور پر بابا شیخ لاہوری اور پیر مبارک شاہ سندھی کو اپنے مرشد کے سپرد کیا اور یہ دونوں حضرت عبدالقادر کے ہمراہ جھنگ آئے جب بابا شیخ لاہوری جھنگ صدر میں اقامت گزیرے ہوئے تو پیر مبارک شاہ عموماً اپنے مرشد کے لئے سو داسلف خریدنے جھنگ آتے جاتے اور جھنگ میں بابا شیخ لاہوری کے ہاں ٹھہرتے درنوں ایک دوسرے کے دوست بھی تھے۔

ایک دفعہ بابا شیخ لاہوری اور مبارک شاہ سندھی دونوں دریا کی سیر سے واپس آ رہے تھے کہ مبارک شاہ سندھی پنڈی محلہ میں ایک جگہ رک گئے۔ بابا صاحب نے رکنے کی وجہ دریافت کی تو فرمایا اس جگہ سے مجھے روحانیت کی خوشبو آتی ہے۔ خدا اگر منظور کرے تو یہی جگہ میرا مدفن ہو۔ بابا صاحب نے فرمایا اگر میری زندگی میں تمہارا انتقال ہوا تو میں اسی جگہ دفن کروں گا لیکن اتفاق سے بابا صاحب ان سے پہلے وفات پا گئے۔ مگر مبارک شاہ سندھی کی میت ان کی خواہش کے مطابق اسی جگہ دفن کی گئی یہاں ایک کنواں اور مسجد بھی آباد تھی۔

جھنگ میں آمد

جب بابا شیخ لاہوری صاحب کا انتقال ہوا تو مبارک شاہ سندھی صاحب

اولیائے جھنگ

ملول خاطر ہوئے حضرت عبدالقادر نے ان کو بلا کر فرمایا مبارک شاہ آج تمہارا
دوست دنیا سے رخصت ہو گیا۔ اب جھنگ خالی ہے تم وہاں چلے جاؤ یہ حکم
سننے ہی مبارک شاہ جھنگ پہنچ گئے۔ جہاں ان کے دوست بابا صاحب کو غسل
دینے کی تیاری ہو رہی تھی۔ مبارک شاہ صاحب نے بابا صاحب کی میت کو
غسل دیا اور خود جنازہ پڑھایا۔ ان کو سپردِ خاک کر کے آپ اس جگہ تشریف لائے
جہاں ان کا مزار موجود ہے اور اسی جگہ ڈیرہ ڈال دیا۔

اذان کی آواز

جب یہاں پہنچے تو قریب کی مسجد ویران تھی مسلمان اس میں نماز پڑھنے
نہیں آتے تھے بلکہ سامنے کی مسجد میں جاتے تھے۔ ان کو اس بات کا رنج پہنچا اور
اذان و نماز کا مسجد میں باقاعدہ سلسلہ شروع کیا۔ خود اذان دیتے اور
خود ہی نماز پڑھاتے۔ اس پیر لوگ حیران ہوئے کہ مسجد سے اذان کی آواز آتی ہے
مگر اذان دینے والا نظر نہیں آتا۔ اسی طرح نماز باجماعت ہوتی ہے مگر امام اور
مقدمی نظر نہیں آتے۔ چنانچہ لوگوں نے اس وقت کے ایک سید سے جو محلہ پنڈی
ہی کے رہنے والے تھے واقف بیان کیا۔ انہوں نے فرمایا یقیناً کوئی ولی اللہ مسجد میں
آیا ہے۔ اور خود بھی ان کے پاس آئے اور ان کے مرید ہوئے۔ اس طرح محلہ کے
مسلمان بھی مسجد میں آنے شروع ہو گئے اور مسجد آباد ہو گئی

اولیائے جھنگ

خوارق واقعات

یوں تو بے شمار خوارق واقعات آپ سے منسوب ہیں۔ لیکن چند مشہور واقعات کا ذکر کیا جاتا ہے ایک دفعہ اس علاقہ کے ایک زمیندار دولت مند نے ایک غریب لڑکی کو گھر میں بلا کر اس پر مجربانہ حملہ کیا لڑکی نے مزاحمت کی لیکن لڑکی کی مزاحمت اس بد بخت کو نہ روک سکی لڑکی نے خدا کے حضور فریاد کیا اس زمیندار نے جو کبر و نخوت کا پتلا تھا جواب دیا یہاں تیرا خدا نہیں آسکتا۔ اچانک دروازہ جو کہ اندر سے بند تھا ٹوٹ گیا اور ایک غیبی ہاتھ نے اس زمیندار کی گردن مروڑ کر لڑکی کو باہر نکالا۔

اسی طرح ایک دفعہ قبرستان سے گذر رہے تھے کہ ایک قبر کے پاس رک گئے اس کی میت پر عذاب تھا۔ واپس آکر اس کے ورثا کو بلایا اور فرمایا کہ فلاں شخص نے کسی بیوہ کی امانت میں خیانت کی ہے جس کی وجہ سے وہ عذاب الہی میں مبتلا ہے تم بیوہ کی امانت واپس کر دو تا کہ وہ عذاب سے بچ سکے چنانچہ ورثا نے واقعہ کی ٹوہ لگائی تو معاملہ درست ثابت ہوا۔ بیوہ کی امانت واپس کر دی گئی۔

ایک دفعہ ملک میں قحط پڑ گیا بڑے لوگوں نے غلہ کا ذخیرہ کر لیا۔ غریب سخت پریشان ہوئے آپ نے منادی کرادی کہ جن لوگوں نے غلہ کا ذخیرہ کیا وہ اپنا غلہ غریبوں میں بانٹ دیں ورنہ دس روز کے بعد ان پر اللہ کا عذاب آنے والا ہے

اولیائے جہنگ

چنانچہ ماسوا ایک شخص کے باقی سب نے غلہ تقسیم کر دیا۔ جس شخص نے غلہ چھپا کے رکھا اس کے مکان کو آگ لگ گئی وہ خود بھی جل گیا اور لوگوں نے اس کے مکان سے غلہ نکال کر تقسیم کر لیا۔

خود راقم الحروف ایک بار بغیر دمنو کے ان کے مزار کا نوٹو لینے گیا لیکن سرتوڑ کوشش کے باوجود کیمروہ نے کام نہ کیا۔ اس وقت سینکڑوں اہل محلہ نے بھی جن میں سے بعض کے پاس اپنے ذاتی کیمروہ تھے نوٹو لینے کی کوشش کی مگر کامیاب نہ ہو سکے۔

آخر شش راقم الحروف اس نتیجے پر پہنچا کہ حضرت مبارک شاہ سندھی صاحب سلامی بزرگ تھے اور غیر شرعی افعال کو ہرگز پسند نہیں فرماتے تھے ان کی وفات ۱۸۶۷ء میں ہوئی اور پنڈی محلہ کے بڑے سید صاحب نے جو ان کے خلیفہ تھے ان کو غسل دیا اور نماز جنازہ پڑھائی اور ان کے ڈیرہ پر ہی دفن کیا ان سید صاحب کی تبر بھی اسی احاطہ میں موجود ہے۔



اولیائے جہنگ

شاہ محبوب اللہ عالم

ولادت ۱۰۱۱ھ جری

وفات ۱۰۹۱ھ جری

مکفن : شورکوٹ شہر

حضرت محبوب عالم کا شجرہ نسب پندرھویں پشت میں جناب سید عبدالقادر جیلانی سے جاتا ہے۔ محبوب عالم بن عبدالوہاب بن سید گلشیر بن سیدی بن حیدر علی بن سید ابوعلم بن کرم شاہ بن نصر الدین بن موسیٰ قادری بن موسیٰ ثانی بن سید شیرین نور الدین ثانی بن عبدالرزاق بن سید ناغوث الاعظم آپ کے والد سید عبدالوہاب ابتدا میں جھنگ تشریف لائے تلمبہ کا قلعہ انہی قیادت میں فتح ہوا۔ سید صاحب نے شورکوٹ میں تیس ہزار کنال اراضی حاصل کر کے آباد کی ۱۰۱۱ھ جری کے قریب محبوب عالم پیدا ہوئے والد نے حصول تعلیم کے لیے آپ کو حیدرآباد دکن میں گلبرگ سے سات میل دور رولی میں شاہ ہاتھ مکتب قادریہ میں بھیج دیا۔ فارغ التحصیل ہو کر اپنے دس سال فوجی ملازمت میں بسر کئے پھر سنیا سیوں، جوگیوں، نانک شاہیوں اور بیراؤں کی صحبت میں سیاحت کی۔ گزرتھ بھی پڑھا۔ دکن سے عہد اوزنگ زیب میں شورکوٹ واپس پہنچے اور بھڑکے اوپر درس کا سلسلہ جاری کیا لیکن معاصرانہ چشمک کے باعث نیچے شہر میں منتقل ہو گئے حلقہ

اولیائے جھنگ

ارادت وسیع تر تھا غیر مسلم بھی آپ کے عقیدت مند تھے تلمبہ مظفر گڑھ اور طتان میں آپ کے آستانے ابھی موجود ہیں۔ آپ کا سن وفات ۱۰۹۱ ہجری ہے آپ کا مزار چنٹہ اور دروازے پر طلوع آفتاب کا منظر نقش ہے مزار کی تعمیر دربار مغلیہ کی مرہون منت ہے عمارت کے نقش و نگار میں مُغلیہ فن تعمیر جھلکتا ہے۔

آپ عموماً جذب و مستی اور نیم برہنگی کے عالم میں رہتے آپ سے متعدد کرامات منسوب ہیں مثلاً یہودی کو مسلمان کرنا روٹی کو آگ سے محفوظ رکھنا۔ آپ اولاد سے محروم رہے البتہ آپ کے برادر حقیقی سید عبدالرسول کی اولاد آج تک شورکوٹ اور گردونواح میں دربار مغلیہ سے عطا کردہ جاگیر کی وارث ہے۔ سید عبدالرسول شاہ کے پڑپوتے سید امان اللہ عن پیر کاوشاہ کی شاری مغل حکمران خاندان میں ہوئی تھی عبدالرسول کی نسل میں سید طالب حسین اور ڈاکٹر جمشید حسین وغیرہ بقید حیات ہیں۔



اولیائے جھنگ

حضرت محمد صالح سہروردی

وفات:- ۱۱۱۰ ہجری

مدفن:- قبرستان میاں وڈا، لاہور

حضرت محمد صالح صاحب ذات کے کہار تھے اور حضرت محمد

فاضل لنگا۔ موضع لنگے، تحصیل لالیاں، چنیوٹ کے مرید و خلیفہ تھے جب

آپ کو حضرت میاں وڈا صاحب کے بارے میں علم ہوا کہ لاہور میں ان کا

سلسلہ تبلیغ وسیع ہے۔ تو آپ بھی اس شوقِ علم کے لئے لاہور وار ہو گئے

جس روز آپ لاہور آنے والے تھے حضرت میاں وڈا صاحب بڑے بے قرار

رہے۔ بار بار مسجد سے اٹھ کر باہر آتے، پھر اندر چلے جاتے، جب حضرت محمد صالح

صاحب مسجد میں پہنچے تو آپ کا اضطراب دور ہوا۔ آپ میاں صاحب کی قربت میں

رہنے لگے۔ میاں صاحب نے لاہور میں اپنے مرید کی ٹرکی سے شادی کراوی، لیکن

عورت فوت ہو گئی، میاں صاحب نے دوسری شادی کرائی اس سے اولاد نہ ہوئی۔

پھر میاں صاحب نے تیسری شادی کرائی اس سے اولاد ہوئی جو اس وقت لاہور میں موجود

ہے۔ میاں وڈا صاحب کی وفات کے بعد آپ سجادہ نشین ہوئے چھپن سال تک آپ نے

قرآن مجید کی تعلیم و تدریس کا سلسلہ تنہا جاری رکھا، اور ۱۱۱۰ھ میں وفات پائی، آپ کا

مزار بھی درس میاں وڈا کے احاطہ میں موجود ہے۔

ادیلئے بھنگ

حافظ محمد صدیق لالی

ولادت :- ۱۱۵۲ھ

وفات :- ۱۲۱۸ھ

مدفن :- قصبہ لالیاں نزد چنیوٹ

حضرت حافظ محمد صدیق لالی حنفی قادری حضرت سید عبدالقادر جیلانی
الثانی پیرکوٹ سدھانہ کے خلیفہ اور عارف باللہ تھے۔ آپ پنجابی اور فارسی شاعری کا
بھی پاکیزہ ذوق رکھتے تھے، اپنے وقت کے فقیہ اور علوم ظاہری و باطنی میں باکمال
تھے۔ اور لالی خاندان کے چشم و چراغ تھے۔ آپ کے والد محترم بھی نہایت
دیندار بزرگ تھے، اور انہی کی پاکیزہ تربیت اور صحبت سے ہی آپ کا رجوع
دین حق کی طرف تھا، ابتدائی تعلیم چنیوٹ کے ایک بزرگ حضرت شاہ حلیم
سے حاصل کی۔ آپ کے استاد علوم شرعیہ پر پوری دسترس رکھتے تھے جب
آپ عالم شباب میں پہنچے تو ایک رات سوتے ہوئے خواب میں ایک بزرگ
کی زیارت نصیب ہوئی، اس بزرگ نے آپ سے فرمایا، اللہ تک رسائی
کے لئے کھوئی وسیلہ اختیار کرو۔ تاکہ علم و معرفت کی منزلوں سے آشنا ہو سکو
آپ نے اس بزرگ سے عرض کیا، یا حضرت آپ ہی رہنمائی فرمائیں۔ تو اس

ادبیائے جھنگ

بزرگ نے فرمایا۔ یہاں سے جنوب کی طرف چلے جاؤ۔ دریا کے کنارے ایک بزرگ
 تمہارے انتظار میں ہیں۔ آپ خواب سے بیدار ہوئے تو دنیا سے قلب بدل
 چکی تھی، آپ نے مرشد کی تلاش کے لئے سفر اختیار کیا، اور دریائے چناب
 کے کنارے کنارے قصبہ پیرکوٹ سدھانہ میں تشریف لائے، جہاں تید
 عبدالقادر حبیلا فی الثانی کی مجلس آراستہ تھی، آپ نے مجلس کے قریب پہنچ
 کر سلام عرض کیا۔ تو حضرت قبلہ نے فرمایا۔ ”حافظ محمد صدیق! مجھے تمہارے
 بارے میں مرشد کا مل نے سفارش کی ہے۔ آؤ میرے پاس بیٹھو، تاکہ میں اپنے
 مرشد سے سُرخ رو ہو سکوں“

حافظ صاحب آپ کے پاس بیٹھ گئے۔ آپ نے فرمایا۔ ”شریعت

سے واقف ہو چکے ہو؟

آپ نے فرمایا۔ ”کوشش کر رہا ہوں۔“

مرشد نے فرمایا۔ ”انشاء اللہ شریعت و معرفت دونوں پر عبور

حاصل کر لو گے۔“

چنانچہ حافظ صاحب مرشد کے وصال تک ان کے پاس رہے

اور مرشد نے آپ کو خلافت سے سرفراز کیا۔

۱۱۹۰ ہجری میں آپ کے مرشد کا وصال ہوا تو آپ سخت رنج و غم میں مبتلا

ہو گئے۔ مرشد کا فراق ہی آپ کی شاعری میں سوز و گداز کا سبب بنا۔ چنانچہ آپ

اولیائے جہنگ

واپس چھیوٹ تشریف لائے چند ماہ چھیوٹ رہنے کے بعد موجودہ قصبہ لالیاں
 میں ڈیرہ لگا لیا۔ جہاں پہلے آبادی نہیں تھی۔ آپ کی وجہ سے قصبہ لالیاں آباد
 ہوا۔ آپ نے زندگی میں بہت سی کتابیں تصنیف کیں۔ جن میں بحر العشق۔ نور الحقیقت
 رسالہ چہل حدیث۔ رسالہ القرآن۔ رسالہ الجلیل۔ ۲۰ ٹولے۔ عبرت نامہ
 فرحت نامہ۔ علیہ شریف، ذوق و شوق۔ سہ حرفیاں۔ رباعیاں شامل
 ہیں۔ ان میں کچھ تسلی ہیں اور کچھ شائع ہو چکی ہیں۔
 حافظ صاحب کے بارے میں لالیاں کا بچہ بچہ عقیدت و احترام کے
 جذبات رکھتا ہے۔ اور یہ شعر عموماً اور زبان ہے۔
 محمد صدیق لایا۔ کند ساری دیادایا



اولیائے جھنگ

حضرت شیخ محمد خلیل سہروردی

ولادت: ۱۰۰۰ھ

وفات: ۱۰۹۸ھ

مدفن: چھنی واپک ضلع یاکوٹ

حضرت شیخ محمد خلیل صاحب سہروردی، کھوکھر قوم کے تارک الدنیا اور متوکل بزرگ تھے، شیخ محمد اسمعیل عرف میاں دوادفون لاہور آپ کے حقیقی بڑے بھائی تھے، آپ کے والد بزرگوار حضرت فتح اللہ سہروردی اپنے عہد کے محدث فقیہ اور مفسر قرآن تھے۔ اور باطنی سلسلہ حضرت بہاء الحق زکریا ملتانی سے ملتا تھا۔

حضرت شیخ محمد خلیل صاحب موضع جیہ علاقہ تھانہ بھوانہ تحصیل چنیوٹ میں ہجری ۱۰۰۰ھ میں تولد ہوئے۔ ماہِ ذی القعدہ ۱۰۰۰ھ میں آپ سے خوارق واقعات کا ظہور شروع ہو گیا تھا۔ اور بچپن و لڑکپن میں بے شمار کراماتیں سرزد ہوئیں۔ آپ کو سیاحت کا بڑا شوق تھا۔ مختلف بزرگوں کے مزارات پر عموماً حاضری دینے۔ چنانچہ اسی شوق کی تکمیل کے لئے حج بیت اللہ شریف کا دل میں ارادہ کر کے ملتان تشریف لے گئے، ایک مسجد

اولیائے جہنگ

میں قیام فرماتے اور آگے سفر کا منصوبہ بنا رہے تھے کہ آپ کے بڑا بڑا اکبر حضرت
 میاں محمد اسماعیل صاحب کو باطنی طور پر آپ کے اس ارادے سے آگاہی ہوئی
 آپ چونکہ صاحب استغراق تھے، اس خیال سے میاں وڈا صاحب نے بارگاہ
 ایزدی میں التجا کی کہ میرے بھائی کو میرے پاس پہنچایا جائے، عین اسی
 وقت جبکہ میاں صاحب دعائیں مصروف تھے، حضرت محمد خلیل صاحب کو عالم
 استغراق میں ہی اپنے بھائی کی خواہش کا علم ہوا۔ تو آپ نے جذبِ دوستی کے
 عالم میں مسجد کو حکم دیا کہ وہ لاہور پہنچے۔ چنانچہ وہ مسجد نفا میں بند ہو کر پرواز کرنے
 لگی۔ جب ملتان کے بزرگوں نے یہ واقعہ دیکھا تو باطنی طور پر مسجد کو روکنے کی کوشش
 کی، لیکن مسجد پرواز کر کے لاہور پہنچ گئی۔ جہاں میاں وڈا صاحب کو علم ہوا،
 تو انھوں نے مسجد کو واپس جانے کا حکم دیا۔ اس طرح آپ لاہور میں اپنے بھائی
 کے پاس پہنچ گئے۔

ایک دفعہ آپ نماز کے لئے کھڑے ہوئے تو آواز آئی کہ ادب کرو۔ آپ
 فوراً سہم گئے، اور خیال کیا کہ مجھ سے کیا غلطی ہوئی ہے۔ تحقیق پرنتہ چلا کہ کسی شگرت
 نے غلطی سے قرآن مجید اور رہیل درخت کے تنے میں رکھا ہوا تھا۔ اور آپ کی اس
 طرف پشت تھی آپ نے بارگاہ ایزدی میں معافی مانگی۔

آپ کی وفات ۱۰۹۸ ہجری میں ہوئی، اور آپ کا جسد مبارک موضع
 چھنی داچک ضلع سیالکوٹ میں دفن کیا گیا، جہاں آپ کا عرس منایا جاتا ہے۔
 اویس جھنگ

محمد فاضل لانگا

ولادت :- ۱۰۲۵ھ

وفات :- ۱۱۰۳ھ

مدفن :- موضع لانگے چنیوٹ

محمد فاضل صاحب کھوکھر خاندان کے چہم و چراغ تھے، آپ کے والد محمد افضل کھیتی باڑی کا کام کرتے تھے، اور چنیوٹ کے قریب دریا چناب کے کنارے کچھ اراضی ان کی ملکیت تھی۔ مورخین نے حضرت محمد فاضل کے ابتدائی حالات پر روشنی نہیں ڈالی۔ یہی زبانی روایات اس ضمن میں سنہائی کرتی ہیں، البتہ تحقیقاتِ چشتیہ میں ان کے عہدِ جوانی کا ذکر موجود ہے۔

میاں وڈا کی خدمت میں

جب آپ کی عمر بیس سال کی ہوئی تو آپ کے والد محمد افضل نے دینی تعلیم کے لئے آپ کو حضرت محمد اسماعیل عرف میاں وڈا کی خدمت میں پیش کیا۔ میاں صاحب نے آپ کو دیکھ کر فرمایا۔ افضل سے فاضل ہی ہوگا، یعنی محمد افضل کا بیٹا محمد فاضل علمی اعتبار سے فاضل ہوگا۔ میاں صاحب نے آپ کو اپنے درس میں شامل کر لیا۔ یہ درس چناب کے کنارے جنگل میں شیشم کے ایک

اولیائے جنگ

درخت کے نیچے قائم تھا، اور یہیں سے علوم ظاہری و باطنی کے چشمے جاری تھے

طلباء کا امتحان

حضرت میاں صاحب کے پاس طالب علموں کی تعداد دو معانی سو

کے قریب تھی۔ لیکن ان کی خوراک کا کوئی معقول انتظام نہ تھا۔ کیونکہ آپ بڑے

متوکل تھے۔ اور روزی کے لئے پریشانی کو گناہ سمجھتے تھے۔ اس وجہ سے

اکثر اوقات میاں صاحب اور طالب علم کسی کسی دن فاقہ میں رہتے تھے۔

ایک دفعہ ایسا ہوا کہ کسی روز گزر گئے طالب علموں کو کھانا نہ مل سکا۔ اتفاق

سے ایک بڑھیا میاں صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئی، اور گندم کی ایک

روٹی پیش کی، آپ نے یہ روٹی محمد فاضل کو دے دی، انھوں نے دوسرے

طالب علم کو پیش کیا۔ اس نے تیسرے کو، اس طرح یہ روٹی طالب علموں میں

پھرتی ہوئی واپس میاں صاحب کے پاس آگئی۔

میاں صاحب نے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا کہ اس نے طلباء کو صبر و

قناعت، توکل اور ایثار و قربانی اور دوسروں کی بھلائی کا نیک جذبہ

عطا کیا ہے۔ کیونکہ اکثر طالب علموں کا بھوک کے مارے برا حال تھا۔ لیکن

انھوں نے دوسروں کا خیال رکھا، میاں صاحب نے یہ کیفیت دیکھی تو

طالب علموں کو بلا یا اور ان سے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ تم پر راضی ہے، اب تم پاک

صاف ہو اور پرندوں کی طرح اڑ سکتے ہو، چنانچہ آپ نے طالب علموں

سے کہا کہ تم میں سے جو کسی کو چاہے وہ اپنے آپ کو صاف کرے اور

اولیائے جہنم

کو حکم دیا کہ اڑ جاؤ، تمام طالب علم پرندوں کی طرح اڑ گئے، جب محمد فاضل صاحب اڑنے لگے تو میاں صاحب نے ان کی ٹانگ پر عصا مارا، جس سے آپ لنگڑے ہو گئے۔ اور اڑنے کے۔ پنجابی میں لنگڑے کو لنگا کہتے ہیں، چنانچہ میاں صاحب نے آپ سے مخاطب ہو کر فرمایا۔ "لنگے! تم یہیں رہو گے۔"

چنانچہ آپ میاں صاحب کی خدمت میں رہنے لگے، اور عبادت و ریاضت میں مرشد کا اتباع فرمایا۔ جب میاں وڈا صاحب اپنے مرشد مخدوم عبدالکریم کے ارشاد کے مطابق چنیوٹ سے لاہور روانہ ہوئے تو اپنے درس کا آپ کو نگران مقرر فرمایا۔ اس دن سے محمد فاضل لانگا کے نام سے مشہور ہوئے۔

وفات

آپ زندگی کے آخری سانس تک اپنے مرشد کے حکم پر دریا کے کنارے جھنگل میں ہی درس چلاتے رہے۔ آپ کی وفات ہجری ۱۱۰۳ میں ہوئی اور موضع لنگے علاقہ لالیاں میں اپنے مرشد کے درس کے احاطہ میں دفن ہوئے، آپ کا مزار اساسی جگہ موجود ہے، اور مرجع خلاق ہے۔ بہت سے قبیلے آپ کے مرید ہیں۔

اولیائے جھنگ

مدوکانوال

ولادت ۱- ۱۱۰۳ ہجری

وفات ۲- ۱۲۰۱ ہجری

مدفن ۳- مدوکی ریلوے اسٹیشن جھنگ

آپ کانوال سیال قوم سے تعلق رکھتے تھے، جن کی زیادہ تر آبادی تحصیل چنیوٹ میں ہے۔ آپ کی ابتدائی زندگی کے بارے میں کوئی تفصیل نہیں مل سکی۔ صرف اس قدر معلوم ہوا ہے کہ آپ عنفوانِ شباب میں چوروں اور ڈاکوؤں کے گروہ میں شامل ہو گئے، چنیوٹ اور جھنگ کے جنگل آپ نے چھان بارسے کوئی رات واردات سے خالی نہ جاتی۔ آپ کا نام ڈاکوؤں میں بہت مشہور تھا۔ اور آپ کی قوم کے امرا و آپ کو بدو کانوال کہا کرتے تھے (بہ معنی جاہل، اُجڑا اور سفاک) لیکن جب قدرت نواز نے پر آتی ہے تو آنکھ جھپکنے میں انسان کی کایا بدل جاتی ہے۔

ایک رات حضرت محمد یوسف صاحب جن کا مزار مبارک سرگودھا کے قریب ہے اپنے خلفاء کے ہمراہ جنگل میں آکر مقیم ہوئے۔ آپ کو بھی علم ہو گیا کہ کوئی امیر کبیر شخص آج رات یہاں ٹھہرا ہے، چنانچہ

اولیائے جھنگ

آپ نصف رات کے بعد جب قافلے کے تمام آدمی سو رہے تھے، چوری کرنے کی نیت سے وہاں پہنچے، موقع غنیمت تھا، آپ نے گھوڑیاں کھولنے کی کوشش کی، مگر اگلے پاؤں کی رتیاں کھولتے تو ان کے پھلے پاؤں از خود بندھ جاتے پھلی رتیاں کاٹتے تو اگلی بندھ جاتیں۔ آپ کو اپنے فن پر بڑا ناز تھا۔ لیکن یہاں یہ فن ناکام ہو گیا۔ آپ نے بہت کوشش کی، لیکن کوئی گھوڑی بھی نہ کھول سکے۔ یہ واقعہ حضرت محمد یوسف صاحب دیکھ رہے تھے جو نماز تہجد کے تے اٹھے تھے، جب آپ ناکام ہو کر پکڑے جانے کے خوف سے بھاگنے لگے تو حضرت محمد یوسف صاحب نے آپ کو آواز دی۔ "بھاگتے کہاں ہو ٹھہر جاؤ۔!" چنانچہ آپ سہم گئے اور پینہ پینہ ہو گئے۔ حضرت محمد یوسف نے آپ کو گلے لگایا۔ اور نام دریافت کیا تو آپ نے عرض کیا۔ "حضور اصل نام تو مراد تھا، لیکن بد عادتوں کی وجہ سے بد و مشہور ہو گیا ہوں۔"

آپ نے فرمایا۔ "مراد! تم اپنی مراد کو پہنچ گئے ہو۔ زندگی میں جتنی کوشش تم نے مخلوقِ خدا کو تنگ کرنے میں کی، اُس سے زیادہ کوشش مخلوق کی خدمت کرنے پر صرف کرو، انشاء اللہ تمہیں سب سے بڑی نعمت، خداوندِ قدوس کی تجلیات کے ذریعے نصیب ہوگی۔"

چنانچہ آپ نے حضرت محمد یوسف صاحب کے سامنے اپنے گناہوں کا اقرار کر کے اللہ تعالیٰ کے حضور توبہ کی اور مرشد سے بیعت ہوتے

اولیٰ نے جھنگ

ایک رات کے چند لمحوں نے اُن کی منزل بدل دی۔ آپ نے باقی زندگی مخلوقِ خدا کی خدمت میں بسر کی۔ ہمیشہ یادِ الہی میں مصروف رہے، زندگی کے آخری دنوں میں تو یہ عالم تھا کہ آپ کو کائنات کے ہر ذرے میں خدا کا جلوہ نظر آتا تھا۔ اور آپ بروقت جذب کے عالم میں رہتے۔ آپ کا انتقال ۱۲۰ھ کے قریب ہوا اور آپ کی جھونپڑی آپ کا دفن نبی۔ جہاں ہر سال عرس اور میلہ منایا جاتا ہے، آپ کے دفن کے قریب ہی گافل آباد ہو گیا۔ جو آپ کے نام سے مدو کی مشہور ہے۔ یہ جھنگ، شورکوٹ کے درمیان ریلوے اسٹیشن بھی ہے۔ آپ کے مزار پر اب بھی حاضری دینے اور مراویں پانے والوں کا جم غفیر رہتا ہے۔ مریضوں اور خصوصاً آسب زدہ مریضوں کے بارے میں سنا ہے کہ وہ منت مانتے ہیں تو اللہ تعالیٰ شفاء عطا کرتا ہے۔

○

اولیائے جھنگ

مرادشاہ نقش بندی

وفات ۱۱۹۷ھ

مدینہ در مال روڈ لب سڑک جھنگ صدر

جھنگ صدر میں مال روڈ پر تھانہ صدر سے غلہ منڈی کی طرف جاتے

ہوئے جامع مسجد محلہ برجی والا کے قریب بائیں ہاتھ کو لب سڑک ایک کچی

قبر جس کے گرد چھوٹی سی چار دیواری موجود ہے، نظر آتی ہے، یہ قبر حضرت

مرادشاہ نقش بندی کی ہے۔

حضرت مرادشاہ، حضرت حافظ عبدالکریم نقش بندی کے

ارشاد تلامذہ میں سے ہیں۔ اور مشہور ہے کہ حافظ صاحب کے پاس جس قدر جن

پڑھتے تھے مرادشاہ ان کے مانیٹر تھے، اور جماعت و درس کے دوران

ان کی دیکھ بھال پر مامور تھے،

حضرت مرادشاہ کو اپنے استاد اور پیر و مرشد سے بے پناہ محبت

تھی جب حافظ صاحب کا آخری وقت قریب آیا، تو آپ کے شاگرد موت

کی جدائی سے دھاڑیں مار مار کر رونے لگے حضرت مرادشاہ کو جو سب

زیادہ بے قرار و مضطرب تھے، حافظ صاحب نے اپنے پاس بلایا اور فرمایا

اویا نے جھنگ

کہ موت برحق ہے، اس کا وقت نہیں مل سکتا۔ انبیاء کے کرام کو خدا نے مہلت نہیں دی، ہم ان کے مقابلہ میں کیا حیثیت رکھتے ہیں۔ تم صبر کرو۔“

مراد شاہ نے عرض کی۔ ”پیر و مرشد! مجھے موت کا غم نہیں، مجھے

اپنی بدقسمتی پر افسوس ہے، کہ میں آپ کے علم و فضل سے محروم رہا۔“

حافظ صاحب نے فرمایا، ”تم میرے مزار پر آجا یا کرنا، میں

تمہیں سبق پڑھا دیا کروں گا، مگر اس شرط پر کہ یہ بات ظاہر نہ ہونے پائے“

چنانچہ حافظ صاحب کی وفات کے بعد مراد شاہ باقاعدہ مزار پر

حاضری دیتے اور مرشد سے سبق پڑھتے رہے۔ لیکن یہ بات راز نہ رہ سکی،

جب اس کا انکشاف ہوا تو مراد شاہ کی طبیعت کا رخ بدل گیا۔ فوراً جذب

کی کیفیت طاری ہوئی۔ اور دیوانگی کے عالم میں آپ مزار سے واپس

جاتے ہوئے گر کر بے ہوش ہو گئے۔ بار بار مرشد کو پکارتے، اسی عالم

میں آپ کا انتقال ہوا۔ اور موجودہ جگہ پر آپ کو دفن کیا گیا۔ اس جگہ پہلے

جنگل تھا، لیکن اب آبادی میں شامل ہے۔

وفات کے بعد بھی آپ سے کرامات کا ظہور قائم رہا۔ اس کے

چشم دید شاہد اب بھی موجود ہیں۔ مشہور ہے کہ جو شخص بھی مزار کے قریب حرام

بھانور باندھے، یا خلاق شرع کام کرے اس کو فوراً احساس ہو جاتا

ہے۔ بلکہ بعض روایات کے مطابق شدید محاسبہ ہوتا ہے۔

اولیائے جہنگ

مہر گلزار حسین جن کے خاندان کے مکانات مزار کے قریب
ہیں، مزار کی دیکھ بھال صفائی اور روشنی وغیرہ کے سلسلے میں ہمیشہ
پیش پیش رہتے ہیں۔

مہابلی شیخ

اس نام کے ایک بزرگ کا مزار قصبہ مہابلی علاقہ تھانہ قادر پور میں موجود ہے حالت
زندگی نہیں مل سکے صرف اس قدر معلوم ہوا ہے کہ آپ سلسلہ قلندریہ کے صاحب
کرامت بزرگ تھے آپ کو روحانی فیض حضرت لعل شہباز قلندر کی بارگاہ سے ملا آپ
کھوکھر خاندان سے تعلق رکھتے تھے اب بھی ان کے اراد مند صوفیہ وغیرہ سے ہر سال
اگر مزار پر حاضری دینا سعادت سمجھتے ہیں۔



ادبیائے جہنگ

بابا مستانہ کلوارٹ

مدفن: ٹھٹھی شاہ شکور جھنگ

حضرت بابا مستانہ کلوارٹ علاقہ شاہ پور کے رہنے والے تھے،
تلاش مرشد کے سلسلہ میں وارد جھنگ ہوئے۔ حضرت عبدالشکور شاہ بن مخدوم
گل شیر شاہ کے علم و عرفان کا طوطی بولتا تھا۔ آپ بھی ان کی خدمت میں حاضر ہوئے
اور بیعت کی۔

مرشد کی ایک

ہی نظر نے آپ کو مستانہ بنا دیا، چنانچہ زندگی کے آخری سانس تک مرشد کے
سنگر خانے کے ناظم رہے۔ صاحب مقبول بارگاہ تھے، آپ ہی کی دعا سے
کے خلیفہ میاں لال دین کو اللہ تعالیٰ نے اولاد نرنبہ عطا کی۔ جن میں دو فرزند
چو غلطہ اور مہر مشہور ولی اللہ ہوتے ہیں۔ ان تمام کے مزارات ٹھٹھی شاہ
شکور کے قبستان میں مرجع خلائق ہیں۔



اولیائے جھنگ

شیخ محمد اسماعیل عرف میاں وڈا

ولادت :- ۹۹۵ ہج

وفات :- ۱۰۸۵ ہج

مدفن :- لاہور

اس دور میں لاہور میں دینی تعلیم کا سب سے بڑا ادارہ جس پر اب محکمہ اوقاف نے قبضہ کر رکھا ہے درس میاں وڈا کے نام سے مشہور ہے، جو دراصل حضرت شیخ محمد اسماعیل عرف میاں وڈا نے جاری کیا تھا۔

ابتدائی حالات

آپ کے والد کا نام میاں فتح اللہ تھا اور قوم کے کھوکھر تھے، آپ کا آبائی قصبہ موضع جپہ علاقہ تھانہ بھوانہ تحصیل چنیوٹ ہے، آپ کی ولادت ۹۹۵ ہجری میں ہوئی۔ اس وقت یہ علاقہ زیادہ تر کھوکھر قوم کی ملکیت تھا۔ اور یہ قوم زراعت و کاشت کاری میں مشہور تھی۔

آپ کے والد جناب فتح اللہ فقہ و حدیث کے بہت بڑے عالم تھے، اور اپنے علاقہ میں سند کا درجہ رکھتے تھے، جب شیخ محمد اسماعیل کی ولادت ہوئی تو امام تجویز کرنے کے لئے آپ کے والد نے استخارہ کیا،

ادبیائے جہنگ

جس میں ان کو محمد اسمعیل کی بشارت ملی۔ ابھی آپ کی عمر پانچ سال کی تھی کہ قرآن مجید حفظ کر لیا۔ میاں فتح اللہ نے آپ کی تعلیم و تربیت کے لئے کسی اچھی درس گاہ کا خیال کیا تو غیبی طور پر ان کو قصبہ لنگر مخدوم کا اشارہ ملا۔ جہاں اس وقت شیخ عبدالکریم صاحب سہروردی کا درس جاری تھا۔ چنانچہ میاں فتح اللہ آپ کو لے کر حضرت شیخ عبدالکریم صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور آپ کو ان کے سپرد کیا۔

فیض باطنی

چنانچہ آپ استاد اور مرشد حضرت عبدالکریم کی خاص توجہ سے باطنی علوم کی منزلیں طے کرنے لگے۔ عبادت و ریاضت میں مشہور تھے۔ اور اپنے ہم مکتبوں میں ہمیشہ ممتاز رہتے تھے۔ جب آپ کی عمر بارہ سال کی ہوئی تو مرشد نے آپ کو اٹھاپینے پر مامور کر دیا کیونکہ اس وقت دوسو کے قریب طلبا اس میں شامل تھے جن کے تمام تراخراجات لنگر خانہ سے پورے ہوتے تھے لنگر خانہ حضرت عبدالکریم نے خود قائم کیا تھا۔ چنانچہ آپ کسی سال تک اٹھاپینے پر مامور رہے۔ اتفاق سے ایک دن اٹھادقت پر تہ پہنچ سکا۔ لنگر خانہ کے ناظم نے آکر حضرت عبدالکریم کو اطلاع دی۔ آپ کو یہ اطلاع سن کر تشویش ہوئی۔ اور اپنے درشاگردوں کو آپ کے کمرے میں بھیجا تاکہ وہ دیکھ آئیں۔

ادبیائے جھنگ

کہیں میاں اسمعیل بیمار تو نہیں جب یہ دو طالب علم آپ کے کمرہ میں داخل ہوئے تو وہ دیکھ کر حیران رہ گئے کہ میاں صاحب سر بسجود ہیں اور چکی خود بخود چل رہی ہے درویشوں نے یہ واقعہ اپنے مرشد عبد الکریم صاحب کو سنایا تو وہ خود تشریف لائے۔ "تو فوراً فرمایا" دید کہ آسیا بہ حکم غیب درگرددن است و اسمعیل سر بہ مراتبہ" و بے پاؤں واپس آگئے۔ جب میاں صاحب ہوش میں آئے تو فوراً اٹھالے کر مرشد کے حضور پہنچے۔ اور "تاخیر کی معذرت کی۔ مرشد نے فرمایا میاں اسمعیل آج سے یہ مشقت بند کر دو۔ کیونکہ اس سے فرشتوں کو رحمت ہوتی ہے۔ جب آپ نے خدمت کے لئے اصرار کیا تو مرشد نے فرمایا کہ آپ دو وقت دودھ دودھ کر مجھے دیا کریں اور باقی وقت مطالعہ و یاد اللہ میں گزاریں۔ چنانچہ آپ دو وقت دودھ دودھ کر دیتے رہے۔ کچھ عرصہ اس خدمت پر مامور رہے اس دوران مخدوم صاحب کے پڑوسیوں نے مخدوم صاحب سے عرض کیا کہ آپ کا یہ شاگرد نہایت صالح اور متقی ہے۔ اگر آپ اجازت دیں تو ہمارے جانوروں کا دودھ بھی دودھ دیا کرے۔ چنانچہ آپ نے اجازت مرحمت فرمائی تو میاں صاحب نے مخلوق خدا کی یہ خدمت بھی شروع کر دی۔ آپ کا معمول تھا کہ سائے گاؤں کے برتن ایک جگہ جوڑ کر ان میں دودھ ڈالتے اور سر پہ اٹھا لیتے۔ ایک دن آپ کے مرشد مخدوم

اولیائے جہنگ

عبدالکریم صاحب چھت پر بیٹھے میاں صاحب کو دیکھ رہے تھے کہ برتن کافی تعداد میں ہیں مگر میاں صاحب کے سر سے بلند ہیں اور ہوا میں ساتھ ساتھ آ رہے ہیں آپ نے اسی وقت فیصلہ کر لیا کہ میاں اسماعیل درجہ ولایت میں داخل ہو چکے ہیں۔ اور استاد ی شاگردی کا رشتہ بآب تمام رکھنا ضروری نہیں چنانچہ آپ نے میاں صاحب کو بلایا اور فرمایا کہ آج میں آپ کو اجازت دیتا ہوں آپ خود مبند اپر شاہ پر متمکن ہیں لہذا خود کو خلق اللہ کے لئے وقت کر دیں۔ میاں صاحب نے مرشد کا حکم سن کر فرمایا جس جگہ جناب ارشاد فرمائیں میں چلا جاؤں۔ مرشد نے دریائے چناب کی طرف اشارہ کیا آپ اسی سمت چل پڑے۔ دس بارہ میل سفر کرنے کے بعد آپ شیشم کے ایک درخت کے نیچے بیٹھ گئے اور ڈیرہ لگا کر یاد الہی کرنے لگے۔ چند دنوں کے بعد چند طالبانِ حق بھی آگئے۔ رتہ رتہ طالب علموں کی تعداد ڈیڑھ سو ہو گئی تو آپ کو خیال آیا کہ درویشوں کی تعداد زیادہ ہے اور نگر خانہ اس کا متحمل نہیں ہو سکتا۔ بعض درویش فاقہ مستی میں مبتلا ہوئے اس دوران ایک بڑھیا روٹی لے کر حاضر ہوئی تو اپنے فاقہ مست درویشوں کی طرف روٹی بڑھادی۔ ایک درویش نے دوسرے کو روٹی دی دوسرے نے تیسرے کو اس طرح تمام درویشوں کے ہاتھ روٹی لگی مگر کسی نے بھی کھا

اولیائے جھنگ

جب آپ نے ایشیا و محبت کا یہ عالم دیکھا تو درویشوں سے فرمایا اب تم سب پاک ہو چکے ہو اور پرندوں کی طرح اڑ سکتے ہو چنانچہ تمام ادریش پرندوں کی طرح اڑ گئے مگر محمد فاضل نامی ایک درویش نہ اڑ سکا تو آپ نے اس کی ٹانگ پر لاکھی ماری جس سے وہ لنگڑا ہو گیا۔ آپ نے اسے لانگا کا خطاب دیا۔ یہ درویش بعد میں عارت باللہ ہوا۔

لاہور کو روانگی

جب آپ کی عمر پتالیس سال کی ہوئی تو مرشد سے لاہور جانے کی اجازت مانگی حضرت صاحب نے اجازت دیتے ہوئے فرمایا میاں اسماعیل قرآن کی اشاعت کرنا چنانچہ آپ مرشد کی نصیحت کو پلے بانڈہ کر لاہور چلے گئے۔ لاہور پہنچ کر آپ نے چالیس روز تک حضرت داتا گنج بخشؒ کے مزار پر اعتکاف کیا۔ اور اجازت لے کر محلہ گنج پورہ عرف تیلی وارہ میں قدیم مسجد کو جو کسی جوگی کے تصرف میں تھی۔ واکر کر کے درس جاری کیا۔ اور بعد میں مسجد کو بھی وسیع کیا۔ آپ فرمایا کرتے تھے کہ یہ درس انشاء اللہ قیامت تک جاری رہے گا۔ اور قرآن کی اشاعت ہوگی۔

شاہ جہان کی عقیدت

مغل شہنشاہ شاہ جہاں کو آپ سے بڑی عقیدت تھی۔ اور شاہ نے

ادبیات جھنگ

دس و مسجد کے لئے آراضی فراہم کی بلکہ شاہی خزانہ سے سالانہ وظیفہ بھی مقرر کیا۔ شاہ جہاں کے بعد اورنگ زیب نے بھی درس کے لئے سات آباد کنوئیں مخصوص کر دیئے۔ اور طلباء کے لئے وسیع مہمان خانہ تعمیر کر دیا۔
سکھوں کے عہد میں

ہجری ۱۰۶۰ء میں آپ نے درس کا آغاز کیا اس کے بعد جتنی حکومتیں گزریں سب نے اس درس کو زندہ رکھا۔ ۱۸۴۴ عیسوی میں جب سکھوں کی شورش جاری تھی۔ راجہ بہرا سنگھ نے اپنی دشمن فوج کو شکست دینے کے لئے آپ کی درس گاہ کو دفاعی نقطہ نظر سے موزوں سمجھ کر یہاں گولا بارود جمع کیا اور احاطہ مزار میں توپ لگا کر دشمن پر حملہ آور ہوا۔ جس سے مزار اور درس گاہ کو نقصان پہنچا لیکن جنگ کے بعد بہرا سنگھ نے عمارت کی مرمت کرائی اور سرکاری وظیفہ میں بھی اضافہ کیا۔

قیامِ پاکستان کے بعد

قیامِ پاکستان کے بعد یہ درس اپنی جاگیر کی آمدنی سے چلتا رہا۔ ۱۹۶۰ء میں محکمہ اوقاف نے اسے اپنی تحویل میں لے لیا۔ اب تک کئی لاکھ اصحاب اس درس سے قرآن مجید کا علم حاصل کر چکے ہیں۔

کہاوت

مشہور ہے کہ جس شخص کا حافظہ کام نہ کرتا ہو وہ میاں صاحب کے

اولیائے جہنگ

درس کے احاطہ کا گھاس کھائے تو اس کا حافظہ تیز ہو جاتا ہے آج بھی مائیں
 بچوں کو لے کر درس میں جاتی ہیں اور گھاس کھلاتی ہیں۔ ایک دفعہ
 میاں صاحب کی خدمت میں ایک نوجوان حاضر ہوا۔ اس نے آپ
 سے عرض کیا کہ میری بیوی حافظ قرآن ہے۔ اور جب پہلی رات میں
 شب باستی کے لئے اس کے پاس گیا تو اس نے مجھ سے سوال کیا، کہ
 قرآن مجید یاد ہے۔ میں نے سچ بول دیا اور کہا کہ حفظ تو کیا ناظرہ بھی
 نہیں پڑھ سکتا۔ اس نے فوراً کہا کہ جب تک تم قرآن مجید حفظ نہ کرو
 میرے پاس نہ آؤ۔ بات سنا کر نوجوان رو پڑا اور کہا کہ میں بیوی کی جدائی
 برداشت نہیں کر سکتا۔ آپ میری مدد فرمائیں۔ میاں صاحب کو نوجوان
 کی حالت پر ترس آگیا۔ آپ نے فرمایا کہ کل نماز فجر کے وقت میرے
 قریب صفت میں کھڑا ہونا تاکہ میری نظر تم پر پڑ سکے۔ نوجوان نماز میں
 آپ کے دائیں طرف کھڑا ہو گیا۔ جب آپ نے سلام پھیرا تو اس پر
 نظر کی۔ یہ نوجوان اسی وقت حافظ ہو گیا۔ اور گھر جا کر بیوی کو قرآن
 مجید سنایا۔ میاں صاحب کا یہ فیض اب بھی جاری ہے۔

وفات

آپ اورنگ زیب عالمگیر کے عہد حکومت میں ۱۰۸۵ ہجری
 پانچ شوال کو وفات پا گئے۔ عالمگیر نے آپ کا مزار تعمیر کرایا۔

اولیائے جہنگ

جس کی بعد میں توسیع بھی ہوتی رہی۔ آپ کی وفات کے بعد اس
 درس کو سید محمود۔ محمد صالح۔ حافظ محمود شرف الدین۔ احمد دین
 معز الدین وغیرہ علماء نے سکتھوں کے عہد تک جاری رکھا۔

اولیائے جہنگ

حضرت میاں محمدی

وفات :- ۱۱۶۷ھ

مدفن :- موضع جامع محمدی شریف چنیوٹ

حضرت میاں محمدی پیدائشی ولی تھے۔ اور ساری زندگی علم و عمل، زہد و تقویٰ، ریاضت و سلوک کی منزلوں میں گزاری۔ آپ کے ابتدائی حالات تاریخ کے دھندلکوں میں گم ہیں تاہم بعض تذکرہ نویسوں کے مطابق آپ شاہ پور ضلع سرگودھا کے قصبہ تنکی والا میں ایک کھوکھر خاندان میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد محترم کا نام حافظ اللہ داد تھا حافظ صاحب خود بھی عالم تھے اور ان کی اولاد بھی عالم باعمل ہوئی۔ ابتدائی تعلیم آپ نے اپنے والد سے حاصل کی۔ چھوٹی عمر میں ہی قرآن مجید حفظ کیا اور علوم ظاہری سے فارغ التحصیل ہو کر مرشد کامل کی تلاش میں نکل پڑے۔ قدرت نے چونکہ آپ سے اشاعتِ اسلام کا عظیم الشان کام لینا تھا۔ اس لئے بچپن سے ہی آپ کے دل میں روحانی ذوق پیدا کر دیا۔ جس کی تسکین کے لئے آپ نے ملتان پہنچ کر حضرت بہاؤ الدین زکریا کے اُستانہ عالیہ پر حاضری دی۔ جہاں آپ حضرت بہاؤ الدین زکریا کے خلیفہ کے خدام میں شامل ہو گئے۔

اولیائے جہنگ

یہاں آپ نے اپنے مرشد کی خدمت میں طویل مدت گزار لی اور زہد - تقویٰ - عبادت و ریاضت کی منازل طے کیں۔ مرشد کی اطاعت کے بعد آپ کو روحانی اور باطنی کمالات کی دولت عطا ہوئی۔ نملانت کا منصب بلا اور مرشد نے آپ کو عوامی اصلاح پر مامور کرتے ہوئے ایک عصا بھی دیا اور فرمایا کہ جہاں نماز پڑھنے لگو یہ عصا زمین میں گاڑ دینا۔ نماز کے بعد پھر عصا زمین سے نکال لیا کرنا۔ جہاں سے عصا نہ اٹھے وہیں جم جانا اور دین و قرآن کی اشاعت کا کام شروع کر دینا۔ چنانچہ آپ مرشد سے اجازت لے کر ملتان سے چل پڑے اور پیدل سفر کرتے رہے۔ ہر نماز کے وقت عصا زمین میں گاڑ دیتے اور نماز سے فارغ ہو کر عصا اٹھا لیتے۔ جب آپ منزلیں طے کرتے ہوئے موجودہ قصبہ کرٹک محمدی میں وارد ہوئے تو حسب دستور نماز کے وقت عصا زمین میں گاڑ دیا۔ نماز سے فراغت پا کر عصا اٹھا لگے لیکن ناکام رہے۔ آپ نے امثال امر میں اسی جگہ کو قرآن اور ترویج دین کے لئے منتخب کر لیا۔ آپ کی آمد سے قبل یہاں ایک کنواں تھا اور یہ علاقہ چوروں اور ڈاکوؤں کے لئے محفوظ مرکز کی حیثیت رکھتا تھا۔

چوری ڈکیتی کے علاوہ بھی مختلف قسم کی برائیاں لوگوں میں موجود تھیں۔ آپ نے یہاں کنوئیں کے پاس مسجد تعمیر کی اور درس قرآن جاری

اولیائے جہنگ

کیا رہی درس قرآن بتدریج ترقی کرتا ہوا آج جامع محمّدی شریف کی صورت میں موجود ہے اور بے ہودہ رسوم برائیوں اور توہم پرستی کو دور کرنے کے لئے جدوجہد شروع کی۔ آپ کیونکہ صاحب کمال بزرگ تھے۔ بے شمار کرامتیں آپ سے سرزد ہوئیں۔ بہت سے خوارق الفطرت واقعات آپ کی نگاہ باطنی سے ظہور پذیر ہوئے۔ آپ نے ظاہری اور باطنی دونوں طریقوں سے اصلاح انسانیت کی کوشش کی اور آپ اس میں بفضل خدا کامیاب ہوئے۔ یوں تو آپ سے بے شمار کرامتیں منسوب ہیں لیکن سب سے اہم اعجاز اس اُجد اور جاہل علاقہ میں قرآن کی تعلیم تھی۔ جو آج بھی جاری و ساری ہے۔ آپ نے چوری ڈکیتی کے خلات عملی کوشش کی۔ لوگوں کو اخلاقی طور پر اس برائی سے گریز کی تلقین فرمائی مگر ساتھ ہی روحانی علم سے استفادہ کیا۔ کہتے ہیں کہ چور قصبہ محمدی میں داخل ہوتا تو اندھا ہو جاتا بلکہ یہاں سے گزرنے والا چور بھی اس کیفیت سے نہ بچ سکتا۔ اس طرح بڑے بڑے خود سر ڈاکو اور چور توبہ پر مجبور ہو گئے۔ اور ان کی وجہ سے متعدد قبیلے بھی آپ کے حلقہ بگوش ہوئے۔ آج وہ اثر تو نہیں تاہم اب بھی لوگ چوری وغیرہ سے خوف کھاتے اور برائیوں سے احتراز کرتے ہیں۔

آپ نے مسجد میں درس قرآن مجید کا جو سلسلہ شروع فرمایا وہ کامیاب

اولیائے جہنگ

رہا۔ سینکڑوں طالبانِ حق اس درس میں شامل ہو کر ظاہری و روحانی
 برکات سے فیض یاب ہوئے۔ آپ کے حلقہ تلمذ میں طاہر نامی ایک
 شخص قرآن مجید حفظ کر رہا تھا لیکن بڑا کند ذہن تھا۔ جو سبق اسے ملتا
 وہ بھلا بیٹھتا اس طرح کئی سال کی محنت کے باوجود وہ قرآن مجید حفظ نہ
 کر سکا۔ ایک دفعہ طاہر آپ کا کوزہ پانی سے بھر کر جب آپ کے پاس
 پہنچا تو رو پڑا۔ آپ نے آنے کی وجہ دریافت کی اس نے کہا مجھے گھر
 والے شرم سار کرتے ہیں کہ ساری عمر استاد کے کوزے ہی بھرتا رہیگا۔
 یا پڑھے گا۔ بھئی یہ سن کر آپ نے اسے تسلی دی اور فرمایا طاہر خدانے چاہا
 تو تو حافظ قرآن ہی ہو گا۔ چنانچہ اگلے ماہ رمضان کا چاند نظر آنے پر
 لوگوں نے آپ سے دریافت کیا کہ کون قرآن مجید سنائے گا تو آپ نے
 فرمایا حافظ طاہر! لوگ حیران ہوئے کہ وہ تو ابھی پوری طرح حفظ ہی
 نہیں کر سکا لیکن آپ کی زبان سے چونکہ یہ بات نکل چکی تھی قدرت
 نے اسے منظور فرمایا اور طاہر نے ہی قرآن مجید سنایا۔ طاہر پر گھر والوں
 کی باتیں سن کر جو احساسِ کمتری چھایا ہوا تھا وہ ختم ہو گیا اور استاد
 کی روحانی نگاہوں نے اسے حافظ بنا دیا۔ حضرت میاں محمدی صاحب
 جن برائیوں کے اسداد کے لئے جہاد فرماتے تھے۔ ان میں منشیات خاص
 طور پر شامل تھیں چنانچہ آپ نے لوگوں کو منشیات سے اس طرح

ادیانے جھنڈ

آزاد کیا کہ آج بھی محمدی کے علاقہ میں باقی منشیات تو کیا حقہ اور سگریٹ
 بھی استعمال نہیں کیا جاتا۔ تمباکو کی اس سارے موضع میں کاشت ہی
 نہیں ہوتی۔ بھنگ اور افیون اور شراب وغیرہ تو بعید از قیاس ہیں۔
 آپ نے مرشد کے حکم پر دین حق کی اشاعت کا جو کام شروع کیا تھا۔
 وہ بفضلِ خدا کامیاب و کامران رہا۔ اور نیکی کا جو پودا آپ نے گیاڑھوں
 صدی میں لگایا تھا خوب پنپ رہا ہے اور اس کے نیک ثمرات لوگوں
 کے اذمان و قلوب کو پاکیزگی عطا کر رہے ہیں اور لاکھوں اصحاب اس کے
 سایہ عافیت و رحمت سے فیض یاب ہو چکے ہیں۔ آپ کی وفات قریباً
 ۱۱۶۷ ہجری میں ہوئی اور جسدِ اسی قصبہ میں سپردِ خاک کیا گیا۔
 آپ کی اولاد اور جانشینوں نے بھی اشاعتِ دین حق کے لئے اپنی
 زندگیاں وقف کیں۔ ابھی تک یہ سلسلہ جاری ہے۔ جامع محمدی شریف
 (مجوزہ اسلامی یونیورسٹی) کے ناظم مولانا محمد ذاکر اور ان کے چھوٹے بھائی
 مولانا محمد نافع حضرت محمدی صاحب ہی کی اولاد ہیں۔ آج بھی جامع
 محمدی برائیوں، الحاد، کفر و شرک کے سملاں جہاد میں مصروف ہے۔

اولیائے بھنگ

میر شہدا

وفات ۶ - ۹۵۵ ہجری
مدفن ۱ - عقبی حصہ پٹنہ شہر کوٹ شہر

میر شہدا ملتان کے گردیزی خاندان کے چہم درپراغ تھے۔ ان کے
والد میر بسم الدین گردیزی اثناء عشری عقائد کے مشہور مبلغ اور صاحب علم
تھے۔ اور ملتان سے شہر کوٹ تشریف لاتے تھے،
تاریخ فرشتہ کے مطابق میر نجم الدین کے دو فرزند میر شہید اور
میر شہدا تھے۔ دونوں عالم باعمل تھے۔ میر شہدا ہجری ۹۴۵ء میں شہر کوٹ کے حاکم
مقرر ہوئے۔ دس سال آپ نے حکومت کی۔ آپ کا انتقال ۹۵۵ء میں ہوا۔
اور آپ کو بھڑکے عقبی حصہ ساحل چناب کی جانب دفن کیا گیا۔ اس جگہ آپ کا
پختہ مزار موجود ہے۔



اولیائے جہنگ

حضرت مولانا نور احمد نقشبندی

ولادت :- ۱۲۲۰ھ

وفات :- ۱۲۹۹ھ

مدفن :- چنیوٹ شہر

حضرت مولانا نور احمد صاحب نقشبندی اپنے عہد کے عالم باعمل۔ جنگ آزادی کے مجاہد۔ پیر طریقت۔ صاحب کرامت اور ہمہ صفت بزرگ ہوئے ہیں۔ آپ مارتھ قوم کے چہم و چراغ تھے۔ آپ کی ولادت ۱۲۲۰ ہجری میں موضع موسیٰ چوہیاں تحصیل پھالیہ ضلع گجرات میں ہوئی۔ آپ کے والد محترم مولوی قل احمد عرف گل احمد صاحب بھی علاقہ میں نیک متشرع مشہور تھے۔ مولانا نور احمد صاحب کو ابتدا میں ہی شرعی ماحول میسر آیا جس سے آپ کے فہم و ادراک کی گھٹیاں سلجھتی چل گئیں۔ سات سال کی عمر میں اپنے والد محترم سے قرآن مجید حفظ کیا۔ پھر آپ نے اپنے جد حضرت مولوی فضل الدین سے علوم عقلیہ و نقلیہ حاصل کئے۔ پندرہ سال کی عمر میں عربی اور فارسی پر کامل عبور ہو گیا تھا۔ لیکن علم کی تشنگی باقی تھی آپ نے پانچ سال حضرت قطب مولانا غلام محی الدین ساکن قصبہ گڈ سے حدیث فقہ و تفسیر کی تحصیل کی۔ اپنے استاد محترم سے دستارِ فضیلت حاصل کرنے کے بعد آپ کو باطنی

اولیائے جہنگ

علوم کے لئے مرشد کی تلاش ہوئی۔ چنانچہ آپ حضرت سید امام علی شاہ صاحب نقشبندی ساکن موضع رنڑ چھتر قصبہ مکان شریف ضلع گورداسپور کی خدمت عالیہ میں حاضر ہوئے۔ اور پانچ سال تک یہاں رہ کر تزکیہ نفس کے لئے ریاضت و مجاہدہ کیا اور مرشد سے علوم باطنی کا فیض حاصل کیا۔ پانچ سال کے بعد حضرت امام علی شاہ نے آپ کو خلافت کی نعمت عطا کی۔ اور مرشد ہی کے حکم پر آپ چنیوٹ شہر میں تشریف لائے۔ چنیوٹ میں آپ کی آمد قریباً ۱۲۴۶ ہجری میں ہوئی۔ آپ نے کچھ عرصہ چنیوٹ میں رہ کر اس وقت کے مشہور پیشوائے طریقت صوفی اخوند سید امیر سکند کہوٹہ ضلع راولپنڈی اور سید عبداللہ غزنوی کی خدمت میں حاضری دی۔ دونوں بزرگوں سے مراتب تصوف حاصل کئے۔ اور واپس چنیوٹ آ کر محلہ رنجیتی میں قیام فرمایا اور مسجد لوارانوالی کو سرچشمہ فیض بنایا۔ صبح و شام درس فرماتے۔ اور جمعہ کے دن خطبہ ارشاد فرماتے۔ اس کی علمی کشش گجرات۔ گوجرانوالہ۔ شیخوپورہ کے طالبان علم کو ان کے پاس کھینچ لاتی۔

علم و عمل کی جو قدیل آپ نے ایک صدی قبل ریش کی تھی۔ اس کی شعاعوں نے ہزاروں ذہنوں کو گرویدہ اور دلوں کو عقیدت مند بنایا۔ متعدد اصحاب آپ کے فیض سے علم و عرفان کی منزلوں سے آشنا ہوئے۔ ہزاروں عقیدت مند آپ کے چشم و ابرو کے اشاروں کے منتظر رہتے تھے۔ لیکن آپ نے ساری زندگی کبھی دنیاوی خواہش کا اظہار نہ کیا بے حد متوکل تھے۔ اور وضعداری اور

ادبیائے جھنگ

اخلاق و عجز کا یہ عالم تھا کہ چنیوٹ میں آپ کے سوا کوئی شخصیت لوگوں کی نگاہوں میں محترم نہ تھی، آپ ایسے عقیدت مندوں سے محتاط رہتے۔ جو آپ کی ویاہی ضروریات کے لئے نذرانہ پیش کرنے کے خواہش مند ہوتے بلکہ بعض دفعہ تو ایسے لوگوں سے قطع کلامی بھی کر لیتے تھے۔ لیکن پھر درگزر بھی فرماتے ایک دفعہ کسی مرید نے آپ سے مصافحہ کرتے ہوئے مٹھی میں دو روپے رکھ دیئے، آپ نے سخت ناپسند کیا۔ اسی وقت وہ روپے کتے کے سامنے پھینکے کتے نے ان کو سونگھا اور چھوڑ دیا۔ تو آپ نے فرمایا تم مجھے وہ چیز دینا چاہتے ہو جو کتے بھی پسند نہیں کرتے۔ حضرت مولانا ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی کے مجاہدین میں شامل تھے۔ اور انگریزوں سے سخت نفرت رکھتے تھے۔ مرزا مراد علی نامی ایک تحصیلدار آپ کا معتقد تھا اس نے کسی بار عرض کیا کہ مجھے اپنے حلقہ ارادت میں شامل فرمائیں لیکن آپ نے ہمیشہ انکار کیا کہ اگر میرے حلقہ میں آنا چاہتے ہو تو پہلے سرکار انگریزی کی ملازمت ترک کرو۔ ایک دفعہ شاہی مسجد چنیوٹ کے خطیب خلیفہ سید الدین نے ڈپٹی کمشنر جننگ سے شکایت کی کہ مولانا نور احمد برطانوی حکومت کے خلاف تقریریں کرتے ہیں اور عوام کو بغاوت پر آمادہ کرتے ہیں۔ انگریزوں نے حکومت پر قبضہ کر کے علمائے دین اور مجاہدین جننگ آزادی کو انتقام کا نشانہ بنایا ہوا تھا۔ ڈپٹی کمشنر نے آپ کی گرفتاری کا حکم دے دیا آپ پابہ زنجیر ڈپٹی کمشنر کی عدالت میں پیش ہوئے۔ ڈپٹی کمشنر

اولیائے جننگ

نے استہانی کوشش کی کہ آپ معافی مانگ لیں۔ قیود و بند اور وار و رسن کا خوف بھی دلا یا لیکن آپ نے فرمایا مجھے مصائب اور موت سے کوئی ڈر نہیں مصائب مومن کا زیور ہیں اور موت اٹل ہے وہ کسی کے بس میں نہیں اللہ تعالیٰ نے چاہا تو مجھے اس دنیا سے اٹھایا گیا۔ ورنہ تمہاری حکومت میرا بال بھی بیکا نہیں کر سکتی۔ ڈپٹی کمشنر نے ان کو جیل بھیجا دیا۔ اور مقدمہ کا فیصلہ دوسرے دن پر ملتوی کر دیا۔ لیکن اللہ تعالیٰ کی غیرت نے ایسا جوش مارا کہ وہ ڈپٹی کمشنر پیٹ کے اچھارہ میں مبتلا ہو گیا۔ اور اذیت کے باعث موت کے قریب پہنچ گیا۔ ڈاکٹروں اور طبییوں کے علاج بھی بے کار ہو گئے۔ بالآخر کسی نے اسے بتایا کہ اگر مولانا نور احمد صاحب دم کریں تو ممکن ہے آرام مل جائے۔ چنانچہ ڈپٹی کمشنر نے جیل میں ان کے پاس آدمی بھیجا اور عارضی رہائی کا حکم دیا لیکن مولانا نے جیل سے باہر آنے سے انکار کر دیا اور فرمایا اگر ڈپٹی کمشنر کو چار پائی پر ڈال کر جیل میں لایا جائے تو میں دم کروں گا۔

ڈپٹی کمشنر موت کے خوف سے ہر شرط ماننے کو تیار تھا اسے جیل پہنچا دیا گیا۔ مولانا نے اس کے پیٹ سے کپڑا اٹھا کر لکڑی پر دم کیا۔ اور لکڑی اس کے پیٹ سے چھوٹی فوراً اس کا اچھارہ ختم ہو گیا۔ دوسرے دن اس نے مولانا کو باعزت بری کر دیا اور خلیفہ سید الدین کو چنیوٹ سے تبدیل کر دیا گیا۔

اولیائے جہنگ

حضرت مولانا علوم ظاہری و باطنی پر دسترس رکھتے تھے۔ آپ سے بے شمار کرامات اور عوارق الفطرت واقعات رونما ہوئے۔ جن کا اجمالی ذکر ذیل میں کیا جاتا ہے۔

آپ کا ایک مرید جھنڈا ترکھان ایک جمعہ کی نماز میں اس لئے شامل نہ ہو سکا کہ جلا ہے نے اسے کپڑا بن کر نہیں دیا تھا۔ دوسرے دن جلا ہا صبح ہی کپڑا لے کر خود جھنڈے کے گھر پہنچا اور اسے کہا کہ تمہارا مرشد بڑا جلالی ہے۔ رات مرشد نے مجھے سخت سرزنش کی میں اسی وقت کپڑا بن کر لے آیا ہوں تاکہ تمہاری نماز قضا ہونے کا گناہ میرے سر نہ پڑے۔

ایک دفعہ مراد نامی عقیدت مند کا چھوٹا لڑکا آگ سے جھلس گیا۔ جب مراد آپ کے پاس جمعہ کے روز پہنچا تو آپ نے فرمایا مراد بچوں کو آگ سے دور رکھا کرو۔ باطنی طور پر مجھے اس واقعہ کا علم ہو گیا تھا۔ اس طرح ایک کاشت کار کو کنوئیں کے لئے ہل بنانے کی ضرورت پڑی لیکن اس کے لئے جو لکڑی مخصوص ہوتی ہے وہ نہ مل سکی۔ دوسرے دن صبح اس نے دیکھا کہ حضرت مولانا اس کے گھر آئے اور وہی لکڑی اسے نٹھ میں دے گئے۔ دلاور نامی یہ شخص حیران ہوا جب جمعہ کے روز وہ اپنے گاؤں سے آپ کے پاس پہنچا اور لوگوں سے دریافت کیا کہ پھلے جمعہ کو فلاں وقت مولانا چنیوٹ تھے یا باہر تو لوگوں نے کہا چنیوٹ میں تھے۔ تو اس کی حیرانی اور بڑھ گئی کہ ۳۰ میل دور میرے

اولیائے جھنگ

پاس کیسے لکڑی دینے تشریف لائے۔ جب یہ مرید آپ کے پاس پہنچا تو آپ نے فرمایا اس قسم کی تحقیق نہ کیا کر دو۔ چنیوٹ کا قاضی خاندان آپ کا عقیدت مند تھا۔ قاضی غلام شبیر ایم پی اے کے دادا قاضی غلام مرتضیٰ و قاضی غلام علی اور قاضی غلام دستگیر کے پردادا قاضی نور احمد آپ کے معتقد تھے۔ ایک دفعہ قاضی نور احمد گھوڑے پر سوار ہو کر تحصیل دار کے پاس جانے لگے حضرت مولانا نے اپنے ایک مرید کو بھیجا کہ آپ تحصیل دار کے پاس نہ جائیں، قاضی نور احمد فوراً گھوڑے سے اتر کر گھر چلے آئے اور چند لمحے گزارنے کے بعد وفات پا گئے۔ قاضی صاحب کو جب تکلیف شروع ہوئی — وہ روزہ سے تھے۔ انہوں نے حضرت مولانا سے دریافت کر لیا کہ مجبوری کا عالم ہے کیا روزہ افطار کر دوں مولانا نے جواباً فرمایا اب افطاری آگے چل کر ہی ہوگی۔ قاضی نور احمد کے لڑکے قاضی مولا بخش صاحب اقتدار گزے ہیں۔ حضرت مولانا کی دعائیں ان کے شامل حال تھیں مولانا نے ایک کتاب بھی قاضی خاندان کے بارے میں تصنیف کی تھی۔ جس میں لکھا تھا کہ قاضی مولا بخش اور اس کے خاندان کو اعلیٰ اقتدار نصیب ہوگا۔ یہ کتاب حضرت مولانا کی وفات کے بعد مولانا کے نواسے مرزا سید احمد نے تلاش کر کے قاضی خاندان کے سربراہ قاضی مولا بخش کو دی تھی جو ابھی تک قاضی خاندان کے پاس موجود ہے۔

اولیائے جہنگ

مولانا محترم اپنے آخری وقت سے مطلع ہو گئے تھے۔ ایک ہفتہ قبل ہی آپ نے اعلان فرمایا کہ میرا آخری وقت قریب ہے جو لوگ مجھے ملنا چاہتے ہیں وہ جمعہ کو تشریف لائیں چنانچہ ہزاروں عقیدت مند جمعہ کو حاضر ہوئے آپ نے سب سے مصافحہ کیا۔ اور کتاب اللہ پر عمل کرنے کی تلقین کی۔ شیخان المعظم کی پندرہویں ہجری ۱۲۹۹ میں بین جمعہ کے وقت اس دنیا سے رخصت ہوئے۔ آپ کا جسد مبارک قبرستان دیوان حافظ میں سپرد خاک کیا گیا جہاں ہر سال آپ کا عرس منایا جاتا ہے۔

آپ کی اولاد نرینہ نہیں تھی۔ دو صاحبزادیوں سے نسل چلی۔
باقی دو صاحبزادیوں سے کوئی اولاد نہیں ہوئی۔

پہلی صاحبزادی سے مرزا محمد سعید ہوئے جو اپنے وقت کے عالم باعمل تھے۔
دوسری صاحبزادی سے مولوی ظہور احمد پیدا ہوئے چونکہ مولوی ظہور احمد صاحب آپ کی وفات کے بعد پیدا ہوئے اس لئے آپ مرزا محمد سعید سے محبت رکھتے تھے۔
مرزا الطاف احمد بیگ مرزا محمد سعید کے صاحبزادے ہیں جو اس وقت چنیوٹ میں مقیم ہیں اور نیک شہرت کے حامل ہیں۔

حضرت مولانا نور احمد صاحب نے متعدد کتابیں تصنیف کیں جن میں
مثنوی ناز نیاز۔ ساقی نامہ۔ توحید نامہ۔ عشق نامہ فارسی اور پنج گنج پنجابی
بہت مشہور ہیں۔

آپ حضرت نامیاں شیر محمد صاحب شرقی پوری۔ حضرت خواجہ شمس الدین

سیالوی۔ حضرت خواجہ محمد سلیمان تونسوی اور حضرت حافظ عبید اللہ صاحب ملتانی
 کے ہم عصر تھے۔ اور ان تمام بزرگوں سے مراسم استوار تھے۔ چونکہ میاں شیر محمد
 شرق پوری اور محترم مولانا ایک ہی مرشد سے بیعت تھے۔ اس لئے میاں شیر محمد
 صاحب اپنے چنیوٹ کے مریدوں کو فرماتے تھے کہ میرے پاس آنے کے بجائے
 مولانا نور احمد کے پاس جایا کرو۔

○

اولیائے جہنگ

میاں نور محمد نکیانہ قادری

ولادت :- ۱۱۰۷ ہج

وفات :- ۱۱۹۱ ہج

مدفن :- نزد موضع باغ تحصیل جھنگ

حضرت میاں نور محمد صاحب نکیانہ سیال تھے۔ ابتداء ہی میں آپ کی طبیعت کا رجحان دینِ حق کے حصول اور اس کی تبلیغ کی طرف تھا۔ ابتدائی دینی تعلیم اپنے ہی گاؤں کے ایک بزرگ سے حاصل کی۔ جب آپ جوان ہوتے تو آپ کو مرشد کی تلاش ہوئی۔ اس وقت حضرت سید عبدالقادر جیلانی الثانی دیرکوٹ سدھانما کی شہرت عام تھی، آپ ان کی خدمت میں حاضر ہوئے، مرشد نے بھی نگاہ باطنی سے پہچان لیا۔ کہ اس شخص میں عشقِ الہی کی تڑپ موجود ہے چنانچہ مرشد نے آپ کو اپنے حلقہ تلمذ میں شامل کر لیا۔ اور میاں صاحب ان کے پاس ہی سلوک و معرفت کی منازل طے کرنے لگے۔ مرشد نے کشف القبور کی منزل سے بھی فیض یاب کیا۔

آپ مجاہدہ و ریاضت میں عموماً مصروف رہتے، ذکرِ الہی آپ کا خاص شغل تھا، جب آپ کو مرشد نے خرقہ خلافت عطا کیا تو آپ اجازت لے کر واپس

اولیائے جھنگ

گاوں تشریف لاتے، آپ کی عبادت و ریاضت کی شہرت عام ہو گئی۔ متعدد خاندانوں اور تہذیبوں کو آپ نے فیض یاب کیا۔ ۱۱۹۰ھ میں آپ کے مرشد کا وصال ہوا۔ آپ کو سخت رنج پہنچا، مرشد کی جدائی ہی آپ کے انتقال کا سبب بنی، اور ایک سال بعد آپ ہجری ۹۱۱ھ ۲۰ جمادی الاول کو اس جہانِ فانی سے عالم بقا کو سدھار گئے۔ آپ کا مزار اسی گاؤں میں موجود ہے۔ جہاں ہر سال ۱۷ ہاڑھ کو آپ کا عرس منایا جاتا ہے۔

آپ سے متعدد کرامات مشہور و منسوب ہیں۔ اور عقیدت مندوں کے پاس آپ کا ایک عصا بھی ہے۔ جس کی زیارت کی جاتی ہے۔ آپ کی اولاد میں بڑے مشہور عالم و فاضل گزرے ہیں، ان میں مولانا شمس الحق فاضل دیوبند (مولوی اسد اللہ کے والد) اپنے علمی تبحر اور خوش اخلاقی کے باعث نیک شہرت کے حامل تھے۔ مولانا شمس الحق صاحب حضرت مولانا حسین احمد صاحب مدنی کے مرید اور شاگرد تھے۔ آپ نے ہی نور محمد صاحب کے مزار پر ہر سال منائے جانے والے میلہ کی نوعیت تبدیل کی، اور اسے تسلینی جلد کی صورت دی۔ جہاں اب ہر سال علمائے کرام کی تقریریں ہوتی ہیں۔



اولیائے جہنگ

حضرت نورشاہ مداری

ولادت :- ۹۰۱ ہجری
وفات :- ۹۹۰ ہجری
مدفن :- جھنگ شہر

حضرت نورشاہ مداری عہد اکبر کے صاحب کرامت بزرگ تھے، اور آپ کا سلسلہ روحانیت مداریہ مسلک سے وابستہ تھا، مکن پور کے رہنے والے تھے جس وقت آپ جھنگ میں وارد ہوئے تو سیال قوم یہاں حکم ران تھی۔ اور حکم ران خاندان آپ کا عقیدت مند تھا۔ یہی وجہ ہے کہ آپ کی وفات کے بعد آپ کا پختہ مزار حکومت وقت نے تعمیر کرایا، جو آج تک اپنی اہمیت میں موجود ہے آپ سے متعدد خوارق واقعات منسوب ہیں۔ عقیدت مند اب بھی فیض روحانی حاصل کرتے ہیں۔ آپ کا مزار پہلے شہر کے وسط میں تھا، بعد میں شہر سیلاب کے باعث اُجڑ گیا۔ تو نواب ولی داد خاں کے عہد میں دوسری طرف نیا شہر بن گیا۔ اس کی تفصیل تعمیر ہوئی۔ چونکہ پولیس کے سامنے کا دروازہ آپ ہی کے نام سے منسوب ہوا۔ کیونکہ آپ کا مزار اسی سڑک پر شہر سے باہر واقع ہے۔ آپ کے مزار پر پیر سال ۱۲۔ کا تک کو عرس منایا جاتا ہے۔

اولیائے جھنگ

حضرت مخدوم نوزنگ جہانیاں

ولادت ۱ - ۵۹۷ھ

وفات ۱ - ۶۶۹ھ

مدفن ۱ - چک نوزنگ تحصیل شورکوٹ

حضرت مخدوم نوزنگ جہانیاں مادرزاد ولی تھے، اور ساتویں صدی کے نصف اول میں آپ کی علمی قابلیت اور روحانی عظمت کا شہرہ روس و ہندوستان میں پھیلا ہوا تھا۔ آپ نے بے شمار غیر مسلم قبیلوں کو مشرت بہ اسلام کیا، اور نگاہ فیض سے سینکڑوں کو عارف باللہ کے درجہ تک پہنچایا۔ آپ کا اصل نام منیر شاہ تھا، اور آپ بھی بخارا سے آئے تھے، آپ کا سلسلہ نسب بھی حضرت شیر شاہ جلال سرخ بخاری اچھ شریف کی طرح نویں پشت میں حضرت امام علی نقی سے ملتا ہے آپ کا شجرہ نسب اس طرح مرقوم ہے۔ منیر شاہ بن علی شاہ بن جعفر شاہ بن محمد شاہ بن محمود شاہ بن احمد عبد اللہ شاہ بن علی اصغر شاہ بن عبد اللہ جعفر بن امام علی نقی رض

آپ کی ولادت ہجری ۵۹۷ میں بخارا میں ہوئی، جہاں آپ کے بزرگوں کا وسیع حلقہ ارادت تھا۔ پیدائشی ولی اللہ تھے، اور علوم باطنی و شرعی پر

ادبیائے جھنگ

عبور حاصل تھا پھین ہی میں آپ سے کرامات اور خوارق واقعات کا ظہور شروع ہو گیا تھا۔ ایک رات خواب میں دیکھا کہ ہندوستان کی طرف سخت آنکھ کا زور ہے۔ اور لوگ تائیگی میں ٹانگ لٹوئیاں مار رہے ہیں۔ بیدار ہونے پر ہندوستان میں تبلیغ دین کا ارادہ کر کے چل پڑے۔ آپ سندھ کے راستے ہندوستان میں وارد ہوئے۔ جہاں سے بھی گزرے نقشِ پاکی برکت سے وہ تمام علاقے مسلمان ہوتے چلے گئے۔

۶۴۲ھ میں آپ ضلع مظفر گڑھ پہنچے، جہاں آپ نے قریباً آٹھ سال قیام فرمایا۔ یہاں متعدد شیخگان معرفت کو سلوک و عرفان کی منزلوں سے آشنا کیا۔ وحدو اور لاہو نام کے دو خادموں کو خلافت عطا کی۔ وحدو قوم کے مینلا تھے اور لاہو کہاڑھے، ان دونوں کے مزار مظفر گڑھ میں موجود ہیں۔ پھر آپ نے اپنے مرشد کے حکم پر جھنگ کا سفر اختیار کیا۔ اور احمد پور سیال کے قریب ایک جنگل میں ڈیرہ لگا لیا۔ اس پاس کے متعدد قبیلوں نے آپ کی تبلیغ اور توجہ سے اسلام قبول کیا۔ آپ کے مرشد عموماً شیر کی کھال پہنتے تھے۔ اس لئے ان کو چمڑہ پوش فقیر کا نام دیا جاتا تھا، آپ کے مرشد کا نام و نسب معلوم نہیں ہو سکا۔

چونکہ آپ نے ایک دنیا کی سیر کی تھی، اور مختلف نوع کی کراٹیں آپ سے ظہور میں آئی تھیں، اس لئے آپ کو نورنگ جہانیاں کے نام سے

ادلیانے جھنگ

مخاطب کیا جاتا تھا اور آپ اسی عرفی و صفائی نام سے مشہور ہیں۔ آپ کا انتقال ۷۲ سال کی عمر میں ۶۶۹ ہجری میں ہوا۔ آپ کا جسد مبارک آپ کے عبادت خانہ میں ہی دفن کیا گیا۔ جہاں آپ کے مریدوں نے پختہ مزار بنوایا۔ جو اب تک موجود ہے اور اس کے ارد گرد قصبہ آباد ہو گیا، جسے چک نونگ کہا جاتا ہے۔ آپ کی دو بیویاں تھیں، پہلی بیوی سادات بخاری سے تھیں، جن کی اولاد جنوبی ہندوستان چلی گئی۔ دوسری بیوی سادات بنو ہاشم سے تھیں، ان سے جو اولاد ہوئی وہ اب تک یہاں موجود ہے۔ اور اسی اولاد میں سے آپ کے سجادگان کا سلسلہ برقرار ہے۔

یوں تو آپ سے ان گنت کرامتیں ظہور پائیں، جن کی تفصیل کی گنجائش اس مختصر مضمون میں نہیں۔ ان کا اجمالی تذکرہ ہی موزوں ہے گا۔

آپ ضلع مظفر گڑھ کے ایک گاؤں سے گزر رہے تھے، یہاں بہت سے کسان جمع تھے، آپ ان کے قریب آئے اور دریافت کیا کہ آپ میں کوئی ایسا شخص بھی ہے، جو مجھے بھینس کا دودھ پلانے اور اسی بھینس کو ذبح کر کے اس کا گوشت کھلاتے۔ سارے کسان ہنس پڑے۔ دھڑھو کسان نے جو بعد میں مشہور ولی اللہ ہوئے کہا کہ میں حاضر ہوں۔ چنانچہ اس نے بھینس کا دودھ پلایا، اور اسی کا گوشت کھلایا، آپ اس گاؤں میں آٹھ دن رہے، اور آٹھ دن ہی دھڑھو نے دودھ پلایا اور گوشت کھلایا، اس کا جو سرا یہ تھا

اولیائے جہنگ

وہ ختم ہو گیا۔ ————— لوگوں نے اُسے سمجھایا کہ یہ کوئی بزرگ نہیں
 اس نے تو تمہارے مویشی ختم کر دیئے ہیں، مگر وہ دھڑھو خا موش رہا، جب
 حضرت جہانیاں جانے لگے، تو وہ دھڑھو کو حچم دیا کہ جاؤ، دریا کے کنارے
 اپنی بھینسوں کو آواز دو۔ وہ تمہارے ساتھ آ جائیں گی۔ چنانچہ وہ دھڑھو
 تمام ذبح شدہ بھینس لے آیا۔ اور آپ کا عقیدت مند ہو گیا۔

ایک دفعہ کسی رئیس نے آپ کو بکری دی، جسے آپ نے حلال کر کے
 اُس کا گوشت تقسیم کر دیا، دوسرے دن رئیس آپ کی خدمت میں حاضر ہوا، اور
 عرض کیا کہ کل جو بکری میں نے آپ کی خدمت میں دی تھی، وہ میرے بچے کی
 تھی، جس سے وہ بے پناہ محبت کرتا ہے، اور اب وہ بکری کے لئے بھڑبھ
 آپ نے فرمایا، وہ تو میں نے حلال کر دی تھی، اور آپ کو بھی ایک حصہ ملا
 تھا، رئیس کو اپنے اکلوتے بچے سے از بس محبت تھی۔ اس نے وہی بکری واپس
 کرنے پر اصرار کیا، تو آپ نے اپنے کبیل کو جھاڑا جس سے بکری زندہ نکل آئی۔ مگر
 اس کی تین ٹانگیں تھیں، آپ نے رئیس سے کہا: "بکری کا جو گوشت خدا کے نام پر
 تقسیم کیا تھا، وہ واپس آ گیا، ایک ٹانگہ تم نے کھائی تھی، وہ تم پیدا کر دو۔"
 رئیس اسی وقت تائب ہو گیا۔ آپ کی صحیح النسب اولاد اب بھی باؤ لے گئے کے
 کاٹے کا علاج وظیفہ پڑھ کر کرتی ہے، اور اللہ تعالیٰ اس مریض کو سحت عطا کرنا
 ہے، آپ کے مزار پر ہر سال عرس لگتا ہے اور عقیدت مند مرادیں مانگتے ہیں۔

اولیائے جہنگ

واصلِ حق

ولادت :- ۱۹۰۷ء

وفات :- ۱۹۷۰ء

مدفن :- قصبہ واصلوآستانہ

حضرت واصلِ حق کے صحیح نام کا علم نہیں ہو سکا، مرشد نے آپ

کا نام 'واصلِ حق' رکھا تھا، اور اسی نام سے آپ کی شہرت ہوئی۔

تاریخ جھنگ سیال مصنفہ مولوی نور محمد جلیہ مطبوعہ ۱۹۱۱ء

د جھنگ گزٹیر کے مطابق آپ کا تعلق رائے سیال کے خاندان سے تھا، رائے

سیال حضرت بابا فرید الدین گنج شکر کے فیض اثر سے مشرف بہ اسلام ہوئے

اور ان کی اولاد کمالیہ سے سیال کوٹ تک حکمراں رہی۔

واصلِ حق کے والد کا نام نایک بتایا جاتا ہے۔ آپ کی ولادت

قریباً ۱۹۰۷ء ہجری میں قصبہ واصلو میں ہوئی، ابھی آپ کی عمر ۲۰ برس ہی کی تھی،

اور آپ موٹی چرنے ساحلِ دریا کی طرف جاتے تھے، ایک دفعہ موٹی چرا رہے

تھے، کہ ایک بزرگ صورت انسان آیا، اور آپ کو گلے لگایا، اور آپ کے سینے

سے سینہ ملا کر فرمایا کہ میں نے انتخاب کر لیا ہے۔ اور باقی منزلیں اپنے مرشد

ادبیائے جھنگ

کے پاس جا کر طے کرو، یہ کہہ کر بزرگ نظروں سے اوجھل ہو گیا، اور آپ کی کایا پٹ گئی۔ سینہ نور سے بھر گیا، تجلیاتِ الہیہ کا نظارہ ہونے لگا۔ آپ نے دنیاوی دھندے چھوڑ کر مرشد کی تلاش شروع کر دی۔ اور ملتان میں چلے گئے

مرشد سے بیعت

آپ ایک گاؤں میں پہنچے جہاں اس وقت کے مشہور ولی حضرت شاہ جلال الدین کھگہ تشریفی قیام پذیر تھے، آپ ان کی خدمت میں حاضر ہوئے، مرشد نے آپ کو آتے دیکھا تو اٹھ کر استقبال کیا، اور فرمایا کہ 'میرے مرشد خضر علیہ السلام مجھے حکم فرمائے ہیں کہ ایک شخص آئے گا اس کا سینہ میں نے روشن کر دیا ہے، باقی منزلیں اس کو طے کرا دیں، مجھے تمہارا انتظار تھا، چنانچہ آپ نے ان سے بیعت کی، اور ان کی صحبت میں رہ کر عبادت پر ریاضت، مجاہدہ و چلہ کیا۔

جب مرشد نے دیکھا کہ مرید اب سلوک و معرفت کی منزلیں طے کر چکا ہے، تو انھوں نے آپ کا خاندانی نام بدل کر روحانی نام حاصل حق رکھ دیا اور بڑبڑاچی سفر کے نئے عنایت فرمائی اور حکم دیا کہ جس جگہ ڈاچی از نور بیٹھ جائے وہیں زندگی کے آخری سانس تک قیام کرنا۔ چنانچہ آپ مرشد کے حکم پر ڈاچی پر سوار ہو کر جھنگ کی طرف روانہ ہوئے۔

اولیائے جھنگ

ڈواچی کا مقام

ڈواچی ملتان اور تھل سے گزرتی ہوئی واٹو کے مقام پر جو غیر آباد تھا، آکر رک گئی، آپ اسی جگہ اترے اور ڈیرہ لگالیا، آپ کے خاندان کے دو سکا افراد یہاں سے چند کوس دور رہتے تھے، آپ کی آمد اور آپ کے علم و عمل کی شہرت پھیل گئی، بہت سی قومیں اور حناندان آپ کے مرید ہوئے اور اکثر نے آپکی قیام گاہ کے پاس مکان ڈال لئے۔ یہاں سے قصبہ کی آبادی شروع ہوئی۔ پہلے قصبہ کا نام واصل تھا، جو بعد میں بگڑ کر واٹو ہو گیا۔

اولاد

آپ نے ایک شادی کی جس سے اولاد ہوئی، آپ کی اولاد میں سلطان فتح محمد کامل بزرگ ہوتے ہیں۔ چیلہ سیال آپ ہی کی اولاد شمار ہوتے ہیں، چیلوں میں بہت سے عالم و فاضل، صاحب اقتدار اور اہل اللہ بزرگ ہوتے ہیں مولوی درویش محمد صاحب جنہوں نے تاریخ جھنگ سیال لکھی، فارسی کے عالم تھے۔ اور مولوی نور محمد صاحب جنہوں نے اس کتاب کا اردو ترجمہ کیا، دونوں چیلہ سیال تھے، ان کے پاس وسیع لائبریری تھی، جس میں ہر مساک و موضوع کی کتابیں ملتی تھیں، خدا معلوم اب ان میں ذوق ہے یا نہیں؟

اولیائے جھنگ

وفات

آپ کے مرشد شاہ جلال الدین متیریشی کی وفات ۱۰۲۸ ہجری
 میں اور آپ کی وفات ۱۰۴۰ ہجری میں ہوئی۔ آپ کا جسدِ خاکی قصبہ واصلو میں
 دفن کیا گیا، جہاں بعد میں ایک دینی درس گاہ بھی قائم ہوئی۔



اولیائے جہنگ

نواب وزیر خاں

ولادت :- ۱۰۱۴ ہجری

وفات :- ۱۰۵۱ ہجری

مدفن :- اکبر آباد دہلی

لاہور کی مشہور تاریخی جامع مسجد وزیر خاں جو دہلی دروازے کے اندر واقع ہے، اور جہاں حضرت مولانا ابوالحسنات مرحوم خطیب تھے، آجکل شاید ان کے صاحب زادے خطابت کے فرائض سرانجام دیتے ہیں، کے بانی نواب وزیر خاں دراصل چنیوٹ کے رہنے والے تھے، نور جہاں بیگم زوجہ جہاںگیر بادشاہ ہند کے کامیاب علاج کی خوشی میں ان کو متل دربار سے نواب وزیر خاں کا خطاب اور لاہور کی صوبیداری ملی تھی۔ انھوں نے لاہور میں عظیم الشان مسجد تعمیر کرائی۔

ابتدائی حالات

نواب وزیر خاں کا اصل نام علیم الدین تھا، انصاری خاندان کے چشم و چراغ تھے، ان کے والد شیخ عبداللطیف اور دادا شیخ حسام الدین اپنے عہد کے مشہور طبیب، عالم اور مفتی تھے۔ چنیوٹ میں اس خاندان کو بڑی

اولیٰ نے جھنگ

قدر و منزلت سے دیکھا جاتا تھا، دنیادی اعتبار سے اس خاندان کے افراد معمول نہیں تھے، لیکن علم و حکمت کی وجہ سے ان کی دور دور تک شہرت تھی۔

ماہ صفر کی سولہ تاریخ ہجری ۱۲۱۱ھ کو بعد از نماز عشا ان کی

ولادت ہوئی۔ والدین نے علیم الدین نام رکھا، ابتدائی تعلیم گھر

پر حاصل کی۔ دس سال کی عمر میں قرآن مجید حفظ کر لیا، اور اپنی مسجد میں

مصلیٰ سنایا۔ اس موقع پر چنیوٹ شہر کے تمام حفاظ اور قاری مسجد میں

جمع ہوئے۔ اور ان کے دادا شیخ حسام الدین نے دستار باندھی۔

جب بیس سال کی عمر کو پہنچے تو عربی اور فلسفہ کی تعلیم سے فارغ

ہو چکے تھے۔ آپ کا ذہنی رجحان طب کی طرف تھا۔ چنانچہ آپ اس وقت

کے مشہور طبیب محمد داؤد کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ان سے نہ صرف

فن طبابت حاصل کیا بلکہ تصوف کے جو اہرات سے بھی تھو لیاں بھریں، آپ

کے استاد سلسلہ قادریہ سے بیعت تھے، چنانچہ آپ بھی اسی سلسلہ سے

بیعت ہوئے۔ طبابت کا علم حاصل کرنے کے بعد اپنا کاروبار شروع کیا۔

خاندانی شہرت کی وجہ سے بہت جلد مشہور ہو گئے اور آپ کی شہرت دربار

تک جا پہنچی۔

سفر لاہور و دہلی

چوبیس سال کی عمر میں آپ نے لاہور کا سفر اختیار کیا، چند ماہ

اولیائے جہنگ

لاہور میں رہنے کے بعد آپ دلی چلے گئے جہاں جہاں گیر کے مصاحبوں اور درباریوں
 راہ و رسم پیدا ہو گئی۔ لیکن دلی میں دل نہ لگا، اکبر آباد چلے گئے، اور اپنا کاروبار
 شروع کیا۔ شہرت کافی تھی، اس لئے مغل دربار کے امراء اور وزراء آپ
 کے حلقہ ارادت میں شامل ہو گئے، انہی دنوں شاہ جہاں جو شہزادہ خسرو تھے،
 بیمار ہوئے آپ نے علاج کیا جس سے اللہ تعالیٰ نے شہزادے کو شفا دی،
 شاہ جہاں آپ کا گرویدہ ہو گیا۔ اور اپنے محل میں آنے کی عام اجازت دے دی،
 اس سے آپ کی دنیاوی و باہت میں اور بھی اضافہ ہو گیا، اور مغل دربار میں بے پناہ
 رسوخ کے مالک ہو گئے۔

قسمت کی یاوری

اتفاق سے انہی دنوں جہانگیر کی محبوب بیوی نور جہاں پر مرض کا
 حملہ ہوا۔ شاہی طبیبوں نے لاکھ کوشش کی، لیکن نہ مرض کی تشخیص ہو سکی اور
 نہ ہی علاج ہو سکا۔ جہاں گیر کو اس سے سخت پریشانی ہوئی اور وہ مغموم رہنے
 لگا۔ جب شہزادہ خسرو کو اطلاع ہوئی تو اس نے اپنے والد کو مشورہ دیا
 وہ نور جہاں کے علاج کے لئے حکیم علیم الدین سے رابطہ قائم کرے، چنانچہ جہانگیر
 نے آپ کو دربار میں طلب کیا اور حقیقت بتائی۔ آپ نے کہا کہ جب تک مریضہ
 کو نہ دیکھوں صبح مشورہ نہیں دے سکتا، چنانچہ آپ کو نور جہاں کے محل
 میں جانے کی اجازت دے دی گئی۔ آپ نے پہلی نظر میں ہی مرض کا تجزیہ

ادبیائے جھنگ

کر لیا اور جہاں گیر سے کہا کہ اس مرض کا علاج نفسیاتی اور ذہنی ہے، چنانچہ
سات دن کے علاج کے بعد نور جہاں تن درست ہو گئی

دولت اور اعزاز

نور جہاں کی صحت یابی کی اطلاع پا کر جہاں گیر نے بطور انعام
ایک لاکھ روپے مالیت کا خلعت عطا کیا، اور نور جہاں نے لاہور پہنچ کر
غسلِ صحت کے بعد سات لاکھ روپے نذر کئے۔ نور جہاں کی کینٹروں نے
اس خوشی میں اپنے زیور اتار کر آپ کو پیش کئے، اس طرح آپ کے پاس قریباً
ایک دن میں بائیس لاکھ روپیہ جمع ہو گیا۔ اور دس بارہ لاکھ روپیہ اس کے علاوہ
آپ کا اپنا تھا، جو آپ نے اکبر آباد اور دہلی میں فنِ طبابت سے کمایا تھا، چنانچہ
آپ نے پندرہ لاکھ روپے کے ذاتی صرف سے دہلی میں عظیم الشان دواخانہ
بنوایا۔ جو شاہ جہاں کے عہد میں حکومت کی تحویل میں آ گیا تھا، اور آپ کو اس
کا معاوضہ ادا کیا گیا۔

لاہور کی حاکمیت

نور الدین جہاں گیر نے آپ کی خدماتِ جلیلہ کے اعتراف میں آپ
کو نواب و وزیر خاں کا خطاب عطا کر کے لاہور کی صوبہ داری عنایت کی، چنانچہ
آپ حکیم علیم الدین کے بجائے تارتخ میں نواب و وزیر خاں کے نام اور لقب کے
مشہور ہوئے۔ ۱۰۴۱ھ سے ۱۰۴۵ھ تک قریباً آٹھ سال لاہور کے حکم راں

اولیائے جہنگ

رہے، اس عرصہ میں آپ نے ذاتی دولت سے دہلی دروازہ لاہور کے اندر
عظیم الشان مسجد تعمیر کرائی، جو آج بھی اپنی عظمت کا اعتراف کر رہی ہے۔

عمارات

نواب وزیر خاں نے اپنے عہد حکومت میں جو عمارات تعمیر کرائیں
ان میں مسجد وزیر خاں تو خاصی مشہور ہے، اس مسجد کی تعمیر کا آغاز ۱۲۲۲ھ
میں ہوا۔ یہ ایرانی فن تعمیر کا حسین عکس ہے۔

مسجد کی تعمیر سے پہلے یہاں حضرت سید محمد اسحاق بن شہر یار گاندھنی
عرف میراں بادشاہ جن کا وصال ۸۶۶ھ ہجری میں ہوا کا مزار موجود تھا جو کچھ
مسجد میں شامل کر لیا گیا۔

مسجد اور اس سے ملحقہ دکانوں، مکانوں اور قطععات اراضی کو
نواب وزیر خاں نے ۱۰۵۰ھ میں ایک وصیت کے ذریعے اپنی اولاد کے حق میں
منتقل کر دیا۔ جناب تک اس سے فیض یاب ہو رہی ہے۔

مسجد خورد

نواب وزیر خاں نے نکسالی دروازے کی جنوبی سمت بازار سمیاں
میں ایک زنانہ محل تعمیر کرایا تھا، محل نواب موجود نہیں۔ سکھوں کے عہد
میں تباہ ہو گیا تھا، لیکن محل کی مسجد اب بھی موجود ہے، اور اسے نواب وزیر خاں
کی مسجد خورد کے نام سے پکارا جاتا ہے۔

اولیائے جہنگ

پرمی محل

اسی طرح شاہ عالمی کے اندر سر بازار ایک مسجد پر پرمی محل کے نام سے موجود ہے، یہ بھی نواب وزیر خاں نے مروانہ محل میں تعمیر کرائی تھی۔ یہ محل بھی مروانہ سے تباہ ہو گیا، لیکن مسجد ابھی تک موجود ہے۔

شاہ جہاں آپ کی بڑی قد و منزلت کرتا تھا، اور جیب بھی شاہ جہاں لاہور آتا آپ کو بیش بہا انعامات سے نوازتا۔ وزیر آباد شہر بھی آپ ہی کا آباد کردہ ہے۔

اکبر آباد کی صوبیداری

شاہ جہاں حکیم شعبان شاہ کو کشمیر سے مراجعت کرتے ہوئے لاہور آیا، اور نواب صاحب سے کہا کہ آپ میرے ساتھ چلیں، اکبر آباد کی صوبیداری آپ کے سپرد ہوگی۔ چنانچہ نواب صاحب ان کے ساتھ تشریف لے گئے اور صفدر خاں کی جگہ اکبر آباد کے صوبیدار مقرر ہوئے۔

وفات

اکبر آباد کی آب و ہوا اس نہ آئی، اور صرف ایک سال کے عرصہ میں صحت خراب ہو گئی۔ ۲۱ مہجادی الاول ۱۰۵۱ ہجری کو آپ پر قوی لہج کا سخت حملہ ہوا، اور اسی روز جہاں بحق ہوئے، وفات کے وقت

اولیائے جہنگ

آپ کے ڈولر کے سعید خاں جسلاح الدین خاں میر تونک اور ایک لڑکی
 مہر النساء زندہ تھیں۔ آپ کا جسدِ خاکی اکبر آباد میں سپردِ خاک کیا گیا۔
 مورخین کے مطابق آپ کو عبادت پسند تھی۔ ساری عمر نمازِ عصر
 کے ساتھ ہی سنتیں پڑھتے تھے، تہجد گزار تھے، لیکن طبیعت کے
 جوشیلے تھے۔



حضرت سلطان ہاتھی وان

ولادت :- ۱۱۶۸ ہجری

وفات :- ۱۲۵۰ ہجری

مدفن :- جھنگ شہر

حضرت سید امان اللہ المعروف سلطان ہاتھی وان (ہاتھی حبان) جو اپنی ہندوستان کے ساداتِ باہرہ کے سچم وچراغ تھے، ان کے جدا علیٰ اپنے وقت کے کامل بزرگ صاحب کشف وکرامات تھے۔ تذکرہ نگاروں نے ان کے ابتدائی حالات کے بارے میں صرف اس قدر بتایا ہے کہ آپ کے والد محترم کی اولاد زنیہ زندہ نہ رہتی تھی۔ ادھر بچہ پیدا ہوا چند لمحوں کے بعد اللہ کو پیارا ہو گیا۔ چنانچہ آپ سخت ملول خاطر تھے۔ جب حضرت سلطان صاحب کی ولادت ہوئی، تو ایک بزرگ ان کے پاس آئے اور سلطان صاحب کو اپنے پاس منگوا لیا، اور اپنا ہاتھ ان کے جسم پر مل کر کہا کہ بچے کا نام امان اللہ رکھو، ہمیشہ اللہ کی امان میں ہے گا، چنانچہ آپ کا نام امان اللہ رکھا گیا، آپ کی ولادت ۱۱۶۸ ہجری میں ہوئی، ابھی آپ کی عمر سات سال کی تھی کہ والد کا انتقال ہو گیا۔ اور جب عمر دس سال کو پہنچی، تو والد محترم وفات پا گئے۔

اویانے جھنگ

آپ بچپن میں ہی والدین کی سرپرستی سے محروم ہو گئے، جس کے باعث آپ عموماً ملول اور رنجیدہ رہتے۔ اور ہمیشہ تنہائی پسند کرنے۔ یا جنگل میں چلے جاتے۔ تیمی کی وجہ سے آپ میں صبر، فقر، استقامت اور توکل کے جوہر پیدا ہو گئے تھے، ہمیشہ اللہ کی رضا میں خوش رہتے۔

راہِ سلوک کی ابتدا

ایک دفعہ آپ والدین کے غم میں پریشان تھے، اسی عالم میں آپ کو نیند آگئی، خواب میں ایک بزرگ آپ کے پاس تشریف لائے اور آپ سے فرمایا، والدین کی جدائی کا غم نہ کرو۔ اللہ تعالیٰ تمہیں ہیبت اور بچے مقام پر پہنچانے والا ہے۔ اور اس کی نشانی یہ ہے کہ تمہاری دستار پر ایک کیرا موجود ہے،

آپ جب خواب سے بیدار ہوئے اور اپنی دستار کو دیکھا تو اس پر ایک کیرا چٹا ہوا تھا۔ اسی وقت آپ پر جذبِ طاری ہوا اور ایسی دیوانگی (فرزانی باطن میں) پیدا ہوئی کہ تارک الدنیا ہو گئے، اپنا گھر بار چھوڑ کر جنگل میں چلے گئے، اور بارہ برس تک ویران جنگل میں تنہا رہے، عبادت و ریاضت کا یہ عالم ہو گیا کہ کھانے پینے تک کا ہوش نہ رہا، مسلسل روزہ رکھتے۔ اس سے ان کا جسم سوکھ گیا، بدن میں خون تک نہ رہا۔

اولیائے جہنگ

حضرت غوث الثقلین سے بیعت

ایک رات عالم جذب و وجد میں محو تھے کہ آپ کو حضرت
غوث الثقلین پر محبوب سبحانی سید عبدالقادر جیلانی کی زیارت نصیب ہوئی
جناب محبوب سبحانی نے آپ کو اٹھایا اور گلے سے لگایا، پھر فرمایا: "آج
سے تم سلطان ہو، اور یہ کہو، لیکن میں تمہیں ہدایت کرتا ہوں کہ
ظاہری طور پر بھی مرشد سے بیعت کرو۔"

آپ نے عرض کیا "سرکار جس کے بارے میں حکم دیں، میں

بیعت کروں۔"

آپ نے فرمایا "تمہیں بیعت کرنے والا تمہارا منظر ہے۔ اس کی

تلاش کرو۔"

چنانچہ آپ بیدار ہوئے تو جنگل کی تنہائی تک کر دی، اور مرشد
کی تلاش میں چل پڑے، آپ نے دہلی، پٹیالہ، لاہور، ملتان کا سفر
کیا، اور پھر دریا راوی کے قریب علاقہ ست گھرا میں پہنچے، جہاں حضرت
محمد غوث جیلانی کا ڈیرہ تھا۔ جو اپنے عہد کے ولی اللہ اور مقبول بارگاہ

تھے۔
مرشد کی بیعت

جب آپ حضرت محمد غوث کے حجرہ کے سامنے سے گزرے اس

اولیائے جھنگ

ذلت مجلس ذکر جاری تھی۔ حضرت محمد غوث نے ان کو دیکھا تو پہچان لیا اور
 آواز دے کر اپنے پاس بلایا اور فرمایا۔ "امان اللہ! ہم نے تمہیں مرشد
 کی ہدایت کے مطابق پہچان لیا ہے، میں مدت سے تمہاری راہ دیکھ رہا
 تھا، آپ ان کے قدم بوس ہوئے بیعت کی اور پھر علم و عرفان کی باقی منزلیں
 ان کے پاس طے کیں۔"

اُج میں آمد

مرشد سے اجازت لے کر آپ اُج شریف بھاؤل پور آئے جہاں
 حضرت سید جلال شاہ بخاری کا فیض جاری تھا، آپ ان کے خدام
 میں شامل ہو گئے۔ نواب بھاؤل پور کی طرف سے حضرت صاحب کو
 ہاتھی بلا ہوا تھا۔ آپ اس کی سواری شوق سے کرتے، بلکہ عموماً ہاتھی
 پر سوار ہو کر اس پاس سیر کرنے جاتے، ہاتھی سے اس قدر محبت اور
 انس ہو گیا تھا کہ دونوں آپس میں باتیں کرتے۔ ہاتھی ان کی اس محبت کو
 دیکھتے ہوئے حضرت محمد غوث کے سجادہ نشین شیخ کبیر نے آپ کو
 ہاتھی جان کہنا شروع کر دیا۔ جس کے باعث آپ ہاتھی جان مشہور ہوئے
 بعد میں بکر دکر ہاتھی وان نام کی شہرت ہوئی اور آپ کا اصل نام لوگ
 بھول گئے۔

جھنگ میں آمد

آپ جس زمانہ میں جھنگ تشریف لائے، ملکی لیاظ سے امرا تغری

اولیائے جھنگ

کا زمانہ تھا، مغلیہ حکومت زوال پذیر تھی، انگریز اپنا تسلط جما رہے تھے۔
 سکھوں کی شورش جاری تھی، جب آپ جھنگ پہنچے تو یہاں کا حاکم نواب
 ولی داؤخاں سیال تھا، جس نے آپ کا استقبال کیا۔ اور اپنے محل کے
 قریب آپ کو ٹھہرایا، نواب ولی داؤخاں کا قدردان تھا، جس قیدی کے
 بارے میں سلطان صاحب حکم دیتے وہ رہا کر دیتا، ولی داؤخاں زیادہ عرصہ
 زندہ نہ رہا، بعد میں اس کا بیٹا صاحب خاں حاکم مقرر ہوا۔ صاحب خاں کو
 سلطان صاحب نے خط محسوس ہوا، اور اس نے اندرون خانہ آپ کی
 مخالفت شروع کر دی۔ اس نے اپنے مرشد گل محمد نوری کو بلایا، اور ان
 سے آپ کی بدگونی کی۔

گل محمد نوری نے صاحب خاں سے کہا: خوف مت کرو، بیس تین ماہ
 یہاں رہوں گا، اور سلطان صاحب کو آناؤنگا، کسی مرید نے یہ واقعہ آپ
 کو بھی بتایا، اور یہ بھی کہا کہ آپ نواب سے نہ جھگڑیں، اور ان سے ملیں۔ آپ
 نے فرمایا کہ ”مجھے کیا ضرورت ہے جس کو ضرورت ہوگی، مجھے بلائے گا، نواب
 صاحب خاں نے سنا تو آپ کو اپنے ہاں بلایا۔ اور اپنے مرشد کا بھی تعارف
 کرایا، آپ نے صاحب خاں کا رویہ دیکھ کر فرمایا جس گدھے پر ہم اوجھ ڈال دیں
 اُسے نوابی مل سکتی ہے، یہ کہہ کر آپ محل سے باہر چلے آئے۔

چند دنوں بعد نواب کا مرشد بھی یہ کہہ کر چلا گیا کہ ”سلطان کے

ادبائے جھنگ

سامنے پیش نہیں جاتی۔“

ایک دفعہ آپ نے صاحب خاں کو چوبے گناہ غیر مسلموں کی گرفتاری سے روکا۔ لیکن وہ باز نہ آیا۔ تو آپ نے فرمایا: ”اس کی نوابی کا دور ختم ہو گیا ہے۔“

سکھوں کا حملہ

صاحب خاں نے اپنی دوسری شادی بھوانی کے کسی زمیندار کی لڑکی سے کرنے کا فیصلہ کیا، بارات تیار ہو گئی۔ کسی مرید نے آپ سے دریافت کیا کہ آپ نواب کی بارات میں جانے کی تیاری نہیں کر رہے؟ ”تو آپ نے فرمایا: ”یہ شادی نہیں ہوگی۔ چنانچہ شادی سے ایک دن قبل سکھوں نے جھنگ پر حملہ کر دیا۔ صاحب خاں جو شادی کی تیاریوں میں مصروف تھا ماہی سیالو کے ہاتھوں قتل ہو گیا۔ سکھوں نے اسکے محل کو گھیر کر حکومت پر قبضہ کر لیا۔ ایک سال تک بھنگ بغیر حاکم کے رہا۔ سال بعد نواب کبیر خاں کو حاکم مقرر کیا گیا۔ اس واقعہ کے بعد سلطان صاحب کی شہرت بہت دور تک پھیل گئی۔

اولاد

حضرت سلطان کو دو فرزند عطا ہوئے، ایک کا نام سید محمد اور دوسرے کا سید فتح شاہ تھا۔ سید محمد آپ کی جوانی کے عالم میں وفات پا گیا، دوسرا لڑکا سید فتح محمد بھی آپ کی زندگی میں ہی فوت ہوا۔ سید فتح محمد کا ایک لڑکا سید علی شیر تھا، جس نے سلطان صاحب کی نگرانی میں پرورش و

اولیائے جھنگ

تربیت پائی اور صاحبِ طریقت بزرگ ہوا۔

وفات

جس روز آپ اس دنیا سے تشریف لے گئے، وفات سے قبل آپ نے غسل کیا، اچھا لباس پہنا اور اپنے عبادت خانے میں چلے گئے۔ کلمہ شہادت بلند آواز سے پڑھتے رہے کہ اچانک آواز بند ہو گئی۔ مریدوں نے جا کر دیکھا تو ایک چٹائی پر قبدرخ لیٹے ہوئے ہیں۔ اور روح پرواز کر چکی ہے۔ آپ کا جدِ مبارک آپ کے عبادت خانے میں ہی دفن کر دیا گیا، جہاں اب آپ کا مزار ہے مزار کے ساتھ ایک کنواں تھا، جس کا پانی ہر مرض کی شفا کے لئے مشہور تھا، یہ کنواں اب بھی موجود ہے، اور آپ کے وقت کی چڑیاں بھی کنوئیں کے آس پاس درختوں پر مغمیم ہیں، آپ کا فیض اب بھی جاری ہے۔

حضرت سید قطب علی شاہ قطبِ زمان دربارِ سندیلیاں والی نے آپ کے پوتے حضرت شیر علی سے بیعت کی، اور اسی خاندان سے فیضِ روحانی حاصل کیا۔



اولیائے جہنگ

مائی ہیر

ولادت :- ۸۳۰ھ

وفات :- ۸۶۶ھ

مدفن :- جھنگ صدر

ہر جھپک دار چیز سونا نہیں ہوتی، اسی طرح ہریات کی عام شہرت اس کی صحت و صداقت کی دلیل نہیں ہو سکتی۔ اور نہ واقعات کی پھان بین میں شہرت کو معیار قرار دیا جاسکتا ہے۔

و حقیقت فریبِ مسائل انسانی فہم و ادراک کو اس قدر مسحور کر لیتا ہے کہ اس کے لاشعوری خیالات ہی شعور کا تانا بانا بنتے ہیں۔ ایک جھوٹ کی تکرار سے ہمارے کان اتنے مانوس ہو جاتے ہیں کہ ہمیں اس کا بطلان، کذب و افترا معلوم دیتا ہے، اور ہم حقیقت کے اعتراف میں نخیل بن جاتے ہیں، تحقیق کے معاملے میں کسی قسم کا تعصب بھی مغالطہ انگیز نتائج پیدا کرتا ہے، لیکن ایک دیانت و حقیقت میں واقعات کی ظاہری آب و تاب سے متاثر نہیں ہوتا، غلط العوام کو فصحاء کے زبان کی نظریں کوئی وقعت نہیں ہوتی، ماضی کو اپنی پسند کے مستقبل میں ڈھالنے کی کوشش ذہنی تسکین

اویانے جھنگ

کا باعث تو ہے لیکن ہم اسے تاریخ نہیں کہہ سکتے، ایسے مجنوں کی داستان
عشق عوامی نقطہ نظر سے دل کشی کی حامل ہو تو ہو، مگر ایک محقق کی رائے میں
اس کا فاضل حسن چنداں اہمیت نہیں رکھتا،

مائی ہیر کے سلسلے میں میرا ذہن بھی عوام الناس کی مانند بہت سے
مغالطوں کا شکار تھا، اور ابتدائے کار میں میرے وہم و گمان میں بھی نہ تھا کہ ایک
روز مجھے اپنی کتاب میں مائی ہیر صاحبہ کے حالات زلیت کو بھی قلمبند کرنا پڑے گا،
کیونکہ میرا موضوع محض بزرگانِ طریقت تھے، حسن و عشق کی داستانیں میرا مقصد
نہ تھیں، لیکن تاریخ و سیر کی بعض کتابوں میں مندرج واقعات نے میرے
ذہن و فکر کا زاویہ بدل دیا، اور مجھے ضرورت محسوس ہوئی کہ میں تمام تعصبات سے
بالا تر ہو کر اپنے مطالعہ اور تحقیق کا محور ”ہیر“ قرار دوں تاکہ صدیوں کے مغالطے
افسانوں کے خوش رنگ پردوں کی اوٹ میں سے باہر نکل آئیں۔ سب سے پہلے
میں نے اپنی توجیہ سید محمد وارث شاہ کی معرکہ الارا تصنیف ”ہیر“ کی
طرف بندوں کی۔ بہا معانِ نظر کئی بار مطالعہ کیا، سائیں فضل شاہ کی کتاب ہیر
پڑھی۔ دامودر کھتری کو بعض تذکرہ نویسوں نے ہیر کے عہد کا فارسی، پنجابی،
اور سنسکرت کا شاعر قرار دیا ہے۔ اس نے ہیر کے حالات عینی شہادت
کی بنا پر تصنیف کئے ہیں۔ اس کی کتاب کا ایک نسخہ بھی میری نظر سے
گزرا، گوردگو بند سنگھ کی مرتب کردہ ہیر کا بھی میں نے دقیق مطالعہ کیا

اولیائے جہنگ

شاہ جہانی عہد کے ایک حاکم نواب احمد خاں فارسی کے مشہور شاعر تھے۔ اور
 کیتا تخلص رکھتے تھے۔ انہوں نے داراشکوہ کی فرمائش پر ہیر کے واقعات
 کو مثنوی کی صورت میں نظم کیا تھا۔ میں نے یہ کتاب بھی بغور دیکھی۔ یہ واحد کتاب
 تھی جس میں شاعر نے وارداتِ عشق کے بیان میں ہیر کی راست بازی اور
 پاک دامنی کی حقیقت کو پیش نظر رکھا تھا۔ اور رانجھا کو ہیر کا خلیفہ اور
 روحانی ارادت مند بتایا تھا۔

اسی دوران مجھے مقبل نامی شاعر کی تحریر کردہ ہیر کا بھی ناقص نسخہ
 ملا۔ میں نے اس کے مندرجات کا بھی جائزہ لیا۔ میکے زمین میں ہیر کی شخصیت
 و سیرت ایک سوائیہ نشان بن گئی تھی اور شاعروں اور تذکرہ نویسوں کے
 متفرق بیانات متنازعہ رہے تھے۔ ایک طرف مجازی عشق تھا، دوسری
 طرف روحانی حقیقتیں۔ اب نہ صرف ہیر کے اصل واقعات کی چھان بین
 ضروری تھی۔ بلکہ اس کے صحیح عہد کا تعین بھی ضروری تھا۔ تاکہ اس دور کے تمدنی اثرات
 ملک کی سیاسی صورت حال اور قبائل کی علاقائی سرگرمیوں سے آگہی حقیقت کے
 سراغ میں مدد و معاون ثابت ہو، ان گنت کتابیں میکے کے مطالعے میں آئیں،
 لیکن پروفیسر خست علی ندوی (پٹنہ یونیورسٹی صوبہ بہار بھارت) کا ایک
 مضمون میری تحقیق کی اصل بنیاد بنا۔

میں اپنے تحقیقی نتائج کو نسل میں پوری ذمہ داری کے ساتھ سپردِ قلم

ادلیانے جھنگ

کر رہا ہوں۔ اور انہی معلومات کے بل بوتے پر کامل وثوق اور اعتماد سے کہہ سکتا ہوں۔ کہ — وارث شاہ کی تحریر کردہ ہیر کے واقعات یکسر مغالطہ انگیز اور من گھڑت باتوں پر مبنی ہیں۔ ان کی صحت تاریخی نقطہ نظر سے مشکوک اور قابل تردید ہے۔ بد قسمتی سے پنجاب اور بالخصوص جھنگ میں کوئی ایسی شخصیت نہ ابھری جسے تحقیق کے بحر بے کراں میں غوطہ زنی کی سعادت حاصل ہوتی۔ اور وارث شاہ کی ہیر پر مبنی زباں زور عام غلط فہمیوں کا ازالہ ہو سکتا۔ کسی نے بھی اصل حقائق کو بے نقاب کرنے کی کوشش نہ کی چنانچہ ماضی کے بے نشان خوابوں کی دھند ہمارے ذہنوں پر بدستور مسلط ہے دراصل وارث شاہ نے اپنے عہد کے تمدنی حالات کو ہیر کے دور کے واقعات پر چسپاں کرنے کی کوشش کی ہے، جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ ایک سیدھا سادہ واقعہ افسانے کے پیکر میں اپنے اصلی نقش و نگار کھو بیٹھا۔ وارث شاہ اپنے جذبات کی تسکین کا سامان فراہم کرنے ہوئے ہیر کی شخصیت کو ارضی الائنسوں سے محفوظ رکھ سکے، ان کی شاعرانہ آماج ہیر کے حق میں ہم قائل ثابت ہوئی۔ میں مانتا ہوں کہ شاہ صاحب پنجابی کے قارر الکلام شاعر ہونے کے ساتھ ہی اپنے عہد کے صوفی بزرگ بھی تھے۔ اور ان کی تصنیف ادبی نقطہ نظر سے نہایت بلند مقام کی مالک ہے۔ بلکہ پنجابی ادب میں اس کی نظیر نہیں ملتی — اس اعتراف کے باوجود یہ امر طے شدہ ہے کہ

اولیائے جھنگ

ان کے قارئین اپنے ذہنوں میں ہمیر اور رانجھا کے مجازی عشق کا ہی تصور قائم کرتے ہیں۔ قدر و منزلت کے اعتبار سے ان کی تصنیف عقیدت مندوں کے لئے کتاب مقدس کا درجہ رکھتی ہے، اور اس کا مطالعہ کا رثواب سمجھ کر کیا جاتا ہے۔ اس میں شک نہیں کہ جب وارث شاہ کی ہمیر کو اس کی مخصوص لے میں پڑھا جاتا ہے تو سامعین سر دھننے پر مجبور ہو جاتے ہیں۔ دل و دماغ پر اس کے بہت گہرے اثرات مرتب ہوتے ہیں، اور وجدانی کیفیت طاری ہو جاتی ہے۔ مگر واقعات کا افسانوں سے تعلق چہ معنی دار ہے۔

اب میں ہمیر کے ان واقعات کا ذکر کرتا ہوں، جو مختلف تاریخی کتابوں میں موجود ہیں۔ ان میں سے بیشتر کتابیں پنجاب سے باہر خصوصاً بھارت کی لائبریریوں سے دستیاب ہو سکتی ہیں۔

ہمیر قریباً ۸۳۰ ہجری میں جبکہ ہندوستان کے اکثر علاقوں پر لودھی خاندان کی عملداری تھی، بھنگ سے جنوب مغرب کی طرف علاقہ کوٹلی باقر کے موضع چوچک میں ایک سیال کے ہاں پیدا ہوئی، اس کے باپ کا نام چوچک تھا، وہ ایک معمولی زمیندار اور عمر رسیدہ شخص تھا، اور بد قسمتی سے اولاد سے محروم تھا۔ یہاں یہ صراحت بھی ضروری ہے کہ موجودہ بھنگ شہر حضرت شیر شاہ جلال سرخ بخاری نے جن کا مدفن آج بھاؤل پور میں ہے ۹۶۵ھ میں بسایا تھا، آپ عموماً اس علاقے میں تشریف لاتے رہتے تھے، بعد میں آپ کی

اولیائے بھنگ

اولاد میں سے حضرت مخدوم سید احمد کبیر، حضرت مخدوم جہانیاں جہاں گشت،
مخدوم راجو قتال، حضرت شاہ کبیر اور حضرت شاہ محبوب عالم عرف شاہ جیونہ،
بھی متعدد بار یہاں رونق افروز ہوئے، حضرت جلال سرخ بخاری نے قبیلہ نون
کو مسلمان کیا، حضرت بابا فرید شکر گنج نے سیالوں کو حلقہ بگوش اسلام کیا، لیکن
سیال زیادہ تر حضرت جلال سرخ بخاری کے مرید تھے، ان میں چوچک بھی شامل تھا،
جو آپ کے پوتے شاہ کبیر کا ارادت مند تھا جس زمانے میں ہیر کے خاندان نے اسلام
قبول کیا، سیال قطعاً حکم راز نہ تھے۔ ان میں کوئی نواب یا رئیس نہ تھا، البتہ
ان کے کچھ لوگ فوج میں ضرور شامل تھے۔ اس لحاظ سے ہیر کے خاندان کو
ہیر کے عہد میں نواب یا رئیس کہنا تاریخی غلطی ہے، جس کا واحد سبب شاہ
کی تصنیف ہے، کیونکہ موصوف نے ہیر کو دنیاوی جاہ و جلال کا مالک ظاہر کیا ہے
اور اسی بات کے پیش نظر، ہیر کے خاندان کو نوابان سیال قرار دیا ہے حالانکہ
حقیقت یہ تھی کہ سیال قوم خود وارث شاہ کے اپنے دور میں حکم راز تھے، نتیجتاً
انہوں نے سیالوں کے معاصرانہ جاہ و جلال سے مرعوب ہو کر ان کے
حال کو ماضی چرچہ پاں کر دیا، اور اپنے دور کے تمدنی، معاشرتی اور سیاسی
حالات کو ہیر کے حالات سے ہم آہنگ قرار دے کر عشقیہ داستان کا
مواد فراہم کیا۔ اور حسب منشاء اس پر افسانہ طرازی کا فن آزمایا۔ انہوں نے
جو اضافے زیب داستان کے لئے پسند کئے تھے، وہ بعد ازاں حقیقت

اولیائے جہنگ

تصور کر لئے گئے۔

پروفیسر اختر علی ندوی نے اپنے مضمون میں وضاحت کے ساتھ ہیر اور وارث شاہ کے درمیانی عہد سے جو قریباً تین سو سال پر محیط ہے، بحث کی ہے، اور ان ہستیوں کے مابین حائل زمانی و مکانی بعد کو بالتفصیل تاریخ کی کسوٹی پر پرکھا ہے۔ پروفیسر صاحب اپنے مقالے میں رقم طراز ہیں کہ :-

بعض آدمیوں کے غلط نام مسلسل استعمال سے اتنے مشہور ہو جاتے ہیں کہ ان کا اصل نام باقی نہیں رہتا، متاخرین صحیح نام کی تلاش سے عاجز آ کر مجبوراً عرب عام کو ہی صحیح تسلیم کر لیتے ہیں۔ اسی طرح بعض واقعات زمانی بعد کے ساتھ اپنی نوعیت تبدیل کر لیتے ہیں، اور حقیقت و حقیقت میں امتیاز مشکل ہو جاتا ہے۔ یہی حشر ہیر کے ساتھ ہوا۔ متاخرین اصلیت و واقعیت کی تحقیق کے بغیر سنی سنائی باتوں پر یقین کر لیا۔ اور ہیر سے بے سرو پا افسانے منسوب کر ڈئے گئے، وارث شاہ نے بھی روایات سے استفادہ کرتے ہوئے ایک مکمل کتاب لکھ ڈالی، ہیر کا اصل نام ہیر نہ تھا بلکہ عزت بی بی تھا، اور رانجھا جنھیں ان کا عاشق شمار کیا جاتا ہے، نام کارانجھا نہ تھا، بلکہ ذات کارانجھا تھا، اس کا حقیقی نام مراد بخش تھا، وارث شاہ نے دونوں صحیح نام حذف کر ڈئے اور عرب عام سے افسانے کی ایک بلند و بالا عمارت کھڑی کر دی۔ بعض روایات کے مطابق خود وارث شاہ کو بھاگ بھری نامی

ادلیائے جھنگ

ایک خاتون سے والہانہ محبت تھی، یہ خاتون ڈھکو قوم سے تعلق رکھتی تھی، جو پاک پتن کے علاقے میں آباد تھی۔ وارث شاہ بھاگ بھری کے دیدار کی خاطر مختلف بھیس بدل کر جاتے، اور چوری چھپے اس سے ملاقاتیں کرتے، ایک روز ان کا راز فاش ہو گیا، اور ان کی محبوبہ کی شادی کسی دوسری جگہ کر دی گئی۔ ڈھکو قوم کے افراد صاحب حیثیت اور اپنے وقت کے حاکم تھے، انھوں نے متعدد بار شاہ صاحب کو سزائیں بھی کی۔ مثنوی یکتا شاہ صاحب کے سامنے تھی، فطرت سے طبیعت موزوں لے کر آئے تھے، بھاگ بھری کے واقعات ہی سہی چرچاں کر دئے، ڈھکو قوم کے بجائے سیال آگئے۔ غرض جملہ تفصیلات منطبق ہو گئیں نتیجہ ہمارے سامنے ہے۔ کہ وارث شاہ اپنے مشن میں کامیاب ہو گئے۔ لیکن ہنیر، جو بقول شاہجہاں اپنے وقت کی عارفہ اور پاک باز خاتون تھی، ان کے قلم کی زد میں آ کر عشق مجازی کا کردار بن گئی۔

وارث شاہ نے اپنے زندہ جاوید شاہ کار کے آخر میں خود تسلیم کیا ہے کہ اس کہانی کے کردار حقیقی نہیں محض استعارہ ہیں، زمان و مکان کی تمام حکایتیں اور مطابقتیں منسوخ تھی ہیں، وارث شاہ کا دل ذیل شعر میں کما فکار کی تائید میں ہے۔

ہیر روح تے چاک قلبوت جانو بالنا تھ ایہ پیر بتایا
ہنج پیر تے ہنج سوا س تیرے جہاں تھا پنا تھ نولایا

اولیائے جھنگ

یعنی پیر اصل روح ہے، اور راجنجا اس کا جسم ہے۔ بالنا تھ اس کا مرشد ہے۔ تیج پیر جو اس خمسہ ہیں، قاضی انسان کے اعمال ہیں، اہل خاندان منکر نکیر ہیں۔ مکان قبر کا استعارہ ہے۔ اور کھیڑا موت کی دلیل ہے۔

لیکن مشکل یہ ہے کہ جو شخص وارث شاہ کی ہیر پڑھتا ہے، وہ

شاہ صاحب کی ماہرانہ فن کاری سے اتنا مسحور ہو جاتا ہے کہ وہ زینتِ آستان کو داستان سے الگ کرنے کی صلاحیت کھو بیٹھتا ہے۔ اور کتاب کے محولہ بلا شعر کو بھی محض شاعرانہ تعلق خیال کر کے ہیر راجنجا کے عشقِ حقیقی کا قائل ہو جاتا ہے۔

حضرت مادھولال حسین قادری جن کے مزار پر ہر سال میلہ چلانا لگتا ہے، خود اس منزل سے گزرے ہیں، جو وارث شاہ کا مسلک (عشقِ مجازی) ہے، لیکن صوفیائے کرام نے مادھولال نامی لڑکے سے شاہ حسین کے پیار کو ثنائی حیثیت دی ہے۔ اور اعتراف کیا ہے کہ مادھو کی محبت محض ظاہری اور دنیا داری کی بات تھی، ورنہ فی الاصل حضرت شاہ حسین عشقِ الہی میں مبتلا تھے۔ خود مادھولال حسین ہیر کے بارے میں فرماتے ہیں:

بانی ہیر کو گدی میں آپے راجنجن ہونی
راجنجن راجنجن ہر کوئی آکھے ہیر نہ آکھے کوئی

اویانے جھنگ

جنگل جنگل پھراں ڈھونڈی رانجھن میں سے ننگے

نہیں آیا میرا ڈھول نہ آیا ہیرگو کے وچ جھنگے

یہ اشعار ان کے نظریات کی مبین دلیل ہیں۔

چوچک نے اپنے مرشد حضرت شاہ مخدوم کبیر بخاری کی جھنگ میں آمد

کے متعلق سنا حضرت موصوف علاقہ قنوج سے سال میں ایک بار جھنگ

اور ملتان تشریف لے جاتے تھے، آثار و قرائن اور تاریخی شواہد کے

مطابق مخدوم شاہ کبیر ۸۲۰ھ میں جھنگ وارد ہوتے 'چوچک نے ان

کی خدمت میں حاضری کی ٹھانی، عرض کیا کہ میں اولاد سے محروم ہوں۔

آپ دعا فرمائیں اللہ تعالیٰ مجھے اولاد کی نعمت سے سرفراز فرمائے

حضرت نے چوچک کے حق میں دعا فرمائی اور کہا تمہارے نصیب میں اولاد زینہ

نہیں ہے، ایک لڑکی ہوگی جو بارگاہ ایزدی میں شرف قبولیت حاصل کرے گی،

اور اس کے نام سے تمہارا خاندان شہرت پائے گا۔

رسالہ نظام المشائخ جولائی ۱۹۱۱ء - صفحہ ۹

حسب ارشاد مرشد ۸۳۰ھ میں مانی صاحبہ کی ولادت ہوئی،

چوچک بڑا غریب تھا، لیکن دل کا غنی تھا، اسے اپنے مرشد سے گہری عقیدت

و وابستگی تھی، مرشد کی توجہ سے اس کو اپنی زندگی میں سکون و اطمینان مل

اولیائے جھنگ

گیا تھا، لڑکی کی ولادت کے بعد اس کی عقیدت و محبت میں اور بھی اضافہ ہو گیا، چوچک نے لڑکی کا نام عزت بی بی رکھا، والدین کے لئے یہ لڑکی اولادِ زینہ کے مترادف تھی، اولادِ خاندان کے لئے عزت و عظمت کا موجب بننے والی تھی۔

عزت بی بی نے بالکل سادہ گھریلو ماحول میں پرورش پائی۔ سن شعور میں قدم رکھنے کے بعد آپ اس وقت کے ایک بزرگ خواجہ محمد عبد اللہ جو حضرت شاہ مخدوم کبیر کے خادم اور خلیفہ تھے کی زیر نگرانی قرآن مجید کی تعلیم سے بہرہ ور ہونے لگیں۔ دس سال کی عمر میں کلامِ پاک حفظ کر لیا، اور حکمت و شریعت کے رموز سے واقفیت حاصل کی۔

(علمائے ہند کے روحانی کارنامے ص ۱۱۱)

جب عمر بلوغت کی منزل میں داخل ہو گئی تو آپ جنگل میں جانے لگیں، زیادہ وقت تنہائی میں بسر کرتیں، رات گئے تک عبادت میں مصروف رہتیں، مسلسل روزے رکھتیں۔ خداوند کریم نے خدو و خال بھی موزوں عطا کئے تھے، ان کے حسن و جمال کی شہرت کے ساتھ ساتھ ان کی پاک بازی اور نیک سیرتی کا چرچا بھی عام ہو گیا، جانوروں سے بے پناہ محبت رکھتی تھیں یہی وجہ تھی کہ اپنے گھر کے مویشی خود چرانے کے لئے لے جاتی تھیں، جب آپ مویشی لے کر دریا کی طرف پہنچ جاتیں تو عبادت شروع کر دیتیں

اولیائے جنت

شام کو اپنا مال مویشی لے کر واپس آجاتیں۔ ایک دفعہ ایک بھینس شام تک گلم میں واپس نہ آئی، جب آپ گھر پہنچیں تو والد نے دریافت کیا، آپ نے کہا ابھی آجائے گی، حتیٰ حلال کا مال کبھی ضائع نہیں ہوتا، اسی اثناء میں بھینس لوٹ آئی۔

چوچک نے اپنے مرشد شاہ کبیر کو گھر آنے کی دعوت دی مورخین نے صحیح سن تحریر نہیں کیا، اغلب خیال ہے کہ مخدوم صاحب ۸۴۲ھ میں تیسری بار چوچک کے غریب خانے پر تشریف لائے۔ جب آپ چوچک کے ہاں پہنچے تو نماز عصر کا وقت ڈھل چکا تھا، آپ نے آتے ہی نماز پڑھنی شروع کی، اسی دوران مائی صاحبہ بھی مال مویشی سمیت حسب معمول گھر پہنچیں، اور سویلی کے صحن میں ان کو باندھنے میں مصروف ہو گئیں، وہ مرشد کی آمد سے بے خبر تھیں، جب مخدوم صاحب نماز سے فارغ ہوئے آپ نے مائی صاحبہ کو بلا کر ازراہ نصیحت کہا:-

جب کوئی شخص نماز ادا کر رہا ہو تو اس کے آگے سے نہیں گزرنا چاہئے، اس سے نہ صرف نماز میں خلل ہوتا ہے، بلکہ گزرنے والا بھی گناہگار ہوتا ہے، میں نے دیکھا کہ میں جب نماز کی ادائیگی میں مصروف تھا تو تم میرے آگے سے گزر کر مویشی باندھ رہی تھیں۔“

مائی صاحبہ نے مرشد کی بات سن کر کہا:- ”یا حضرت آپ دوبارہ

ادلیئے جنگ

نماز پڑھیں، کیونکہ میں نے حدیث میں دیکھا ہے کہ نماز معراج المؤمنین ہے جب انسان عبادتِ خدا میں سجدہ ریز ہوتا ہے تو اسے خدا کے سوا کوئی شے نظر نہیں آتی۔ مگر آپ نماز کے دوران جھٹی اور کٹی کو دیکھتے رہے، اس لئے دوبارہ نماز ادا فرمائی۔“

مخدوم صاحب مائی صاحبہ کی گفتگو سن کر غش کھا گئے، اور چوچک کو حکم دیا کہ میرے علاحدہ کمرے کا انتظام کرو، میں یہاں پالیس دن قیام کروں گا، پچانچہ مخدوم صاحب چالیس روز تک چوچک کے ہاں ہے اور مائی صاحبہ آپ کی خدمت کرتی رہیں، جب آپ رخصت ہونے لگے تو آپ نے چوچک کو بلا کر کہا، تمہاری بیٹی کا درجہ بارگاہِ نود الجلال میں بہت بلند ہے، میں نے اس عزت والی خاتون کو اولیئے اعظام کی صف میں دیکھا ہے۔ تمہاری بیٹی آج سے ہمیر ہوگی، اور اسی نام سے دنیا میں عزت پائے گی۔“

(مضامین مولانا نور احمد خاں فریدی مطبوعہ ماہنامہ تبصرہ

لاہور، شمارہ جون ۱۹۶۲ء)

ہمیر کا لغوی مفہوم ہے عابد و زاہد، تزکیہ نفس کرنے والا۔ مقبول

بارگاہ اور ہجاری۔

رفیروز اللغات ص ۶۹۲ اور تحقیق نبی اسرائیل بھارت میں از سر تقاس

ادبیائے جھنگ

مطبوعہ مداس بہ زبان انگریزی بحوالہ تحقیقی مقالہ نبی اسرائیل ماہنامہ
الفرقان ربوہ اپریل ۱۹۶۷ء

حضرت مخدوم شاہ کبیر جھنگ سے شاہ پور شریف لے گئے

جہاں کے مشہور قبیلے نون، ٹوانے اور رائجھے آپ کے جد امجد شاہ جلال
سرخ بخاری کے ارادت مند تھے، آپ نے شاہ پور کے مقام ٹھہرنا
میں قیام فرمایا، یہ سارا علاقہ رانجھاز میسنداروں کی ملکیت تھا جو
دو سو سال قبل مسلمان ہوئے تھے، ٹھہرنا رانجھا میں قیام کے دوران اسی
قوم کے ایک نیک سیرت شخص مراد بخش نے آپ سے بیعت کی اجازت
طلب کی، آپ نے اسے جھنگ جانے کی ہدایت دے کر فرمایا۔

”تم عزت بنی بی کے پاس جاؤ۔ وہیں فیض ملے گا۔“

یقیناً ۲۶ سالہ مراد بخش جھنگ پہنچا، مانی صاحبہ کی خدمت میں حاضر
ہو کر خواہش ظاہر کی۔ مانی صاحبہ نے اس کو اپنے حلقہ
ارادت میں شامل کر لیا۔ اور وہ تاحیات ان کے ساتھ رہا۔

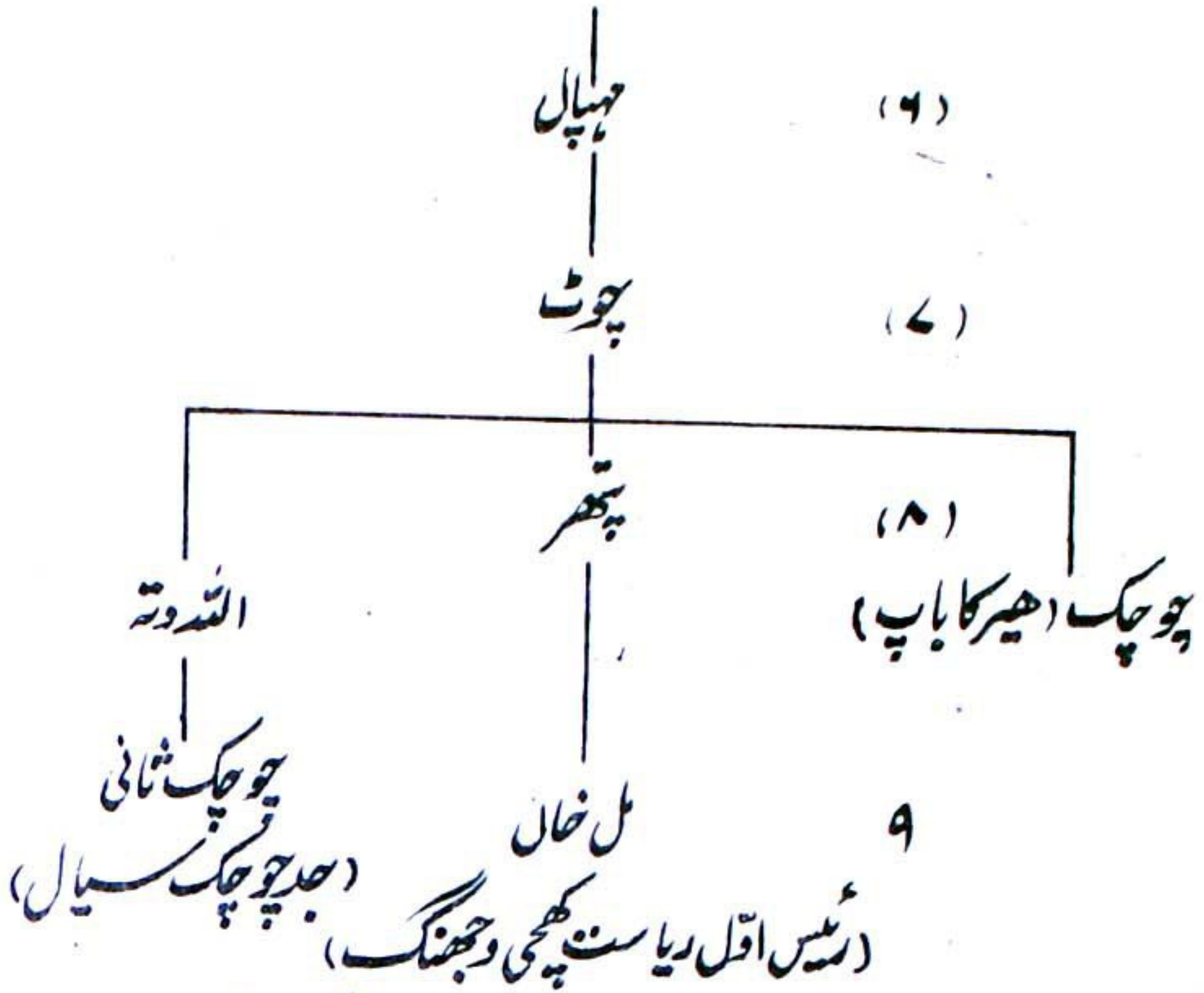
سلطان بہلول لودھی جو اس وقت لاہور کے حکمراں تھے، مانی
صاحبہ کے معتقد تھے، اور آپ سے ملنے کے لئے عموماً جھنگ آتے تھے
نواب بہلول نے مانی صاحبہ کے درویشوں اور فقیروں کے لئے وسیع جاگیر
عطا کی تھی، جو سبیل خاندان میں سب سے پہلی سرکاری جاگیر تھی۔

ادبیائے جھنگ

بعد میں یہ جاگیر مختلف ہاتھوں میں منتقل ہوتی رہی، جب حسین شرتی والی جو پورنے
 تیسری بار حملہ کیا تو نواب بہلول لودھی مانی صاحبہ کے پاس جھنگ میں مقیم تھا،
 نصف شب کے قریب مانی صاحبہ نے اسے جگایا۔ اور کہا فوراً دہلی چلے جاؤ
 تمہارا تخت خطرے میں ہے، چنانچہ نواب بہلول جھنگ سے عازم لاہور
 ہوا اور خاصی جمعیت لے کر دہلی پہنچا، اور تخت کو دست برد سے بچایا۔
 (بحوالہ مضمون اختر علی ندوی ماہنامہ آجکل دہلی، جولائی ۱۹۴۶ء)
 ہیر کا شجرہ نسب جو جھنگ گزیٹیر اور احسن المقال میں درج ہے،
 کئی غلط فہمیوں کا ازالہ کرتا ہے

جد اعلیٰ	
راستیاں (بہیدر بابا فرید الدین گنج شکر مسلمان ہوا)	(۱)
کوٹلی	(۲)
بھوپتی	(۳)
اپل	(۴)
اپیل	(۵)

اولیائے جھنگ



نواب بہلول کی طرف سے ہیر کو عطا کردہ جاگیر کا انتظام جو علاقہ کھچی ماچھیوال سے جو اب تک وسیع تھی، چوچک نے اپنے بیٹے مل خاں کے سپرد کر دیا تھا، کیونکہ چوچک خود اولاد نہ بنے سے محروم تھا، اور حقیقی بھائی اللہ دتہ فوت ہو چکا تھا، دوسری وجہ یہ بھی تھی کہ مل خاں نہایت زیرک اور صاحب اثر تھا، جو لوگ چچکانہ سیالوں کو چوچک اول کی اولاد سمجھتے ہیں، وہ محض زبانی روایتوں کی بناء پر غلط فہمی کا شکار ہیں،

دوسری بڑی غلط فہمی وارث شاہ کی ہیر سے پیدا ہونی، ہیر سے جو عشقیہ داستان منسوب کی جاتی ہے، اس میں جگہ جگہ دریا سے چناب کا ذکر ملتا ہے۔ اور ساحل چناب ہی کو رومان کا پس منظر بنایا گیا ہے، حالانکہ

اولیائے جھنگ

ہیر کا گھرانہ دریا کے جہلم کے کنارے موجودہ قفل میں آباد تھا، اگر اس قصبہ کی بنیاد حقیقت پر ہوتی تو اس میں چناب کے بجائے جہلم کا ذکر ہوتا، یہ سہرز ممکن نہیں کہ ہیر رانجھا سے ملاقات کرنے کے لئے پہلے کشتی کے ذریعے دریا سے جہلم عبور کرتی، پھر چریل لمبا علاقہ وچین سپیدل طے کر کے چناب عبور کرتی، اس طرح جھنگ شہر کے قریب اس کی رانجھا سے ملاقاتیں ہوتیں، اسی ایک واقعہ سے حقیقت آشکارا ہو جاتی ہے۔

مائی ہیر صاحبہ پچیس سال کی عمر میں اس دار فانی سے عالم بقا کی طرف سدھا گئیں۔ آپ کی وفات کے بعد آپ کے خلفاء اور عقیدت مندوں میں سخت رنج و غم کے باعث ہجرت و اضطراب رہا۔ ایک سال بعد میاں مراد بخش رانجھا بھی وفات پا گئے، وصیت کے مطابق ان کو مرشدہ کے پہلو میں دفن کر دیا گیا۔

مائی ہیر کا مزار جو قدیم فن تعمیر کا نادر نمونہ ہے، ان کی وفات کے چھ ماہ بعد بہاول لودھی نے تعمیر کرایا، مزار کے نواح میں وسیع باغ تھا، جسے سیراب کرنے کے لئے دریا سے چناب سے نہر نکالی گئی تھی، مرور زمانہ کے باعث نہر خشک ہو گئی اور باغ اُجڑ گیا، بعد ازاں اس طرف کسی نے توجہ نہ دی۔

واں میانہ کے ولی اللہ حضرت حافظ میاں محمد صاحب کے حوالے

اولیائے جھنگ

سے ایک روایت مذکور ہے کہ حافظ صاحب ہجر جبرائیل کو مائی صاحبہ کے مزار پر مریدوں سمیت فاتحہ پڑھنے آتے تھے، ایک دفعہ حافظ صاحب حسب معمول فاتحہ خوانی کے لئے تشریف لائے، راستے میں موضع گھلا پور کے قریب آپ نے ایک درخت کے نیچے آرام فرمایا، جب بیدار ہوئے تو آپ نے مریدوں کو واپسی کا حکم دیا، مریدوں نے عرض کی یا حضرت آپ فاتحہ پڑھنے نہیں جائیں گے، آپ نے فرمایا کہ مجھے آخری سفر کی اطلاع مل گئی ہے۔ پہلے جب میں آتا تھا، مائی صاحبہ کی روح میرا استقبال کرتی تھی لیکن اس بار ان کی روح میری پیشوائی کے لئے نہیں آئی، مجھے یقین ہے کہ میرا وقت آخر قریب ہے، چنانچہ آپ تین روز بعد وفات پا گئے۔

(ذکر العارفین ص ۱۵۷)

حضرت شاہ جمال چنیوٹ کے مشہور ولی گذرے ہیں، ان کے بارے میں مشہور ہے کہ جب میاں مراد بخش رانجھا اپنی مرشدہ سے بیعت کے لئے جھنگ جا رہے تھے آپ نے مرشد کی ہدایت کے مطابق دریا کے کنارے میاں رانجھا کا استقبال کیا، اور میاں رانجھا کو اپنے پاس مہمان ٹھہرایا۔ آپ نے رانجھا سے بانسری سنانے کی فرمائش کی، جو نہی بانسری کی تائیں اڑنی شروع ہوئیں، پہاڑیاں گچھل کر دریا میں ہتھی نظر آئیں، میاں شاہ جمال بے قرار ہو گئے اور فرمایا۔ ”بس جبا! مجھ میں تاب نہیں، جب پہاڑیاں گچھل رہی ہیں تو میں

اولیائے جھنگ

بندہ گناہگار کس طرح تاب لا سکتا ہوں؟" اور دعا کے ساتھ میاں رانجھا کو رخصت کر دیا۔ (کتاب مشائخ از ہند مطبوعہ مدراس اکیڈمی)

نواب سعد اللہ خاں وزیر اعظم ہند نے دربار شاہ جہاں کے بارے میں جو روئے ناچہ مرتب کیا ہے، اس کے سٹاپ پر آپ نے شاہ جہاں کی طرف سے لکھا ہے کہ "مائی ہیر عرف عزت بی بی عارفہ کاملہ تھیں۔"

مزار ہیر کے بارے میں پروفیسر اختر علی ندوی نے یقین ظاہر کیا ہے کہ مائی صاحبہ کا موجودہ مزار حقیقی ہے، البتہ یہ ہو سکتا ہے کہ کسی وجہ سے مزار کسی عہد میں شکستہ ہو گیا ہو تو کسی عقیدت مند نے از سر نو تعمیر کروا دیا ہو جس سے اس کی پہلی ہیئت میں تبدیلی آگئی ہو، لیکن مزار کو فرضی کہنا یا مائی صاحبہ سے رانجھے کا عشق ظاہر کرنا، یا مائی صاحبہ کی شادی، رانجھا کا جوگ اور بانٹھ کی امداد قطعاً غلط اور بے بنیاد باتیں ہیں، اور شعرا کے کرام کی ذہنی اختراع کا نتیجہ ہیں۔ اسی طرح سخت ہزارہ میں میاں رانجھا کا مزار بھی فرضی ہے۔

مائی صاحبہ کے مزار کے ارد گرد واقع تمام قبریں جو موجود ہیں یا مسمار ہو چکی ہیں، مائی صاحبہ کے مریدوں یا عقیدت مندوں کی ہیں، مائی صاحبہ کا حلقہ ارادت بڑا وسیع تھا، لیکن بعد میں ملک کے سیاسی حالات نے ایسا پلٹا کھایا کہ محمد شاہ زنگیلا کے عہد حکومت میں سید وارث شاہ نے اس عارفہ کا

ادیلے جھنگ

دامن دنیاوی آلائشوں سے داغ دار کر دیا، اور حقیقت شعر کے پردوں میں مستور ہو گئی، آج بھی حقیقت کا متلاشی راہِ عمل سدو پاتا ہے، اور اگر تلاشِ حق میں کامیاب ہو جائے تو وارثِ شاہ کے پیدا کردہ تاثرات عوام الناس کے ذہنوں میں اس قدر رچ بس گئے ہیں کہ وہ حقیقت کو حقیقت تسلیم کرنے پر آمادہ نہیں ہوتے یہی وجہ ہے کہ مانی ہیر کے بارے میں کئی نسلوں سے غلط تاثر چلا آ رہا ہے اور جو کوئی اسے دور کرنے کی کوشش کرتا ہے عقیدت مندانِ ہیر وارثِ شاہ کا ابنوہ کثیر اس کی راہ میں مشکلات پیدا کر دیتا ہے۔

تاہم مجھے یقین ہے کہ میری تالیف ساہا سال کے غلط تصورات کی بیخ کنی اور صورتِ حال کی اصلاح کی جانب ایک مثبت قدم ثابت ہوگی،

اولیائے جھنگ

مختصرات

حضرت شاہ سچرا ، روڈ و سلطان ، نور اصحاب ، نوری نہرا ،
 خدایا رکھو کھر ، پیر محمد یعقوب ، حافظ دیوان ، پیر توگڑہ ، گل محمد نوری ،
 فقیر گل محمد ، محمد حسین ، شہابیل شاہ ، شاہ کبیر ، حافظ سعید ، حافظ محمود ، حاجی جہانیاں ،
 شاہ جمال ، پیر کریم شاہ ، پیر عبدالرحمن ، پیرستان شاہ ، مانی سواتی - بدھوشاہ ،
 میاں عمر کھل ، جوایا کانبجو ، ملنگ بخاری ، محمد حسین شاہ گیلانی ، اللہ جوایا ،
 پیر محمد احسن ، پیر گل شاہ ، مدن شاہ ، شاہ شریف ، سندھ کا میناں ،
 نبی شاہ ، فتح شاہ ، بگھوشاہ ، سید و میاں چوہدر ، میاں مسافر ، ولایت شاہ ،
 نور شاہ ،

ادلیئے جھنگ

حضرت شاہ سخیرا

آپ کا اصل نام شاہ صغیر تھا، جو عام بول چال میں شاہ صغیر ہو گیا۔
تاہم بعد میں صغیر کے بجائے سخیرا کے نام سے شہرت ہوئی۔ جس مقام پر
آپ نے قیام فرمایا اور دفن ہوئے اُسے سرکاری کاغذات میں ماڑی شاہ سخیرا
لکھا جاتا ہے۔

آپ صحیح النسب فاطمی و ہاشمی تھے، آپ کا سلسلہ نسب ۲۷ واسطوں
سے حضرت علی علیہ السلام سے ملتا ہے۔

آپ کا صحیح سن ولادت و وفات تو معلوم نہیں ہو سکا، البتہ خاندانی روایات
کے مطابق اللہ تعالیٰ نے آپ کو طویل عمر عطا کی تھی، حضرت شاہ جیونہ بخاری
کے ہم عصر تھے، اور شاہ عالم اول مغل تاج دار کے عہد تک زندہ رہے۔ اور
سیاسی اعتبار سے امرائے دربار میں اثر و سوخ رکھتے تھے، جھنگ میں سیالوں
کی حکومت بھی آپ کی مخلصانہ توجہ کے باعث قائم رہی۔

سلسلہ نسب

آپ کا شجرہ نسب اس طرح مروی ہے۔ حضرت شاہ ضمیر
بن پیر محمد بن سید جلال شاہ بن سید امیر الدین بن سید نصیر الدین سید
محمد داؤد بن سید محمد غوث بن سید محمد حسین شاہ بن سید محمد حسان، بن
سید عبدالوہاب بن سید رضا الدین بن سید صدر الدین بن سید محمد سابق

اور لیائے جھنگ

بن سلطان ابوالقاسم بن سید علی بن سید عبدالرحمن بن سید اسحاق ثانی بن
 سید ابوالحسن زاہد بن سید محمد عالم بن سید قاسم عبداللہ بن سید محمد اولے
 بن سید اسحاق موافق بن حضرت موسے کاظم بن حضرت امام جعفر صادق
 بن حضرت امام محمد باقر بن امام زین العابدین بن حضرت امام حسین
 بن حضرت امام علی علیہ السلام۔

آپ در بھائی تھے۔ اور دونوں بھائی مادر زاد ولی اور صاحب
 کرامت تھے۔ مشہور ہے کہ دونوں بھائیوں میں گونا گویا مقابلے جاری رہتے
 تھے، دونوں کی طرف سے خوارق الفطرت واقعات کا اظہار ہوتا تھا۔ جس
 کے باعث آپ کے والد محترم کو پریشانی ہوتی تھی۔

ہندوستان میں آمد

ایک روز سید محمود نے دونوں بھائیوں کو بلایا اور ان سے کہا
 کہ ایک میان میں دو تلواریں جمع نہیں رہ سکتیں، اس لئے کل صبح تم میں سے
 جس کی جوتیاں اٹھی پڑی ہوں رخت سفر باندھ لے، رات گزرنے کے بعد دونوں بھائی
 اٹھے تو شاہ صغیر صاحب کی جوتیاں اٹھی پڑی تھیں، آپ فوراً سمجھ گئے اور
 والد کے حکم کے مطابق سفر کی تیاری کر لی، جب والد سے اجازت لینے
 گئے تو سید محمود صاحب نے فرمایا کہ ہندوستان میں تمہاری ضرورت ہے

اولیائے جہنگ

اور وہیں چلے جاؤ۔ چنانچہ آپ ہرات کے راستے ہندوستان وارد ہوئے
پہلے بارہ سال کا عرصہ ضلع ڈیرہ خاں میں قیام فرمایا، یہاں پر سموں نامی
ایک صاحب ولایت بزرگ سے خرقہ خلافت حاصل کیا، اور مرشد کی اجازت
سے جھنگ کی طرف چلے آئے۔

حضرت شاہ جیونہ سے ملاقات

آپ حسبِ بیل قصبہ میں چند روز قیام کرنے کے بعد دریائے
جہلم کے ماڑی فتح خاں بالی نامی ایک مقام پر پہنچے، یہ جگہ آپ کو رہائش کے
لئے پسند آئی۔ اسی مقام پر تبلیغ و ہدایت کا سلسلہ شروع کر دیا، تھوڑی
مدت میں ہی آپ کی شہرت دور دور تک پھیل گئی۔ چنانچہ روایت ہے کہ حضرت
شاہ جیونہ صاحب بھی آپ کا امتحان لینے کے لئے اپنے ارادت مندوں
کے ہمراہ جہلم کے کنارے پہنچے، دونوں بزرگوں کے درمیان روحانی مدارج
کا مقابلہ ہوا۔ جب دونوں نے ایک دوسرے کو آزمایا، اور کوئی بھی زیر
نہ ہو سکا تو حضرت شاہ جیونہ صاحب نے تسلیم کیا، اور بطور مہمان کافی دن
شاہ صغیر کے ہاں مقیم رہے، مثنوی

آپ کی روحانی عظمت و بزرگی کا سکہ بیٹھ گیا تھا، اس سے
متاثر ہو کر مستح خاں بالی نے جو اس علاقہ کا حکمراں تھا آپ کا مرید بن کر
اپنی بیٹی نکاح میں دے دی جس کے لطن سے آپ کے پانچ لڑکے

اولیائے جھنگ

سید محمد، سید محمود، سید احمد، سید حمید، سید کبیر پیدا ہوئے
ان میں سے چار آپ کی زندگی میں وفات پا گئے۔ سید محمد صاحب زندہ
رہے، پھر انہی سے آپ کی اولاد چلی،

سلسلہ سجادگی

آپ کی وفات کے بعد آپ کا بیٹا سید محمد جانشین مقرر ہوا، اور
بعد میں دستور بن گیا کہ سجادہ نشین کا بڑا لڑکا ہی پہلے جانشین کے فوت ہونے
کے بعد جانشین مقرر ہونے لگا، چنانچہ آپ کی وفات کے بعد مندرجہ ذیل
اصحاب بالترتیب سجادہ نشین مقرر ہوئے، سید محمد، سید محمد حسین، سید
شاہ جلال، سید گل شیر، سید شاہ حسین مٹھا، سید غریب شاہ، عالم میر شاہ
سلطان شاہ، قلندر جہانیاں شاہ، اور موجودہ سجادہ نشین مخدوم محمد عالم شاہ

تبلیغ و ارادت

آپ کے ارادت مندوں کا حلقہ بڑا وسیع تھا، مختلف قبیلوں کو
اسلام کی دولت سے نوازا۔ مغل تاج دار شاہ عالم اول کے عہد میں سکھوں
کے ایک گروہ نے حکومتِ مغلیہ کے خلاف بغاوت کی، اور شورش پھیلاتے
ہوئے جھنگ کے علاقہ میں آگئے۔ مغل تاج دار نے حضرت شاہ صغیرا کی
خدمت میں عرض کی کہ اس گروہ کو راہِ راست پر لائیں، چناہ آپ نے سکھ
گروہ کو اسلام کی تبلیغ کی۔ اور یہ تمام گروہ مسلمان ہو گیا۔ آپ نے اس

ادبیائے جھنگ

گروہ کو کھارا کا نام دیا، چنانچہ یہ لوگ مسلمان ہو کر جھنگ، سگرودھا، میانوالی
کی حد پر تھل میں آباد ہو گئے۔ اور اب تک اس قوم کے افراد پر آپ کی روحانی
عظمت کا دیدار قائم ہے۔ کھارا لوگوں نے شاہ صغیر کے ایک پوتے شاہ حسین کے
نام پر نیا قصبہ شاہ حسین تھل خوشاب میں آباد کیا،

کرامات

آپ کے بے شمار واقعات خوارق منسوب ہیں۔
ایک دفعہ کوئی سائل دروازے پر آیا، آپ گھر سے باہر
صحن میں تشریف فرما تھے، آپ کو خیال گزرا کہ سائل دروازے پر کافی دیر
سے کھڑا ہے، مگر اندر سے کوئی جواب نہیں آیا، آپ اٹھ کر دروازے
پر آئے تو دیکھا کہ آپ کے چار لڑکے کھا رہے ہیں، مگر سائل سے بے نیازی
اختیار کر رکھی ہے، آپ غصہ سے جلال میں آ گئے، اور چاروں بیٹوں کے حق میں فرمایا
کہ اس سے مر جاؤ تو بہتر ہے، چنانچہ آپ کے چاروں فرزند جاں بحق ہو گئے
ایک دفعہ آپ نے فرمایا کہ حضرت شاہ جیو نہ اور محل مرید کے فقیر
و اولاد میرے عرس میں شامل نہیں ہو سکیں گے، چنانچہ اسی وقت سے اب تک
یہ سلسلہ جاری ہے، دونوں کے فقیر یا اولاد عرس میں شامل نہیں ہوتے اور مشہور
ہے کہ اگر کوئی بذریعہ کشتی دریا پار کرنے کی کوشش بھی کرے تو کشتی ڈوبنے لگتی

اولیائے جھنگ

ہے، اور زلح آواز دے کر پکارتے ہیں اور ان کو کشتی سے اتار دیتے ہیں۔

عرس

ہر سال آپ کا عرس ۹ - ۱۰ - ۱۱ ماہ ہارہ کو منایا جاتا ہے، اور اسے علاقائی مہیہ کی حیثیت حاصل ہے۔

وفات :- ۱۲۰۵ ہجری

مدفن :- قصبہ روڈو سلطان

روڈو سلطان

آپ کا اصل نام کچھ اور تھا، چونکہ آپ عموماً سر کے بال منڈوائے رکھتے تھے، اس لئے آپ کو عرف عام میں روڈو سلطان کہا جاتا تھا، آپ سیلانی فقیر تھے، اور سیاحت کرتے ہوئے آپ قصبہ آج گل امام تحصیل شورکوٹ میں وارد ہوئے، جہاں حضرت زلف علی شاہ بخاری سکونت پذیر تھے، آپ ان سے بیعت ہوئے اور زندگی کے آخری سانس تک مرشد کی خدمت کرتے رہے، سید زلف علی شاہ بخاری بڑے اثر و رسوخ کے مالک تھے، جھنگ کے حکم راں عنایت خاں آپ کے مرشد کے عقیدت مند تھے، اس لئے سرکاری کاموں میں بھی آپ دخیل کار تھے، روڈو سلطان صاحب متوکل بزرگ تھے، آپ کی وفات ۱۲۰۵ ہجری میں ہوئی، اور موجودہ جگہ پر ہی سپرد خاک ہوئے۔ جہاں آپ کا مزار موجود ہے آپ سے متعدد خوارق واقعات منسوب ہیں مثلاً ہر جمرات کو شیراؤد

اولیائے جھنگ

دیکر درندے مزار پر سلامی دینے آتے ہیں وغیرہ، آپ کے مزار پر ہر سال، کراتک کو
 بڑا بھاری میلہ لگتا ہے جو وصال آپ کے مرشد کا سالانہ عرس ہوتا ہے، اس کی وجہ معلوم نہیں ہو سکی
 دونوں کی تاریخ وفات ایک ہے، یا بعد میں میلہ کی تاریخ ایک رکھی گئی ہے؟

حضرت نور اصحاب

صحابہ نام کا ایک قصبہ تحصیل جھنگ میں واقع ہے۔ اس میں حضرت
 نور اصحاب کا مزار ہے۔ ان کی قبر تقریباً ۲ گز لمبی ہے۔ یہ بزرگ چوتھی صدی
 ہجری میں یہاں تشریف لائے اور حائل میں جھونپڑی ڈال کر قیام کیا، آپ صاحب
 طہارت اور مبلغ اسلام تھے، آپ کے عقیدت مندوں کا حجم غفیر جمع ہو گیا
 اور سینکڑوں غیر مسلموں نے آپ کے ذریعے اسلام قبول کیا،

ولادت :- ۱۱۷۰ ہجری

وفات :- ۱۲۶۰ ہجری

مدفن :- نیکو کارہ، تحصیل شہر کوٹ

حضرت نوری نہرا

حضرت نوری نہرا ہاشمی، قریشی خاندان کے صاحب جلال بزرگ
 تھے اور شیخ کبیر نیکو کارہ کی اولاد میں سے تھے، آپ مزاج کے جلالی مشہور
 تھے، آپ کی کرامات کا شہرہ دور دور تک پھیلا ہوا ہے، آپ نے متعدد قبیلوں
 اور قوموں کو اپنا حلقہ بگوش بنایا، جس وقت سکھ فوجوں نے جھنگ پر

ادیا نے جھنگ

حملہ کیا تو آپ نے سکھ کمانڈر کو کھپلا بھیجا کہ گڑھ مہاراجہ کا علاقہ امن میں رہنے
 دیا جائے، اور لوٹ مار نہ کی جائے، لیکن سکھ کمانڈر فتح کے نشتر میں مست
 تھا، اس نے آپ کے حکم کی پرواہ نہ کی، اور لوٹ مار کی نیرت سے علاقہ
 گڑھ مہاراجہ میں ہاتھی پر سوار داخل ہو گیا، آپ نے جب دیکھا تو جلال
 آ گیا، اور زور سے پکار کر ہاتھی سے کہا 'غرق ہو جا' اسی وقت زمین
 پھٹ گئی، اور سکھ کمانڈر ہاتھی سمیت زمین میں غرق ہو گیا، کمانڈر کا سر
 زمین سے باہر تھا، اس نے منت زاری کی اور فوج واپس لے جانے کی
 اجازت مانگی۔ تو آپ نے معافی دے دی، سکھ فوج واپس چلی گئی، مگر
 ہاتھی اس جگہ اب تک دفن ہے۔

میاں خدیا صاحب کھوکھر خاندان
 سے تعلق رکھتے تھے، اور مولانا

میاں خدیا کھوکھر

نور احمد صاحب کے ہم عصر تھے، آپ بڑے عالم تھے، عبادت گزار اور صاحبِ عرفان
 تھے، آپ نے اپنی صاحبزادی حضرت مولانا نور احمد صاحب کے عقد میں دی تھی، جس سے
 ان کی نسل چلی، آپ کا انتقال ۱۲۵۱ھ میں ہوا، اور حیدرآباد کی چنیوٹ تحصیل کے
 سامنے والے قبرستان میں سپردِ خاک کیا گیا، اسی قبرستان کے ایک حصہ میں اب
 جامعہ عربیہ قائم ہے، میاں خدیا کی اولاد میں بھی عالم و فاضل ہوتے ہیں، ان میں مولانا
 سلطان محمود صاحب کے علم و تقویٰ کی آج بھی شہرت ہے،

ادبیائے جھنگ

حضرت پیر محمد یعقوب

آپ کا مزار حضرت پیر حافظ دیوان کے قبرستان
چنیوٹ ملحقہ جامعہ عربیہ میں موجود ہے

چھٹی صدی ہجری کے مشہور ولی اللہ ہوئے
ہیں آپ کے نام پر وسیع اور قدیم قبرستان

حضرت پیر حافظ دیوان

اب تک جامعہ عربیہ چنیوٹ سے ملحقہ موجود ہے

ان کا مزار مشہور ہے اور چنیوٹ شہر کے وسط میں واقع

قبر بھی نوگز بھی ہے، روایت مشہور ہے کہ آپ بغیر سر

حضرت پیر نوگزہ

کے جنگ کرتے ہوئے یہاں پہنچے تھے

آپ مشہور سیال حکم راں صاحب خاں کے مرشد تھے

اور آپ کا مقابلہ حضرت سلطان ہاتھی جان سے

فقیر گل محمد نوری

ہوا تھا جس میں سلطان صاحب نے آپے درگزر فرمایا تھا، آپ کا مزار جھنگ شہر کے قریب

دریائے چناب کے کنارے ہے۔

آپ کا مزار چاندی موضع میں واقع ہے آپ حضرت

فقیر گل محمد

عبد حکیم صاحب عرف میاں صاحب ضلع ملتان کے خلیفہ تھے، آپ نے کھوکھر قوم کو اپنا گرویدہ

بنایا اور بیسٹ فرمائی، کھوکھر قوم ہر سال ۱۰ رساؤں کو آپ کا عرس مناتی ہے

حضرت محمد ابراہیم چنیوٹی حضرت محمد ابراہیم ہرودی حضرت شیخ محمد اسماعیل عرف

حضرت محمد ابراہیم چنیوٹی

میاں وڈا کے حقیقی چھوٹے بھائی تھے اور سلسلہ سہروردی سے بیعت تھے آپ تارک الدنیا تھے

اولیائے جھنگ

ساری مجرور ہے، آپ کا مزار اعظم در کس میاں وڈا میں موجود ہے۔

شیخ محمد حسین سہروردی آپ شیخ محمد امین عرف میاں وڈا کے حقیقی چھوٹے بھائی تھے،

آپ ساری زندگی درس و تدریس میں مصروف رہے، زندگی کے آخری حصہ میں چنیوٹ سے لاہور چلے گئے اور وہیں وفات پائی، آپ کا مزار قبرستان بی بی پاک دامن لاہور میں موجود ہے۔

بلو شہبابل حضرت شہبابل شاہ خانوادہ حضرت شاہ جیونہ کے فرزند تھے، اور

متوکل بزرگ تھے، آپ کے حالات زندگی نہیں مل سکے، آپ کا مزار ٹھٹھہ ماہلا کے قریب موجود ہے، آپ کی اولاد دنیاوی اعتبار سے اثر و رسوخ کی مالک ہے۔

سید احمد کبیر ایک مرتبہ حضرت مولانا احمد علی صاحب لاہوری جھنگ تشریف لائے

اور آپ کے مزار پر حاضری دی، فرمایا کہ صاحب مزار بڑے رتبہ کے حامل ہیں، آپ کا عرس ہر سال ۱۲ بھادوں کو منایا جاتا ہے۔ آپ کا مزار جھنگ شہر میں داخل ہوتے ہی ٹرک پر دائیں جانب ہے، اور اب پختہ تعمیر ہوا ہے۔

حافظ محمد سعید مرزا حافظ محمد سعید صاحب منگل گھرانے سے تعلق رکھتے تھے، نویں

صدی کے وسط میں چنیوٹ تشریف لائے اور رشتہ دہریت کا سلسلہ شروع کیا، آپ

سہروردی سلسلہ کے مبلغ تھے، مولانا نور احمد صاحب نقش بندی آپ کی اولاد میں سے تھے،

آپ کا مزار چنیوٹ شہر لاہوری گیٹ کے اندر منگل گلی میں موجود ہے، مزار کے ساتھ مسجد بھی ہے،

حافظ محمود حافظ محمود صاحب حضرت میاں محمد فاضل کے خلیفہ اور حضرت

محمد صالح صاحب کے بعد مزار میاں وڈا لاہور کے متولی اور سجادہ نشین مقرر ہوئے تھے،

ادبیات جھنگ

متوکل بزرگ تھے، ہجری ۱۱۱۸ میں وفات پائی، اور موضع لنگے علاقہ لالیاں کے قریب مزار
محمد فاضل سے ملحق احاطہ میں دفن ہوئے۔

حاجی جہانیاں | حضرت حاجی جہانیاں شاہ نسبی خانہ سے سادات بخاری کے چشم چراغ

تھے، قریباً گیارہویں صدی کے آغاز میں آپ کا انتقال ہوا، آپ کا مزار

موضع بلو تحصیل جھنگ میں واقع ہے جہاں ہر سال میلہ لگتا ہے۔

حضرت شاہ جمال | حضرت شاہ جمال عرونا گوڈر سلطان نام کے ایک بزرگ کا مزار

ٹبہ کوٹہ ساحل دریا جہلم تحصیل جھنگ میں واقع ہے، آپ سادات بنو ہاشم کے بکرامت

ولی اللہ تھے، آپ کا عرس ہر سال اسوارن کو منایا جاتا ہے، اس موقع پر دیہاتی لوگ کوچ

اور کھیلیں بھی ہوتی ہیں۔

حضرت پیر کرم شاہ | پیر کرم شاہ حضرت شاہ جیونہ بخاری نقوی کے فرزند تھے، آپ کے والد کا

نام پیر گامے شاہ ہے جن کا مزار موضع اصحابہ میں موجود ہے، کرم شاہ اپنے والد کے ہمراہ عرس

حضرت شاہ جیونہ میں شمولیت کے سلسلے اور اپنے ہم عمروں کے ساتھ دریا میں نہلتے ہوئے

جاں بحق ہو گئے، ان کی نعش تین دن بعد ملی تھی، آپ کو موضع چاندنہ میں دفن کیا گیا۔ انتقال کے وقت

آپ کی عمر اٹھارہ سال کی تھی۔

پیر عبدالرحمن شاہ | آپ کا مزار قصبہ کوٹ شاہ تحصیل جھنگ میں واقع ہے، جہاں ہر سال

۹۔۱۰ ماہ کو بھاری میلہ لگتا ہے، آپ کی قبر کا نشان مٹی کا رے سے نہیں بنایا جاتا کیونکہ اکثر

لوگوں کو خواب میں اپنے مزار بننے سے اس لئے منع فرمایا کہ مزارات مردوں کے ہوتے ہیں۔

اولیائے جھنگ

اور میں زندہ ہوں، جال کا درخت آپ کی قبر پر قبر کی طرح پھیلا ہوا ہے، مشہور ہے کہ آپ بغیر سر کے جنگ لڑتے ہوئے یہاں پہنچے تھے اور یہیں آپ کا انتقال ہوا۔

پیرستان شاہ | پیرستان شاہ حضرت شاہ جلال سرخ بخاری اُچ شریف کی اولاد ہیں، آپ کا مزار قصبہ کوٹ شاکر میں واقع ہے، بلوچ قبیلہ آپ کا مرید ہے، آپ کی اولاد قصبہ اُچ گل امام کے آس پاس رہائش پذیر ہے، آپ کا عرس ہر سال ۲۰۱۹ء، جیٹھ کو منایا جاتا ہے۔

حضرت مائی سوانی صاحبہ | مائی سوانی صاحبہ کا مزار موضع کوٹ خان میں واقع ہے، آپ ماورزاو عارفہ کاملہ تھیں، آپ حضرت پیر مبارک شاہ بغدادی نسلع ملتان کے خاندان سے تھیں، آپ کے مزار کے احاطہ میں کسی مرد کو داخل ہونے کی اجازت نہیں، حاملہ عورتیں بھی مزار میں داخل نہیں ہو سکتیں، آپ کا عرس ہر سال ۱۰ برسہا برس کو منایا جاتا ہے۔

فقیر بدھوش شاہ | فقیر بدھوش شاہ کا مزار تلوارہ کھوکھراں علاقہ تھانہ من میں واقع ہے، آپ باکمال بزرگ ہوئے ہیں، مشہور ہے کہ آپ نے ایک ڈاچی کھی ہوئی تھی، وہ جس زمیندار کے کھیت میں چلی جاتی زمیندار حسبِ حیثیت کوئی نہ کوئی نذرانہ ڈاچی کے حوالہ کر دیتا، فقیر بدھوشا کے مزار کے ساتھ اس ڈاچی کا مزار بھی موجود ہے۔

میاں عمر کھنرل | جھنگ شہر سے ایک میل جانب شمال قبرستان گل کراہیاں میں حضرت میاں عمر حیات صاحب کا مزار موجود ہے، سلوک کی منزلیں حضرت بابا بیٹھے شاہ کی خدمتِ اقدس میں رہ کٹے کہیں۔ راہی کی مجلس و صحبت کے اثر سے آپ کو پنجابی میں شعر کہنے کا ذوق ملا، چنانچہ عمر کے آخری حصے میں آپ نے بے شمار سی حرفیاں، قصیدے اور مناجاتیں لکھیں جو

اولیائے جھنگ

بیاض عمر کے نام سے کتابی صورت میں موجود ہے، آپ کی صوفیانہ شاعری پر حضرت مجدد المجدد کا تبصرہ بھی قابل قدر ہے۔ زندگی کے آخری دنوں میں آپ بنانی سے محروم ہو گئے تھے، آپ کے تین لڑکے تھے، ایک سانپ کے ڈسنے سے اور دوسرا دریا چناب میں ڈوب جانے کے باعث جاں بحق ہوا، تیسرے لڑکے شرف الدین سے آپ کی اولاد چلی، ان میں سے حکیم عمر حیات، مولوی عبدالکریم حافظ اور محمد صدیق خاصے مشہور ہیں۔

حضرت جوایا کا بنجور | اس نام کے بزرگ کا مزار تھٹھی شاہ سکور تحصیل جھنگ میں ہے اور بڑا مشہور ہے۔
حضرت ملنگ بنجاری | آپ کا مزار شورکوٹ ڈب کلاں روڈ پر قبرستان ملنگ بنجاری میں موجود ہے، جلال پور، مٹلہ کی آبادی اسی قبرستان میں میت دفن کرتی ہے، آپ حضرت شاہ چیونہ کی اولاد ہیں۔
پیر محمد سین شاہ گیلانی | آپ قادری سلسلہ کے ولی اللہ تھے، مزار جھنگ خوشاب روڈ پر ماچھیوال کے قریب تھل میں ہے، آپ کا اصل وطن سلیمان تھا، اس علاقہ میں آپ کے ہزاروں عقیدت مند موجود ہیں، آپ کا خاندان علمی و روحانی لحاظ سے بڑا مشہور ہے۔
فقیر اللہ جوایا شاہ | آپ قصبہ پیرکوٹ سدھانہ کے نزدیک مدفون ہیں۔

پیر محمد حسن | آپ ضلع ساہیوال کے باشندے اور قوم ہانس کے فرد تھے، مرشد کے ایام پر سیاہوں کے عہد میں جھنگ شہر میں وارد ہوئے، مزار جامع مسجد میاں داو کے قریب موجود ہے،
پیر گل شاہ | اس نام کے بزرگ کا مزار جھنگ شہر میں ہے، جس کا انتظام گیلانی سید کرتے ہیں۔

مدن شاہ | جھنگ شہر میں گندہ نالہ کے پار اس نام کا مزار ہے، قریب محلہ بھی اسی نام

اولیائے جھنگ

سے موسوم ہے،
شاہ شریف | آپ حضرت غوث بہاؤ الحق ملتانی کی اولاد میں صاحب کمال بزرگ تھے
 مزار مبارک موضع بلو کے نزدیک ٹھٹھی جموں میں واقع ہے
سدرہ کامیناں | ماڑی شاہ سخیرا میں اس نام کا مزار موجود ہے، اہل علاقہ آپ کے مزار
 پر منتیں مانتے اور مرادیں حاصل کرتے ہیں۔

نبی شاہ | آپ بڑے کٹولہ ساحل جہلم (نخسلی جھنگ) میں مدفون ہیں، جہاں آپ
 کی اولاد کھیتی باڑی کرتی ہے، علاقہ کے لوگ حلف وغیرہ میں آپ کا نام زبان پر
 لاتے ہیں، عرس ہر سال ۱۲ ہارٹھ کو منایا جاتا ہے،

منسج شاہ | موضع چاندنہ کے قریب قبرستان میں آپ کا مزار موجود ہے۔

سید میاں چوہڑ | آپ کا مزار بھی مندرجہ بالا قبرستان میں ہے۔

پیر گھوٹ شاہ ہاشمی | آپ کا مزار احمد آباد بلوچان نزد قصبہ کوٹ شاگر میں موجود ہے

میاں مسافر | آپ کا اصل نام معلوم نہیں، مزار متذکرہ صدر مقام پر ہے۔

پیر ولایت شاہ | آپ سادات باہرہ کے فرد اور عبدالوہاب بوٹی کے خلیفہ تھے، مزار
 بستی ساہجریں واقع ہے، ترک قبیلہ آپ کا مرید ہے، مرغ کا گوشت آپ کی مرغوب غذا تھی

سید نور شاہ | آپ کا مزار بھی بستی ساہجریں مرجع خلائق ہے، گنٹھیا اور ریح

کے مریض عموماً مزار پر حاضری دیتے ہیں۔

اولیائے جھنگ

کتابت

تحقیق الفقرا۔ سید حسین ناصر۔	اردو انسائیکلو پیڈیا۔
تحفۃ الابرار۔	انڈین گزیٹیئر۔
تذکرۃ الاولیاء۔	اولیٰ کے ملتان، از سید اولاد علی گیلانی۔
تذکرہ صوفیاء کے سندھ۔	اولیٰ کے لاہور، از ڈاکٹر سید محمد عبداللطیف
جہاں گیر کے سیاسی فیصلے۔	اولیٰ کے سیالکوٹ۔
خطوط سعید الدنیاں۔	البیرونی۔
خرنیۃ الاصفیاء۔	اکبر کا دین الہی۔
ذکر الصالحین از مولانا احمد یار مرالی۔	اکبری عہد کے مورخین پر ایک نظر؛
رود کوثر۔ از شیخ محمد اکرم۔	احسن المقال
رقعات عالم گیری۔	آب کوثر از شیخ محمد اکرم
سوانح پیر عبدالغفور	پنجابی قبائل
سوانح سلطان محمود غزنوی	مدن ہند
سفر نامہ ابن بطوطہ۔	تزک بابر۔
سفر نامہ ڈاکٹر برنیہ	تاریخ ہند از انفسٹن گورنر بمبئی
سلطان حمید علی از رشید اختر ندوی۔	تاریخ فرشتہ۔
سیر العاشقین	تاریخ پنجاب۔ از ڈاکٹر محمد باقر
شاہ جہاں کا روزنامہ	تاریخ پنجاب از ڈاکٹر سید محمد عبداللطیف
	تحقیقات حسینی۔ از نور احمد حسینی

اولیٰ جھنگ

ہندوستان بے بدلو دہلی خاندان

بہا یوں نامہ

بہا یوں کی ناکامی

ہسٹری آف میسوراز کرنل ویکس

دسائلے

ماہنامہ تبصرہ، لاہور، فائل ۱۹۶۴ء

نقوش لاہور نمبر

المنیر جھنگ ہفت روزہ

روزنامہ نولے وقت، ۱۶ ستمبر ۱۹۶۳ء

آجکل دہلی ۱۹۴۶ء

رسالہ اورنگ شاہی (سلطان پابہو)

رسالہ نظام المشائخ دہلی ۱۹۰۹ء تا ۱۹۲۳ء

کتاب نامے

شجرہ مجددیہ

شجرہ سادات بخاری

شجرہ سادات شیرازی

شجرہ قادریہ

علمائے ہند کے کارنامے

علمائے ہند کی جدوجہد

عس اور میلے، از امان اللہ سرحدی

غشیہ الطالبین

کری نامہ از مولوی غلام حسین فاضل مطبوعہ ۱۹۳۶ء

کتابچہ حضرت شاہ جیونہ، از میجر مبارک علی شاہ

کاغذات ہند و سبت مال ۸۰-۱۸۶۰ء

گلزار قادری

گزمیر زاضلاع جھنگ، ملتان، میانوالی

ماثر لاہور

ماثر الامرا

موج کوثر از شیخ محمد اکرام

ملفوظات مادھو لال حسین

ملفوظات حضرت قطب علی شاہ

مشائخ ہند

مضامین مولوی نور احمد فریدی

مناقب سلطانی

نشان حمیدری از ید علی حمید

(مشاہد حسن رضوی کا تلب)







